بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تحقیقِ صلاۃ

بجواب

نمازِ مدلل

نماز کے متعلق غلط فہمیاں اور اُن کا ازالہ

مؤلف:
محمد اشتیاق

جماعت المسلمین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

کتابت ———————— عبدالحفیظ

سالِ طباعت ———————— ۱۴۲۲ھ مطابق ۲۰۰۱ء

اشاعت ———————— سوم

تعداد ———————— ایک ہزار

قیمت ————————

جملہ حقوقِ طبع بحق جماعت المسلمین
رجسٹرڈ (رجسٹریشن نمبر ۳۶۶/۱۹۸۵) محفوظ ہیں۔

جماعت المسلمین

مسجد المسلمین۔ کوثر نیازی کالونی۔ بلاک جی نارتھ ناظم آباد، کراچی ۳۳

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فہرست مضامین

نمبر	عنوان	صفحہ
۱	تمہید	۷
۲	ائمہ اربعہ میں حلال و حرام کا فرق تھا۔	۹
۳	صحابہ کرام حدیث ملنے پر رجوع کر لیا کرتے تھے۔	۱۶
۴	حدیثِ بنو قریظہ کا صحیح مطلب۔	۲۲
۵	اسلام اجتہاد و قیاس سے آزاد ہے۔	۲۳
۶	اجتہاد حاکم فیصلہ میں کرتا ہے مسائل میں نہیں۔	۲۸
۷	جماعتِ حقہ جماعت المسلمین ہے۔	۳۱
۸	سوادِ اعظم کا صحیح مطلب۔	۳۲
۹	کیا تین ڈھیلوں سے کم میں استنجاء ہو سکتا ہے؟	۴۳
۱۰	بیت الخلاء کی صحیح دعاء۔	۴۸
۱۱	کیا وضوء کے شروع میں بسم اللہ والحمد للہ پڑھنا صحیح ہے؟	۴۹

نمبر	عنوان	صفحہ
۱۲	گردن کا مسح کرنا مستحب ہے ؟	۵۶
۱۳	کیا فضائل میں ضعیف حدیث چل جاتی ہے ؟	۶۰
۱۴	چوتھائی سر کا مسح کرنا خود ساختہ ہے .	۶۱
۱۵	کیا غسلِ جمعہ نفل ہے ؟	۷۱
۱۶	کیا عصر کی نماز کا وقت دو مثل سائے سے شروع ہوتا ہے ؟	۷۵
۱۷	کیا اذان میں ترجیع نہیں ؟	۸۸
۱۸	کیا اقامت کے سترہ کلمات ہیں ؟	۹۳
۱۹	کیا زبان سے نماز کے لئے نیت کرنا فرض ہے ؟	۱۱۱
۲۰	حالتِ نماز میں عورت کے ہاتھ کہاں تک اٹھنے چاہئیں ؟	۱۱۱
۲۱	ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا، کیا سنّت سے ثابت ہے ؟	۱۱۴
۲۲	کیا تلاوت کے شروع میں اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم پڑھنا ثابت ہے ؟	۱۲۲
۲۳	کیا جہری نمازوں میں امام کے پیچھے سکتات میں سورۂ فاتحہ پڑھنا منع ہے ؟	۱۲۹
۲۴	کیا آمین بالجہر منع ہے ؟	۱۴۶
۲۵	کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رفع یدین نہیں کرتے تھے ؟	۱۵۹
۲۶	فیض احمد صاحب کا اقرار کہ صحیح احادیث میں رفع یدین ہے	۱۸۳

نمبر	عنوان	صفحہ
۲۷	کیا ہر تکبیر میں رفع یدین کرنا چاہیئے ؟	۱۸۵
۲۸	رفع یدین کے سلسلہ میں دھوکا دہی ۔	۱۸۸
۲۹	خواتین کو سجدہ کس طرح کرنا چاہیئے ؟	۱۹۶
۳۰	تورک اور مذہب حنفی ۔	۱۹۹
۳۱	کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے ؟	۲۰۵
۳۲	تورک اور اس کی وضاحت ۔	۲۱۰
۳۳	کیا خواتین نماز میں بیٹھتے وقت ہمیشہ تورک میں ہی رہیں ؟	۲۱۷
۳۴	عورت اور مرد کی نماز ایک ہی طریقہ سے ہے ۔	۲۲۳
۳۵	کیا کلمہ شہادت پر انگلی کھڑی کرنا اور پھر بٹھا لینا ثابت ہے ؟	۲۲۶
۳۶	کیا جلسہ میں انگلی کو حرکت دینا منع ہے ؟	۲۲۶
۳۷	درود شریف کے بعد کونسی دعاء مسنون ہے ۔	۲۲۷
۳۸	امام فرض نماز سے فارغ ہونے کے بعد دعاء کس طرح کرے ؟	۲۳۰
۳۹	چالیس دن تک تکبیر اولیٰ کا فوت نہ ہونا ۔	۲۳۱
۴۰	وتر، دعاء قنوت اور ان کی وضاحت ۔	۲۳۳

نمبر	عنوان	صفحہ
۴۱	تین وتر کا شاخسانہ ۔	۲۳۶
۴۲	کیا تراویح کی بیس۲۰ رکعت ثابت ہیں ؟	۲۳۸
۴۳	فجر کی سنتیں اگر رہ جائیں تو ان کے ادا کرنے کا طریقہ کیا ہے ؟	۲۵۶
۴۴	فجر کی دو رکعتوں کی وضاحت ۔	۲۵۷
۴۵	فجر کی نماز ہو رہی ہو تو کیا مسجد کی ایک جانب فجر کی سنتیں ادا کر سکتے ہیں ؟	۲۵۹
۴۶	اقامت ہونے کے بعد کوئی نماز نہیں ہوتی سوائے فرض کے ۔	۲۶۳
۴۷	فجر کی سنتیں طلوع آفتاب سے پہلے پڑھی جائیں یا بعد میں ؟	۲۷۱

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

تمہید

قارئین کرام عرصہ ہوا ایک کتاب "نماز مدلل" مؤلفہ جناب فیض احمد صاحب نظر سے گذری۔ اُسے پڑھنے کے بعد ہم نے اس کا جواب دینا ضروری نہیں سمجھا کیونکہ مسائل کے سلسلہ میں علماء کی بحثیں عرصہ دراز سے چلی آرہی ہیں۔ لیکن نتیجہ کچھ نہیں۔ اختلاف برابر جاری ہے۔
بعض حضرات نے ہمیں مجبور کیا کہ "نماز مدلل" کا جواب دیا جائے۔ کیونکہ اس کتاب کو پڑھکر بہت سے لوگ وضو، غسل اور نماز کے صحیح طریقہ سے دور ہوگئے ہیں یا دور ہوتے جارہے ہیں۔ انہوں نے کہا آپ حضرات کی ذمہ داری ہے کہ آپ لوگوں کو ان مسائل سے جو صحیح ترین احادیث سے ماخوذ ہیں روشناس کرائیں۔

قارئین کرام جماعت المسلمین نے اس سلسلہ میں "صلوٰۃ المسلمین" کو شائع کرکے ایک ایسا کارنامہ سرانجام دیا ہے جو آج تک کسی نے بھی انجام نہیں دیا۔ کتاب "صلوٰۃ المسلمین" میں جناب مسعود احمد صاحب امیر جماعت المسلمین نے استنجاء، وضو، غسل اور نماز کے جملہ مسائل اس قدر وضاحت سے بیان کردئے ہیں کہ اب اس سلسلہ میں کوئی اور کتاب لکھنے کی گنجائش باقی نہیں رہی اور سونے پہ سہاگہ یہ کہ اُن مسائل کو ضعیف اور

موضوع احادیث سے الگ کر دیا۔ ہر مسئلہ پر باب باندھے، ہر باب صحیح اور حسن بلکہ صحیح ترین احادیث سے مزین کیا۔ اگر ہم یہ بات کہیں تو بے جا نہ ہوگی کہ جس قدر صحیح احادیث کا التزام اور حُسن و خوبصورتی کو جماعت المسلمین کے امام جناب مسعود احمد صاحب نے انجام دیا ہے یہ سعادت کسی اور کو نصیب نہیں ہوئی۔

صلوٰۃ المسلمین تو ایک چھوٹی سی کتاب ہے۔ بڑی کُتب اس سے کہیں زیادہ اس بات کی حقدار ہیں کہ ان کی تعریف کی جائے۔

بے حد اصرار پر ہم اپنی کتاب میں چند مسائل کا احاطہ کریں گے۔ ہم نے "نماز مدلل" پڑھی اور یہ بات کہنے میں ہم حق بجانب ہوں گے کہ "نماز مدلل" میں دلائل تو ضرور دیئے گئے ہیں لیکن وہ ضعیف اور منقطع احادیث سے اخذ کئے گئے ہیں اور اکثر مسائل تو قیاس ورائے پر مشتمل ہیں۔ اس مختصر سی تمہید کے بعد اب ہم "نماز مدلل" کا جواب شروع کرتے ہیں۔

غلط فہمی | جناب فیض احمد صاحب تحریر کرتے ہیں کہ "اسلام کے فروعی، اختلافی اور اجتہادی مسائل میں ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم (امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل) اور دیگر سلفِ صالحین کا اختلاف حق اور باطل کا اختلاف نہیں ہے۔ بلکہ راجح و مرجوح، اولیٰ و غیر اولیٰ اور افضل اور غیر افضل کا اختلاف ہے۔" (نماز مدلل ص۴)

جواب | قارئین کرام امام ابو حنیفہؒ اور دیگر ائمہ رحمۃ اللہ علیہم میں حق اور باطل، حلال و حرام کا واضح فرق موجود ہے۔ اگر یقین نہ آئے تو آیئے ہم آپ کو بتلاتے ہیں۔ حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔
كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ (صحیح مسلم کتاب الاشربۃ باب بیان أنہ کل مسکر خمر) ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نشہ آور چیز کو حرام کر دیا۔ کسی نشہ آور چیز کی تخصیص نہیں کی۔ اب آپ ائمہ کے اقوال ملاحظہ فرمائیے۔

امام مالکؒ کہتے ہیں:۔

وَالسُّنَّةُ عِنْدَنَا اَنَّ كُلَّ مَنْ شَرِبَ شَرَابًا مُسْكِرًا، فَسَكِرَ اَوْلَمْ يَسْكَرْ فَقَدْ وَجَبَ عَلَيْهِ الْحَدُّ (رواہ موطا امام مالک کتاب الاشربۃ باب الحد فی الخمر)

جس شخص نے بھی نشہ آور شراب پی پھر اس شخص کو نشہ آیا یا نشہ نہ آیا۔ پس ہمارے نزدیک سنّت یہ ہے کہ اس پر حد واجب ہو گئی۔

یعنی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ عین حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہے۔ اب امام ابوحنیفہؒ کا فتویٰ پڑھئے۔

مایتخذ من الحنطۃ والشعیر والعسل والذرۃ حلال عند ابی حنیفۃ ولا یحدّ شاربہ عندہ وان سکر منہ (ھدایۃ کتاب الاشربۃ)

جو شراب گیہوں، جَو، شہد اور جُوار سے تیار کی جائے وہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک حلال ہے اور اس کے پینے والے پر (امام ابوحنیفہ کے نزدیک حد نہ لگائی جائے گی اگرچہ نشہ آگیا ہو۔

امام ابوحنیفہؒ کے اس فتویٰ نے ایک حرام چیز کو حلال کر دیا لہذا یہ

فتویٰ خلافِ اسلام ہے۔ ایک امام نے حلال قرار دیا تو دوسرے امام نے حرام۔ فیض احمد صاحب بتائیں یہ حلال وحرام کا فرق ہے یا راجح اور مرجوح کا۔

(۲) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں :۔

سَأَلْنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الْجَنِیْنِ یَکُوْنُ فِیْ بَطْنِ النَّاقَۃِ اَوِ الْبَقَرَۃِ اَوِ الشَّاۃِ فَقَالَ کُلُوْہُ اِنْ شِئْتُمْ فَاِنَّ ذَکَاتَہٗ ذَکَاۃُ اُمِّہٖ (رواہ ابوداؤد و الترمذی وابن ماجہ وابن حبان والحاکم ودارقطنی، بلوغ الامانی ۱۵۵/۱۷ و حسنہ الترمذی وصححہ ابن حبان و ابن دقیق العید)

ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنین کے بارے میں سوال کیا (کہ ذبح کرتے وقت) کبھی کسی اونٹنی کے پیٹ میں سے یا کسی گائے کے پیٹ میں سے یا کسی بکری کے پیٹ میں سے بچہ نکل آتا ہے (تو اس موقع پر ہم کیا کریں) آپ نے فرمایا اگر تم چاہو تو اُسے کھا سکتے ہو کیونکہ اس کی ماں کا ذبح ہونا اس کا بھی ذبح ہونا ہے۔

اب اس حدیث سے یہ بات وضاحت سے معلوم ہو گئی کہ اگر کسی بکری یا کسی اونٹنی یا کسی گائے کے پیٹ میں سے بچہ نکل آئے تو وہ حلال ہے۔ اس کو مسلمین کھا سکتے ہیں۔ مگر امام ابوحنیفہؒ کا فتویٰ ہے کہ وہ بچہ حرام ہے۔ امام شوکانی فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ اور ان کے پیروکار حرمت کی طرف گئے ہیں۔ (نیل الاوطار ۹۴/۱۰)

(۳) اسی طرح امام ابوحنیفہؒ نے جمہور ائمہ کی سورہ فاتحہ خلف الامام

میں مخالفت کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَاصَلٰوۃَ لِمَنْ لَمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ (صحیح بخاری، صحیح مسلم) یعنی جو شخص نماز میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہوتی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتدیوں سے فرمایا تھا:

لَاتَقْرَأُوْا بِشَیْءٍ مِنَ الْقُرْاٰنِ اِذَاجَھَرْتُ اِلَّا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَاِنَّہٗ لَاصَلٰوۃَ لِمَنْ لَمْ یَقْرَأْ بِھَا (رواہ ابوداؤد و الدارقطنی وسندہ حسن وروی نحو البخاری فی جزء القرأۃ وسندہ حسن)

جب میں بلند آواز سے قرأت کروں تو تم قرآن (مجید) میں سے کچھ نہ پڑھا کرو سوائے سورۂ فاتحہ کے اس لئے کہ اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو اسے نہ پڑھے۔

یہ حدیث صریح ہے کہ امام کے پیچھے سوائے سورہ فاتحہ کے اور کچھ نہ پڑھا جائے اور اس حدیث کے مطابق امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور دوسرے ائمہؒ نے صحیح سمجھا اور مقتدیوں کے لئے سورۂ فاتحہ پڑھنے کو ضروری قرار دیا ہے۔ قراءۃ خلف الامام فیما جھر فیہ ولا فیما لم یجھر بذلك جاءت عامۃ الاثار وھو قول ابی حنیفۃ (موطا امام محمد) مگر امام ابوحنیفہؒ نے کہا ہے کہ امام کے پیچھے قرأت حرام ہے (نیل الاوطار و فتح الباری) وقال ابوحنیفۃ رحمۃ اللّٰہ علیہ وطائفۃ قلیلۃ لا تجب الفاتحۃ بل الواجب ایۃ من القرآن (صحیح مسلم شرح نووی باب وجوب قرأۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ) یعنی امام ابوحنیفہؒ اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ

(امام کے پیچھے) سورۂ فاتحہ واجب نہیں ہے۔ واجب تو بس قرآنِ (مجید) کی ایک آیت کا پڑھ لینا ہے۔

امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور جمہور علماء، صحابہ کرام اور تابعین میں سے اور جو ان کے بعد ہیں۔ وہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کو فرض قرار دیتے ہیں۔ (صحیح مسلم شرح نووی)

④ علاوہ ازیں امام نووی تحریر کرتے ہیں:۔

اجمع العلماء علی ان الاستسقاء سنة واختلفوا هل تسن له صلوٰة ام لا۔ فقال ابو حنیفة لا تسن له صلوٰة بل یستسقی بالدعاء بلا صلوٰة وقال سائر العلماء من السلف والخلف الصحابة والتابعون فمن بعدهم تسن الصلوٰة ولم یخالف الا ابو حنیفة (صحیح مسلم کتاب صلوٰة الاستسقاء، شرح نووی)

تمام علماء اس بات پر متفق ہیں کہ استسقاء سنّت ہے نماز استسقاء مسنون ہے یا غیر مسنون اس سلسلہ میں کچھ اختلاف ہوا ہے، امام ابو حنیفہؒ کہتے ہیں کہ نماز استسقاء مسنون نہیں ہے بغیر نماز پڑھے دعاء کے ذریعہ سے پانی طلب کر لیا جائے تمام علماء سلف و خلفِ صحابہ کرام اور تابعین و متقدمین و متاخرین نے کہا ہے کہ نمازِ استسقاء پڑھنا سنّت ہے۔ اس سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت صرف امام ابو حنیفہؒ نے ہی کی ہے اور کسی نے نہیں کی۔

مزید برآں یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز استسقاء پڑھی ہے یا نہیں صرف دو حدیثیں بطور ثبوت کے ملاحظہ فرمایئے :-

خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَسْقِيْ فَتَوَجَّهَ إِلَى الْقِبْلَةِ يَدْعُوْا وَحَوَّلَ رِدَاءَهٗ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ جَهَرَ فِيْهِمَا بِالْقِرَاءَةِ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پانی کیلئے (اور) دعاء کرنے کے لئے نکلے۔ آپ نے قبلہ کی طرف منہ کیا اور دعاء کرتے رہے۔ آپ نے چادر پلٹ دی۔ پھر دو رکعت نماز پڑھی اور آپ نے ان دونوں رکعتوں میں قرأت جہر سے کی۔

خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمُصَلّٰى يَسْتَسْقِيْ وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَقَلَبَ رِدَاءَهٗ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پانی طلب کرنے کے لئے عیدگاہ کی طرف نکلے۔ آپ نے قبلہ کی طرف چہرہ کر لیا اور دو رکعت نماز پڑھائی۔ آپ نے اپنی چادر پلٹ دی۔

(۵) مزید برآں امام نووی نقل کرتے ہیں :-

وقد اجمع المسلمون علی اباحة السمك (صحیح مسلم کتاب الصید، شرح نووی)

تمام مسلمین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مچھلی کسی قسم کی ہو جائز ہے۔ یعنی زندہ مردہ کیسی بھی ہو۔

واباح مالك الضفدع و الجميع (صحیح مسلم شرح نووی)

امام مالکؒ کے نزدیک مینڈک اور تمام دریا کے جانور حلال ہیں۔

وقال ابو حنيفة لا يحل غير

اور امام ابو حنیفہؒ نے کہا ہے سوائے

السمك واما السمك الطافی	مچھلی کے (اور کوئی جانور حلال نہیں
وھو الذی یموت فی البحر	ہے) اور وہ مچھلی جو خود پانی میں مرجائے
بلا سبب (صحیح مسلم شرح نووی)	(اور) پانی کے اوپر تیرنے لگے وہ بھی
	(حلال نہیں ہے)۔
فمذھبنا اباحتہ وبہ قال	امام نووی کہتے ہیں کہ ہمارے مذہب
جماھیر العلماء من الصحابۃ	نے جائز قرار دیا ہے اور یہی بات
فمن بعدھم منھم ابوبکر	جمہور علماء نے کہی ہے یعنی ابوبکر
الصدیق وابوایوب وعطاء	الصدیقؓ وابوایوبؓ وعطاء ومکحول
ومکحول والنخعی ومالک	والنخعی ومالک واحمد وابوثور وداؤد
احمد وابوثور وداؤد وغیرھم	اور دوسرے لوگوں نے۔
(صحیح مسلم شرح نووی)	
قال اصحابنا یحرم الضفدع	امام نووی کہتے ہیں ہمارے اصحاب
..... (صحیح مسلم شرح نووی)	نے مینڈک کو حرام قرار دیا ہے۔

(٦) امام نووی نقل کرتے ہیں:-

واجمع المسلمون علی اباحتہ	تمام مسلمین کا (ٹڈی) کے مباح ہونے
ثم قال الشافعی وابوحنیفۃ	پر اتفاق ہے۔ امام شافعی، امام
واحمد والجماھیر یحل سواء	ابوحنیفہ، امام احمد اور جماہیر علماء
مات بزکاۃ او باصطیاد مسلم	نے ٹڈی کو حلال کہا ہے یعنی ہر صورت
او مجوسی او مات حتف انفہ	میں (ٹڈی) چاہے ذبح ہونے سے
سواء (صحیح مسلم کتاب الصید والذبح	مرجائے یا کسی مسلم کے شکار کرنے

باب اباحۃ الجراد شرح نووی)

سے مرجائے یا کسی مجوسی کے شکار کرنے سے مرجائے یا وہ خود بخود مرجائے (تمام حالات میں) برابر ہے۔

قارئین کرام مندرجہ بالا حضرات ٹڈی کو حلال قرار دے رہے ہیں مگر مندرجہ ذیل حضرات حرام قرار دے رہے ہیں۔

وقال مالك ..... واحمد ..... لا يحل الا اذا مات بسبب بان يقطع بعضه او يسلق او يلقى فى النار حيًّا او يشوى فان مات حتف انفه او فى وعاء لم يحلّ (صحیح مسلم شرح نووی)

اور امام مالک واحمد نے ٹڈی کے سلسلہ میں کہا ہے کہ وہ حلال نہیں ہے مگر جب وہ کسی سبب سے مرجائے گویا کہ کوئی ٹکڑا اس کا کاٹا جائے یا اس کے ٹکڑے کر دئے جائیں یا زندہ آگ میں ڈال دیا جائے یا اس کو بھونا جائے (مزید برآں) پھر اگر وہ خود مرجائے یا کسی برتن میں مرجائے (اس صورت میں) حلال نہیں ہے۔

قارئین کرام ایک امام کچھ کہہ رہا ہے تو دوسرا امام کچھ اور کہہ رہا ہے ایک امام حرام کہہ رہا ہے تو دوسرا امام اُسی چیز کو حلال کہہ رہا ہے۔ کوئی مباح قرار دیتا ہے تو کوئی مکروہ، کوئی جائز تو کوئی ناجائز، کوئی امام سنّت بتاتا ہے تو دوسرا امام اسی چیز کو ناجائز قرار دیتا ہے۔ لہذا یہ بات اظہر الشمس کی طرح واضح ہوگئی کہ ان ائمہ کے درمیان حرام و حلال کا بیّن فرق ہے۔ جو کسی طرح بھی جائز نہیں ہے۔ ذرا سوچئے اگر

ان اقوال کو ایک عامی یا کوئی غیر مسلم پڑھے تو بتایئے وہ کیا تاثر قائم کرے گا کہ یہ وہ اسلام کو پہنچانے والے ائمہ ہیں کہ جن کے اقوال میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اس قسم کے اور بھی بہت سے اقوال ہیں جن میں حلال و حرام کا واضح فرق موجود ہے محض طوالت کے خوف سے نقل نہیں کر رہا ہوں۔ بہرحال فیض احمد صاحب کا یہ کہنا غلط ثابت ہوا کہ بین الائمہ حرام و حلال کا فرق نہیں ہے۔

غلط فہمی جناب فیض احمد صاحب رقمطراز ہیں:۔

"یہ فروعی اختلاف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور سے چلا آرہا ہے"

جواب جناب فیض احمد صاحب اگر کبھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان اختلاف ہو جایا کرتا تھا تو وہ آیت یا حدیث ملنے پر فوراً رجوع کرلیا کرتے تھے وہ آجکل کے علماء جیسے ہٹ دھرم نہیں تھے کہ آیت پیش کیجئے یا حدیث رجوع کرنے کا نام ہی نہیں لیتے، رجوع کرنا تو درکنار مخالفین پر کفر و شرک کے فتوے لگا دیتے ہیں۔ لہذا فیض صاحب لوگوں کو دھوکا دینے کی کوشش نہ کیجئے صحابۂ کرام کے اختلاف میں اور آپ لوگوں کے اختلاف میں بڑا فرق ہے۔ صحابۂ کرام تو رجوع کرلیا کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں بے شمار مثالیں موجود ہیں، ملاحظہ فرمایئے:۔

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:۔

انہ سمع ابن عباس یلیّن فی متعة النسآء فقال مهلاً یا ابن عباس فانّ رسول اللہ	انہوں نے ابن عباسؓ سے سنا کہ وہ عورتوں سے متعہ کرنے کے بارے میں اعلان کر رہے ہیں تو حضرت

صلّی اللہ علیہ وسلم نہی عنہا یوم خیبر وعن لحوم الحمر الانسیّۃ (صحیح مسلم کتاب النکاح باب نکاح المتعۃ ص۱۰۲۵)

علیؓ نے کہا اے ابن عباس ٹھہر جاؤ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن متعۃ النسآء سے اور شہری گدھوں کے گوشت سے منع فرمایا تھا۔

حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں :-

انما کانت المتعۃ فی اول الاسلام کان الرجل یقدم البلدۃ لیس لہ بہا معرفۃ فیتزوّج المرأۃ بقدر ما یری انّہ یقیم، فتحفظ لہ متاعہ وتصلح لہ شیئہ حتی اذا نزلت الآیۃ (الا علی ازواجھم اوما ملکت ایمانھم) قال ابن عباس فکلّ فرج سوی ھذین فھو حرام (رواہ الترمذی کتاب النکاح باب ماجآء فی تحریم نکاح المتعۃ وسندہ حسن)

شروع اسلام میں متعہ کا رواج تھا کوئی آدمی شہر میں داخل ہوتا تھا، اسکی شہر میں کسی قسم کی جان پہچان نہ ہوتی تھی تو کسی عورت سے شادی (متعہ) کر لیتا اس اندازے کے مطابق جس قدر وہ سمجھتا ہے کہ وہ کتنے (دن شہر) میں قیام کرے گا تو عورت اس کے سامان کی حفاظت کرتی تھی اور اس کی چیزوں کی اصلاح کرتی رہتی تھی یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی (الا علی ازواجھم اوما ملکت ایمانھم) یعنی تم اپنی بیویوں پر اور اپنی لونڈیوں پر (داخل) ہو سکتے ہو۔ حضرت ابن

عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہر قسم
کی شرم گاہ سوائے ان دو کے
حرام ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت علیؓ کے منع کرنے پر متعہ کو حرام سمجھنے لگے۔

(۲) حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت مسور بن مخرمہؓ میں ابواء مقام پر اختلاف ہوگیا۔

فقال عبد الله بن عباس	حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کہتے تھے
يغسل المحرم رأسه وقال	کہ محرم اپنا سر دھو سکتا ہے اور مسورؓ
المسور لا يغسل المحرم	کہتے تھے کہ محرم اپنا سر نہیں دھو سکتا
رأسه۔ فارسلني عبد الله	(عبداللہ بن حنین کہتے ہیں) کہ
ابن العباس الى ابي ايوب	عبداللہ ابن عباس نے مجھے ابوایوب
الانصاري فوجدته يغتسل	الانصاری کے پاس بھیجا۔ میں نے
بين القرنين وهو يستتر	ان کو اس حال میں پایا کہ وہ غسل
بثوب فسلمت عليه۔ فقال	کر رہے تھے اور ان پر ایک کپڑے
من هذا؟ فقلت انا عبد الله	سے پردہ کر دیا گیا تھا پھر میں نے
ابن حنين ارسلني اليك عبد الله	ان کو سلام کیا، انہوں نے کہا: کون
ابن العباس اسالك كيف كان	ہے؟ میں نے کہا کہ میں عبداللہ بن
رسول الله صلى الله عليه وسلم	حنین ہوں عبداللہ ابن عباس نے
يغسل رأسه وهو محرم؟ فوضع	مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے تاکہ میں

ابو ایوب یدہ علی الثوب فطاطأ حتی بدا الی رأسہ قال لانسانٍ یصبّ علیہ اصبب فصبّ علی راسہ ثم حرّك رأسہ بیدیہ فاقبل بھا وادبر وقال ھکذا رایتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یفعل (صحیح بخاری)

آپ سے معلوم کروں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح اپنا سر جب کہ وہ محرم ہوتے دھویا کرتے تھے؟ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ کپڑے پر رکھا پھر اس کو نیچے کیا یہاں تک کہ ان کا سر مجھے دکھائی دیا پھر انہوں نے کسی شخص سے کہا کہ وہ ان پر پانی ڈالے تو اس نے ان پر پانی ڈالا، پھر انہوں نے اپنے سر کو ملا آگے سے ملا پھر پیچھے سے بھی ملا اور کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

فرجعت الیھما فاخبرتھما فقال المسور لابن عباس لا اماریك ابدًا (فتح الباری ۲/۵٦) یعنی میں لوٹا اور میں نے ان دونوں کو خبر دی۔ حضرت مسور بن مخرمہؓ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا میں اب کبھی بھی آپ سے (مسائل کے معاملہ میں) اختلاف نہ کروں گا۔

(۳) اسی طرح حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی زمین کو بٹائی پر دیا کرتے تھے۔ جب ان کو معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے بٹائی پر زمین دینے سے منع فرمایا ہے تو حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے فوراً رجوع کر لیا اس خیال سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں حکم صادر فرمایا ہو اور مجھے خبر نہ ہوئی ہو (صحیح بخاری کتاب البیوع)

(۴) حضرت شفیق بن سلمہ کہتے ہیں کہ میں عبداللہ بن مسعودؓ اور ابوموسیٰ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ

فقال له ابو موسیٰ ارایت یا ابا عبد الرحمٰن اذا اجنب فلم یجد ماءً کیف یصنع ؟ فقال عبد الله لا یصلی حتی یجد الماء فقال ابو موسیٰ فکیف تصنع بقول عمّار حین قال له النبی صلی الله علیه وسلم کان یکفیك قال الم تر عمر لم یقنع بذلك فقال ابو موسیٰ فدعنا من قول عمار کیف تصنع بهذه الآیة ؟ فما دری عبد الله ما یقول فقال انّا لو رخصنا لهم فی هذا لاوشك اذا برد علی احدهم الماء ان یدعه و

حضرت ابوموسیٰؓ نے عبداللہؓ سے کہا اے ابو عبدالرحمٰنؓ تم مجھے بتاؤ کہ جب کوئی جنبی ہو جائے اور اس کو پانی نہیں ملتا ہے تو وہ کیا کرے؟ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے کہا وہ نماز نہ پڑھے جب تک اس کو پانی نہ مل جائے حضرت ابوموسیٰؓ نے کہا عمار کا قول جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا کہ تمہیں تیمم کافی ہے اس کا تم کیا کرو گے؟ حضرت عبداللہؓ نے کہا کہ تم نے بھی عمرؓ کو نہیں دیکھا کہ انہوں نے (عمار کے قول پر) قناعت نہ کی۔ حضرت ابوموسیٰؓ نے کہا اچھا عمار کے قول کو بھی چھوڑو تم اس آیت کا کیا جواب دو گے؟ حضرت عبداللہ

تیمم فقلت لشقیق فانما کرہ عبد الله لهذا؟ قال نعم (صحیح بخاری کتاب التیمم)

کے پاس کوئی جواب نہ تھا کہ کیا کہیں۔ پھر انہوں نے کہا اگر ہم اس سلسلہ میں ان کو رخصت دیدیں تو جب ان پر پانی ٹھنڈا معلوم ہوگا تو یہ لوگ پانی کو چھوڑ دیں گے اور تیمم کرلیا کریں گے۔ میں نے شقیق سے کہا اچھا تو اس وجہ سے عبداللہ برا سمجھ رہے تھے تو انہوں نے کہا جی ہاں۔

جناب فیض احمد صاحب کیا آپ بھی اسی طرح آیت یا حدیث ملنے پر رجوع کرلیتے ہیں؟ یا تاویل کرکے اس مسئلہ کو جو قرآن و حدیث سے نکل رہا ہے بدلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ انه رجع عن الفتیا بذلك كما اخرجه ابن ابی شیبة باسناد فیه انقطاع عنه و روایة یعلی بن عبید لهذا الحدیث وصلها احمد فی مسنده عنه۔ (فتح الباری ۱/۲۵۷) یعنی حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے فتوٰی سے رجوع کرلیا تھا جیسا کہ ابن ابی شیبہ نے نکالا ہے مگر اس سند میں انقطاع ہے۔ لیکن اس حدیث کو یعلی ابن عبید نے موصولاً مسند احمد میں روایت کیا ہے۔ الغرض ان کا اختلاف عارضی ہوتا تھا۔ آپ کا اختلاف دائمی ہوتا ہے۔ ان کے زمانے میں فرقے نہیں تھے لہذا ان کا اختلاف فرقہ وارانہ نہ تھا۔ آپ کا اختلاف فرقہ وارانہ ہے جو "كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ" کا مصداق ہے۔

غلط فہمی | جناب فیض احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں :۔

" فروعی اختلافی مسائل میں تشدد اختیار کرنا ایک مکتب فکر کا دوسرے مکتب فکر کو گمراہ کہنا، ملامت کرنا طعن و تشنیع کرنا درست نہیں ہے، اس سلسلہ میں حدیث ذیل کو پیش نظر رکھنا چاہیئے۔

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لمّا رجعنا من الاحزاب لا یصلین احد العصر الا فی بنی قریظۃ فادرک بعضھم العصر فی الطریق فقال بعضھم لا نصلی حتی تاتیھا فقال بعضھم بل نصلی لم یرد ذلک منا فذکر ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فلم یعنف واحداً منھم (نماز مدلل ص۵)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب ہم غزوہ خندق سے لوٹے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کوئی شخص عصر کی نماز نہ پڑھے مگر بنو قریظہ کے محلہ میں پہنچکر۔ پھر راستے میں عصر کی نماز کا وقت ہو گیا بعض نے کہا ہم تو بنو قریظہ پہنچ کر ہی نماز پڑھیں گے اور بعض نے کہا ہم نماز پڑھتے ہیں۔ آپ کا یہ مطلب نہیں تھا (کہ نماز قضا کر دو) پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس اختلاف کا ذکر کیا گیا تو آپ نے ان میں سے کسی کو ملامت نہیں فرمائی۔

جواب | جناب فیض احمد صاحب دیکھا آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دونوں جماعتوں نے قرآن و حدیث پر ہی عمل کیا، ایک جماعت

نے آیت پر عمل کیا اور دوسری جماعت نے حدیث پر عمل کیا یعنی ایک جماعت نے حکم عام پر عمل کیا اور دوسری جماعتِ صحابہ نے حکمِ خاص پر عمل کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتاباً موقوتاً یعنی نماز مومنین پر اوقاتِ مقررہ پر فرض کی گئی ہے۔ جب حکمِ عام اور حکمِ خاص میں کسی قسم کا تضاد معلوم ہوتا ہو، تو حکمِ عام اور حکمِ خاص دونوں میں سے کسی پر بھی عمل کرنا صحیح ہوگا، کسی کو جائز اور کسی کو ناجائز یا کسی کو راجح اور کسی کو مرجوح کہنا صحیح نہ ہوگا محض قیاس و اجتہاد کر کے کسی غیر نبی کی رائے کو حدیث پر فوقیت دینا درست نہ ہوگا۔ لہٰذا آپ نے جو حدیث پیش کی ہے وہ آپ کے لئے مفید ثابت نہیں ہوئی۔

غلط فہمی | جناب فیض احمد صاحب رقمطراز ہیں :-

"اجتہادی مسائل میں عام طور پر فکر و عمل کا اختلاف دلائل کے ظاہری اور سطحی تعارض سے پیدا ہوتا ہے۔" (نماز مدلل ص۵)

جواب | اسلام میں کسی کے اجتہاد و قیاس کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں، اجتہاد و قیاس اس چیز میں کیا جاتا ہے جو چیز ناقص ہوتی ہے۔ دینِ اسلام کامل ہے، ناقص نہیں ہے پھر اجتہاد کیونکر جائز ہو سکتا ہے؟ اجتہاد سطحی ہو یا راسخ، اجتہاد پھر اجتہاد ہے۔ آخر کس کس عالم کے اجتہاد پر ایک عامی عمل کرے گا؟ جتنے علماء ہوں گے اتنے ہی اجتہاد وقوع پذیر ہوں گے۔ ایک کچھ کہے گا تو دوسرا کچھ کہے گا۔ جناب فیض احمد صاحب انسان کسی غیر نبی یا رسول کے اجتہاد و قیاس کا پابند نہیں ہے اور دینِ اسلام لوگوں کے دماغ کی پیداوار نہیں ہے بلکہ اسلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ وہ جامع قانون ہے جس میں کسی انسان کی رائے

اور قیاس کو داخل کرنا ہرگز جائز نہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجتہاد و قیاس سے بچا کرتے تھے۔

ابراہیم نخعی کہتے ہیں میں نے اسودؒ سے کہا کیا تم نے اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے معلوم کیا تھا کہ نبیذ کن برتنوں میں مکروہ ہے۔ حضرت اسودؒ نے کہا جی ہاں۔

قلت یا ام المؤمنین اخبرینی عما نهی عنه رسول الله صلی الله علیه وسلم ان ینتبذ فیه قالت نهانا اهل البیت ان ننتبذ فی الدّباء والمزفت

میں نے کہا اے امّ المؤمنین وہ برتن مجھے بتایئے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبیذ بھگونے سے منع فرمایا ہے۔ انہوں نے کہا ہم اہل بیت کو دبّاء اور مزفت برتنوں میں نبیذ بھگونے سے منع فرمایا ہے۔

قال قلت له اما ذکرت الحنتم والجرّ؟ قال انما احدثك بما سمعت أأحدثك مالم اسمع (صحیح مسلم ۳/۱۵۷۹)

اسود کہتے ہیں میں نے کہا آپ نے جرّ اور حنتم کے بارے میں ذکر نہیں کیا؟ حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ مطہرہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہم تو تم سے وہ بیان کرتے ہیں جو ہم نے سنا ہے کیا ہم وہ بیان کریں جو ہم نے نہیں سنا؟

دیکھا جناب فیض احمد صاحب اُمّ المؤمنین کس قدر رائے و قیاس سے بچ رہی ہیں یہ اُن کے الفاظ ہی نہیں یہ تو موتی و جواہرات ہیں

جو ہمارے لئے راہ نمائی کا باعث ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:۔

لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آکل الربا و موکلہ قال قلت وکاتبہ وشاھدیہ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے اور سود کھلانے والے پر لعنت کی ہے۔ علقمہ کہتے ہیں میں نے عبداللہ ابن مسعود سے معلوم کیا اس کے لکھنے والے پر اور گواہوں پر بھی لعنت کی ہے؟

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، الفاظ سننے سے تعلق رکھتے ہیں۔

انما نحدث بما سمعنا (صحیح مسلم ۳/۱۲۲۰)	ہم تو وہ بیان کرتے ہیں جو ہم نے سنا ہے۔ (کیا ہم وہ بیان کریں جو ہم نے نہیں سنا)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کس قدر رائے وقیاس سے اجتناب کر رہے ہیں اور ہم کس قدر نڈر ہیں کہ جو چاہا فتویٰ دے دیتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

لو کان الدین بالرأی کان اسفل الخفّ اولی بالمسح من اعلاہ وقد رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمسح	اگر دین کی بنیاد قیاس پر ہوتی تو موزوں کے نیچے کا حصّہ اوپر کے حصّہ کے مقابلہ میں مسح کا زیادہ مستحق تھا لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

علی ظاهر خفیه (رواہ ابوداؤد وسندہ صحیح التعلیقات للالبانی علی المشکوٰۃ ۱/۱۶۳)	کو موزوں کے اوپر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کس قدر قیاس کرنے سے خائف ہیں۔ اس کی وجہ کیا ہو سکتی ہے سوائے اس کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجتہاد اور قیاس کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اس سلسلہ میں احادیث نبوی ملاحظہ فرمائیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

ان اللہ لا یقبض العلم انتزاعا ینتزعہ من الناس ولکن یقبض العلم بقبض العلماء فاذا لم یبقی عالما اتخذ الناس رؤسا جہالا فیسئلوا فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا (صحیح بخاری وصحیح مسلم)	بے شک اللہ تعالیٰ علم کو اس طرح قبض نہیں کرے گا کہ لوگوں کے سینوں سے (علم) کو نکال لے بلکہ علماء کو موت دے کر (علم) کو اٹھالے گا۔ پھر جب اللہ تعالےٰ کسی عالم کو زندہ نہیں چھوڑے گا تو لوگ جاہلوں کو اپنا سردار بنالیں گے (پھر جاہلوں) سے مسئلہ معلوم کیا جائے گا تو وہ بغیر علم کے (یعنی قیاس و اجتہاد کر کے) فتویٰ دیں گے خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من افتی بفتیا بغیر علم فانما	جس نے بغیر علم کے فتویٰ دیا تو گناہ

اثمه علی من افتاہ (رواہ ابو داؤد و ابن ماجہ وسندہ حسن التعلیقات للالبانی علی المشکوٰۃ ۱/۸۱)

اس شخص پر ہوگا جس نے فتویٰ دیا۔

نوٹ :۔ "بفتیا" صرف ابن ماجہ میں ہے۔

مذکورہ بالا احادیث نبوی سے معلوم ہوا کہ اپنی رائے سے فتویٰ دینا حرام ہے۔ اب وہ فتویٰ دینے والا امام ہو یا مجتہد ہر صورت میں ایسا فتویٰ جو قرآن مجید و سنّت سے ثابت نہ ہو حرام ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ :۔

لَمْ يَزَلْ اَمْرُ بنی اسرائیل معتدلاً حتی نشأ فیهم المولّدون ابناء سبایا الامم فقالوا بالرای فضلّوا واضلّوا (رواہ ابن ماجہ فی المقدمۃ وسندہ حسن وفیہ عبدالرحمٰن ابن ابی الرجال ووثقہ ابن معین وغیرہ (میزان) ووثقہ الدارقطنی وابن حبان (تہذیب)

بنی اسرائیل کا کام بحسن خوبی چلتا رہا یہاں تک کہ جب ان میں کچھ لوگ ایسے پیدا ہوئے جو دوسری امتوں کی قیدیوں کی اولاد تھی۔ تو انہوں نے اپنی رائے سے فتویٰ دیا خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمّت کو بنی اسرائیل کا قصہ سنا کر ڈرا رہے ہیں کہ بنی اسرائیل کی تباہی و بربادی رائے اور قیاس کی وجہ سے ہوئی، بنی اسرائیل نے اللہ کے دین سے اعراض کیا اور

اپنی رائے کو قرآن مجید وسنّت پر ترجیح دی کہیں ایسا نہ ہو تم لوگ بھی قیاس کر کے قیاس کو قرآن مجید وسنّت پر فوقیت دے دو اور گمراہ ہو جاؤ لہذا ایسا ہرگز نہ کرنا۔ گویا رائے و اجتہاد اور قیاس خطرہ کا الارم ہے۔

غلط فہمی جناب فیض احمد صاحب رقمطراز ہیں :۔

"اللہ تعالیٰ شانہ محض اپنے فضل وکرم سے اس خلوص سعی ومحنت پر اس مجتہد کو ہر حال میں اجر وثواب سے سرفراز فرماتے ہیں اس بے لوث جدّ وجہد کو شرف قبولیت بخشتے ہیں خواہ وہ مجتہد حق وثواب کو پالے یا خطأ کر بیٹھے" (نماز مدلل ص۶) آگے تحریر کرتے ہیں کہ اس موضوع کے لئے درج ذیل نصوص ملاحظہ فرمائیں ارشاد ربانی ہے :۔

لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا (بقرۃ آیت ۲۸۶) کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی وسعت وطاقت سے زیادہ مکلف اور ذمہ دار نہیں بناتے۔

حضرت عبداللہ ابن عمرو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما دونوں بزرگوں سے یہ مرفوع حدیث مروی ہے :۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا حکم الحاکم فاجتہد واصاب فلہ اجران واذا حکم فاجتہد واخطأ فلہ اجر واحد (نماز مدلل ص۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب حاکم فیصلہ کرتے وقت اجتہاد کرے اور درست فیصلہ کرے تو اس کے لئے دو اجر ہیں اور اگر فیصلہ کرتے وقت اجتہاد کرے اور خطا کر بیٹھے تو اس کے لئے

ایک اجر ہے۔

ف۔ ہر حال میں مجتہد ماجور اور اس کی محنت مقبول ہے۔ پھر جو حکم مجتہد کا ہے وہی حکم اس کے پیرو کاروں کا ہے کہ ان کا عمل بھی مقبول اور باعث اجر ہے۔

جواب قارئین کرام جو آیت جناب فیض احمد صاحب نے نقل کی ہے اس آیت کا تعلق ان کی مندرجہ بالا عبارت سے قطعاً نہیں ہے۔ محض بے محل پیش کی ہے۔ اس آیت کا اطلاق ان لوگوں پر ہوتا ہے جو یہ کہہ کر حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹال دیتے ہیں کہ عمل کرنے کی مجھ میں وسعت نہیں ہے۔ لہٰذا دھوکا نہ کھائیے اور جو حدیث جناب فیض احمد صاحب نے نقل کی ہے واللہ وہ بھی بے محل ہے۔ قارئین کرام مندرجہ بالا حدیث میں لفظ "حاکم" وارد ہوا ہے۔ لفظ عالم نہیں ہے۔ اس حدیث کا اطلاق حاکم یا بادشاہ وقت یا خلیفۃ المسلمین یا قاضی پر تو ہوتا ہے لیکن اس حدیث کا اطلاق کسی عالم پر کر دینا صحیح نہ ہوگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاکم یا قاضی یا خلیفۃ المسلمین یا امام امیر وغیرہ کو ایک قسم کی آسانی دی ہے۔ کیونکہ اس کی حکومت یا امارت میں بعض مقدمات ایسے بھی آتے ہیں جو بالکل نئے ہوتے ہیں۔ ان مقدمات پر فیصلہ کرتے وقت اگر حاکم اجتہاد کرتا ہے خواہ فیصلہ صحیح ہو یا غلط تو حاکم کو ہر صورت میں اجر ملے گا یہ بات اس کی نیک نیتی کی وجہ سے کہی گئی ہے۔

دوسری بات قابل غور یہ ہے کہ حاکم کا فیصلہ جو اس نے فریقین کے درمیان کیا ہوگا وہ فیصلہ ہوگا قانون نہیں ہوگا۔ اس فیصلہ کو شریعت کی

حیثیت حاصل نہ ہو گی بلکہ وہ بطور فیصلہ بھی عارضی ہو گا اور ہنگامی طور پر اس کو تسلیم کر لیا جائے گا۔ پھر اس حاکم کے بعد دوسرا حاکم اس حکومت کا والی ہو گا تو وہ اس بات کا مکلف نہیں ہو گا کہ جو فیصلے سابقہ حکومت میں ہو چکے ہیں وہ ان کے مطابق ہی فیصلہ کرے بلکہ وہ آزاد ہو گا برخلاف اس کے کہ آپ کے ہاں مجتہد کا فیصلہ قانون کی حیثیت رکھتا ہے اور پھر شریعت میں شامل ہو جاتا ہے۔ جبکہ مجتہد کو قرآن مجید اور سنت کے مطابق مسئلہ بتانا چاہیئے نہ یہ کہ مسائل سازی کرنا، شریعت سازی کرنا، مسائل گھڑ گھڑ کر لوگوں کو بتانا، کیا حدیث نبوی اس بات کی اجازت دیتی ہے۔ فیض احمد صاحب ذرا غور فرمائیے کہ اس قسم کا غلط استدلال کرنا قرآن مجید اور سنت کو بے موقع پیش کرنا کیا کسی عالم کو یہ چیز زیبا دیتی ہے؟ غلط قسم کا استدلال کر کے لوگوں کو دھوکا دیا جائے بے حد افسوس ناک بات ہے۔ عالم یا مجتہد، اجتہاد کے سلسلے میں ماجور نہیں ہے بلکہ حاکمِ وقت اس بات کا حقدار ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر حال میں اس کو اجر و ثواب سے نوازتا ہے، مزید برآں فیصلہ کرنا اور اجتہاد کرنا دونوں میں بڑا فرق ہے۔ فیصلہ فریقین کے درمیان مقدمات میں ہوتا ہے اور یہ چیز جائز ہے۔ اجتہاد و قیاس احناف کے علماء اور فقہاء مسائل میں کرتے ہیں جس کی اجازت اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں دی لہٰذا یہ چیز ناجائز ہوئی۔ مسائل سازی اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ کسی انسان کے لئے یہ چیز جائز نہیں کہ وہ مسائل میں اجتہاد کرے اور اپنے خودساختہ مسائل کو دوسروں پر تھوپ دے، یہ چیز قطعاً حرام ہے۔ بلکہ یہ چیز شرک

کی حدود میں داخل ہوجاتی ہے جو کسی طرح بھی برداشت نہیں کی جائے گی۔

غلط فہمی | جناب فیض احمد صاحب تحریر کرتے ہیں :۔

ما انا علیہ واصحابی (نماز جس پر میں اور میرے اصحابی ہوں۔
مدتل ص۹)

اس حدیث شریف سے اہل سنّت وجماعت کا نام اور اس کا ناجی و برحق ہونا بھی واضح ہوتا ہے۔

جواب | قارئین کرام ذرا حدیث کے الفاظ دیکھئے اور جناب فیض احمد صاحب کا استدلال دیکھئے، حدیث میں اور ان کے استدلال میں زمین و آسمان کا فرق دکھائی دے گا۔ کیا اس حدیث میں اہل سنّت وجماعت کے الفاظ ہیں؟ آپ یہی کہیں گے کہ نہیں ہیں ہمارا دعویٰ ہے کہ کسی بھی حدیث میں خواہ وہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو اہلِ سنّت وجماعت کے الفاظ نہیں ملیں گے، یہ الفاظ خودساختہ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو الفاظ اپنی زبانِ مبارک سے فرمائے تھے وہ یہ ہیں :۔

تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَ اِمَامَهُمْ (صحیح بخاری وصحیح مسلم) جماعت المسلمین اور ان کے امام سے چمٹے رہو۔

قرآن مجید اور حدیث کے عمیق مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جماعت المسلمین ہی صحیح جماعت ہوگی باقی تمام فرقے ہوں گے، کیونکہ لزوم جماعت المسلمین کا حکم ہے، باقی تمام جماعتیں فرقوں کی صورت میں کٹ کر رہ جاتی ہیں۔ رہا معاملہ اہل سنّت وجماعت کا تو اہل سنّت بطور صفت

کے جماعت المسلمین ہی ہو سکتی ہے۔ جماعت المسلمین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک سنت پر عمل کرتی ہے اور عمل کراتی ہے۔ انفرادی غلطیاں تو ہو سکتی ہیں لیکن جماعت المسلمین کا اجتماعی کام سنت نبوی کے ذرا بھی خلاف نہیں ہوتا۔ قارئین کرام اگر مشاہدہ کرنا ہو تو جماعت المسلمین کے اجتماعات میں تشریف لائیے آپ خود ہی کہہ اٹھیں گے کہ واقعی روئے زمین پر ہمارے علم کے مطابق صرف اور صرف یہی جماعت ہے جو من وعن قرآن مجید اور سنت پر عمل پیرا ہے اور یہی جماعت حق پر ہے۔

غلط فہمی جناب فیض احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں :-

(۱) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار (نماز مدلل ص۹)	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے، بڑی جماعت کی پیروی کرو جو جماعت سے الگ ہوا وہ دوزخ کی آگ میں الگ ہوا۔
(۲) ان اللہ لا یجمع امتی او قال امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم علی ضلالۃ، و ید اللہ مع الجماعۃ ومن شذ شذ الی النار (نماز مدلل)	بے شک اللہ تعالیٰ میری امت کو یا امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو گمراہی پر (ایک ساتھ) جمع نہیں کرے گا کیونکہ جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے اور جو شخص جماعت سے الگ ہوا وہ الگ ہو کر آگ کی طرف گیا۔
(۳) یقول رسول اللہ صلی	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد

الله عليه وسلم ان اُمّتى لا تجتمع على ضلالة فاذا رايتم اختلافاً فعليكم بالسواد الاعظم (حوالہ مذکور)

گرامی ہے بلاشبہ میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی پس جب تم اختلاف دیکھو تو سواد اعظم کی اتباع کرو۔

(۴) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم عليكم بالجماعة والعامة (حوالہ مذکور)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جماعت اور جمہور مسلمین سے چمٹے رہو۔

(۵) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من فارق الجماعة شبراً فقد خلع ربقة الاسلام من عنقه (حوالہ مذکور)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جو شخص جماعت (مسلمین) سے ایک بالشت برابر بھی جدا ہوا تو اس نے اسلام کی رسّی اپنی گردن سے نکال دی۔

(۶) ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لما بعثه الى اليمن قال كيف تقضى اذا عرض لك قضاءٌ قال اقضى بكتاب الله قال فان لم تجد فى كتاب الله قال فبسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اجتهد رأى ولا آلو

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت معاذؓ کو یمن بھیجنے لگے تو آپ نے حضرت معاذؓ سے پوچھا جب تیرے سامنے کوئی فیصلہ طلب معاملہ آئے گا تو تم کیونکر فیصلہ کرو گے؟ حضرت معاذؓ نے عرض کیا میں کتاب اللہ (قرآن مجید) کے مطابق فیصلہ کروں گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ

قال فضرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی صدرہ قال الحمد للہ الذی وفق رسول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما یرضی بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(حوالہ مذکور)

وسلم نے فرمایا اگر تم کو کتاب اللہ میں اس کا حکم نہ ملے (تو پھر فیصلہ کیسے کروگے) حضرت معاذؓ نے عرض کیا پھر میں سنّت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تمہیں اس کا حکم سنّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی نہ ملے (پھر) حضرت معاذؓ نے عرض کیا میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور کوئی کوتاہی نہیں کروں گا۔ حضرت معاذؓ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سن کر میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے اپنے رسول کے قاصد کو اس چیز کی توفیق بخشی جس کو اس کا رسول پسند کرتا ہے۔

جواب قارئین کرام اب آپ سلسلہ وار اُن تمام احادیث کا حال جو جناب فیض احمد صاحب نے نقل کی ہیں ملاحظہ فرمایئے:۔ حدیث

(۱) جو حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے ضعیف ہے۔

علامہ ہیثمی لکھتے ہیں :-

فی اسنادہ ابو خلف الاعمیٰ، واسمہ حازم بن عطاء، وھو ضعیف وقد جاء الحدیث بطرقٍ فی کلّھا نظر قالہ شیخنا العراقی فی تخریج احادیث البیضاوی (رواہ ابن ماجہ و مجمع الزوائد)	اس سند میں ابوخلف الاعمیٰ ہے۔ اس کا نام حازم بن عطاء ہے اور وہ ضعیف ہے۔ یہ حدیث اور طرق سے بھی مروی ہے، لیکن تمام طرق ضعیف ہیں۔ یہ بات ہمارے شیخ عراقی نے تخریج احادیث بیضاوی میں کہی ہے۔

علاوہ ازیں حازم بن عطاء کو یحییٰ بن معین نے کذاب اور ابوحاتم نے منکر الحدیث کہا ہے۔ (تہذیب التہذیب) لہذا یہ حدیث موضوع بھی ہوئی۔

حدیث (۲) بھی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے مگر وہ بھی ضعیف ہے۔ اس کی سند میں ایک راوی ہے جس کا نام سلیمان بن سفیان التیمی ابوسفیان المدینی مولیٰ آل طلحۃ بن عبیداللہ ہے۔ (تہذیب) یہ منکر الحدیث اور بے حد ضعیف ہے۔ لہذا یہ حدیث بھی ضعیف و باطل ہے۔

بحث درایتاً اگر اس حدیث کو ہم صحیح بھی تسلیم کرلیں تو اس کا مطلب وہ نہیں ہے جو فیض احمد صاحب لے رہے ہیں بلکہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کسی دور میں بھی ایسا نہیں ہوسکتا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری اُمت بیک وقت گمراہ ہوجائے گی، بلکہ ہر دور میں

ایک جماعت صحیح راستہ پر قائم ہوگی اور صحیح دین کی تبلیغ کرتی ہوگی اور یہی مطلب حدیث (۳) اور حدیث (۴) کا ہے۔ لہٰذا آج بھی ایک جماعتِ حقہ قائم و دائم ہے۔ صحیح دین کی تبلیغ میں مصروف ہے۔ قرآن مجید اور سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر سختی سے عمل پیرا ہے اور وہ جماعت ہے جماعت المسلمین۔

حدیث (۳) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ یہ حدیث بھی گھڑی ہوئی ہے۔ اس کی سند میں بھی ابو خلف الاعمیٰ ہے اور بقول یحییٰ بن معین یہ جھوٹا ہے۔ لہذا یہ حدیث بھی موضوع ہوئی (تہذیب التہذیب)

حدیث (۴) جو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ یہ بھی ضعیف ہے۔ اس حدیث کی سند میں ایک راوی علاء بن زیاد بن مطر العدوی ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مرسل روایات بیان کرتا ہے (تہذیب التہذیب ۸/۱۸۱) اور اس حدیث میں بھی عن العلاء بن زیاد عن رجلٍ ہے۔ (رواہ احمد ۵/۲۴۳) اور رجلٍ مجہول ہے یعنی رجلٍ معلوم نہیں کون آدمی ہے۔ ضعیف ہے۔ کذاب ہے یا کوئی غیر مسلم ہے کوئی اتا پتہ نہیں ہے لہذا اس حدیث سے احتجاج باطل ہے۔

حدیث (۵) حدیث صحیح ہے۔ مگر اس حدیث میں کثرتِ تعداد کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ جناب فیض احمد صاحب یہ حدیث آپ کے لئے مفید نہیں۔

حدیث (۶) حضرت معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے۔ یہ حدیث بھی

ضعیف ہے۔ جرح ملاحظہ فرمائیے :-

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین بعثہ الی الیمن قال له : کیف تقضی اذا عرض لك قضاءٌ ؟ قال اقضی بما فی کتاب اللہ قال فان لم یکن فی کتاب اللہ ؟ قال بسنۃ رسول اللہ ، قال فان لم یکن فی سنۃ رسول اللہ ؟ قال اجتہد رایی لا آلو ، قال : فضرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صدرہ وقال الحمد للہ الذی وفق رسول رسول اللہ لما یرضی رسول اللہ (رواہ احمد ۵/۲۳۰، ۲۳۶، ۲۴۲ وابوداؤد ۳/۳۰۳ و ترمذی ۳/۶۱۶) ——— قال ابو عیسٰی: ھذا حدیث لا نعرفہ الا من ھذا الوجہ ، ولیس اسنادہ عندی بمتصل یعنی امام ترمذی کہتے ہیں۔ ہم اس حدیث کو صرف اس ہی طریق سے جانتے ہیں اور یہ حدیث میرے نزدیک متصل نہیں ہے یعنی منقطع ہے (رواہ الترمذی ۳/۶۱۷)

الحارث بن عمرو ابن اخی المغیرۃ بن شعبۃ الثقفی روی عن اناس من اھل حمص من اصحاب معاذ عن معاذ فی الاجتہاد وعنہ ابو عون محمد بن عبید اللہ الثقفی ولا یعرف الا لھذا (تھذیب	حارث بن عمرو ابن اخی مغیرہ بن شعبہ الثقفی اہل حمص کے کچھ لوگوں سے یعنی من اصحاب معاذ عن معاذ سے اجتہاد کے سلسلہ میں روایت کرتا ہے اور اس سے ابو عون محمد بن عبید اللہ الثقفی روایت کرتے ہیں (ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں) یہ

التہذیب)

(راوی) صرف اس ہی طریق سے پہچانا جاتا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں :-

لا یصح ولا یعرف (تہذیب)

یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور یہ راوی (بھی) نہیں پہچانا جاتا ہے۔

ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں :-

لفظ البخاری روی عنہ ابوعون ولا یصح ولا یعرف الا بہذا مرسل ھکذا قال فی التاریخ الکبیر وقال فی الاوسط فی فصل من مات بین المائۃ الی عشرٍ ومائۃٍ لا یعرف الا بہذا ولا یصح (تہذیب التہذیب ومیزان الاعتدال)

ابوعون حارث بن عمرو سے روایت کرتے ہیں اسی وجہ سے امام بخاریؒ نے (اس حدیث کو اس بات پر) محمول کیا ہے کہ نہ یہ حدیث صحیح ہے اور نہ یہ راوی ہی پہچانا جاتا ہے مگر اس سند سے (یہ حدیث) مرسل ہے۔ یہ بات امام بخاری نے تاریخ کبیر میں کہی ہے اور الاوسط میں کہا ہے کہ جو شخص ایک سو سے ایک سو دس کے درمیان مرگیا وہ فصل میں ہے یعنی اس کا حال اس مدّت میں نہیں پایا جاتا۔ (اسی وجہ سے) وہ اس طریق سے مجہول ہے اور نہ یہ حدیث (ہی) صحیح ہے۔

حارث بن عمرو کو امام عقیلی، ابن جارود اور ابو العرب نے بھی ضعیف کہا ہے (تہذیب) حارث بن عمرو کو ابن حبان نے ثقہ کہا ہے اور ابن عدی نے معروف وغیرہ وغیرہ، ابن حبان کا ثقہ کہنا عدم تحقیق کا نتیجہ ہے کیونکہ ائمہ حدیث نے اس راوی کو ضعیف کہا ہے اور ابن عدی کی بات ماہر فنِ حدیث امام بخاری کے سامنے ہیچ ہے (تہذیب) امام ذہبیؒ نے کہا ہے کہ اس کا انفراد مجہول ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ (میزان الاعتدال)

اگر ہم اس حدیث کو صحیح بھی تسلیم کرلیں تب بھی یہ کہاں لازم آتا ہے کہ علماءِ احناف شریعتِ الٰہیہ میں اجتہاد و قیاس کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تھا حاکم پر قضیات پیش آتے ہیں مقدمات جھگڑے اور دوسرے امورِ حکومت سے سابقہ پڑتا ہے تو تنظیم امور میں یا مقدمات میں فریقین کے درمیان فیصلہ کردینا اور فیصلہ میں اجتہاد وغیرہ کر دینا کوئی ناجائز کام نہیں ہے۔ اجتہاد ہوسکتا ہے۔ مگر یہ اجتہادی فیصلہ عارضی ہوگا، شریعتِ الٰہیہ میں شامل نہ ہوگا اور نہ کوئی دوسرا اس فیصلہ کے ماننے کا مکلف ہوگا۔ بہرحال جتنی احادیث بھی جناب فیض احمد صاحب نے نقل کی تھیں وہ تمام کی تمام ضعیف منکر و موضوع ثابت ہوئیں۔ ان سے حجت لینا ایمان کے منافی ہے اور جو حدیث صحیح ہے وہ مفید مدعا نہیں۔

علیکم بالسواد الاعظم جناب فیض احمد صاحب نے ص۹ اور ص۱۰ پر جو احادیث نقل کی ہیں۔ ان احادیث میں جملہ "علیکم بالسواد الاعظم" کا ترجمہ بڑی جماعت کیا ہے حالانکہ "علیکم

بالسواد الاعظم" کے معنی بڑی جماعت کے نہیں ہیں بلکہ امام، امیر، حاکم، سلطان اور کسی عقلمند و دانشمند کے ہوتے ہیں۔ جناب فیض احمد صاحب نے" علیکم بالسواد الاعظم" کا ترجمہ محض بڑی جماعت کا اس لئے کیا ہے کہ ہم یعنی اہل سنّت والجماعت جو انڈیا میں بریلوی کے نام سے موسوم ہیں تعداد میں زیادہ ہیں لہٰذا ہماری پیروی کرو" سواد اعظم" ہم ہیں۔ قارئین کرام آیئے ہم آپ کو" علیکم بالسواد اعظم" کے صحیح معنی بتلائیں۔ حضرت ابوامامہؓ الباہلی کہتے ہیں :-

علیکم بالسواد الاعظم قال فقال رجل ما السواد الاعظم فقال ابوامامة هذه الاية فی سورة النور فان تولوا فانما علیه ما حمل وعلیکم ما حملتم (رواہ احمد ۴/۲۷۸ و سندہ حسن)

تم پر سواد اعظم کو پکڑنا (لازم) ہے۔ کسی شخص نے کہا، سواد اعظم کسے کہتے ہیں؟ حضرت ابوامامہؓ نے کہا یہ آیت جو سورہ نور میں ہے تمہارے سامنے ہے۔ پھر اگر تم منہ موڑ دو تو اُن پر اُن باتوں کی ذمہ داری ہے جنکا ان کو مکلف بنایا گیا ہے اور تم پر ان باتوں کی ذمہ داری ہے جن باتوں کے تم مکلف بنائے گئے ہو۔

مطلب یہ ہے کہ جن باتوں کے امراء ذمہ دار ٹھہرائے گئے ہیں وہ ان کے مکلف ہیں اور جن باتوں کے تم ذمہ دار ٹھہرائے گئے ہو تم ان کے مکلف ہو یعنی امراء حکام وغیرہ کو پکڑنا لازم ہے یعنی انتظامی امور

میں ان کی اطاعت کرتے رہو۔ یعنی سوادِ اعظم سے مراد امرآء ہیں۔ امام جوزیؒ بھی یہی بات اس سلسلہ میں لکھ رہے ہیں فرماتے ہیں:۔

علیکم بالسواد الاعظم و هي جملة الناس التي تجمعت على طاعة الامام (غريب الحديث)

"علیکم بالسواد اعظم" کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کی متفق علیہ بات جو امیر کی اطاعت پر جمع کردے (وہ سوادِ اعظم ہے)۔

کیونکہ امیر یا امام یا سلطان میں قوت ہوتی ہے۔ اسی بنیاد پر لوگوں کی متفق علیہ بات جو مل کر ایک قوت بن جاتی ہے سوادِ اعظم کہلاتی ہے۔

حضرت سعید بن جمہان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ:۔

اتیت عبد الله ابن ابی اوفی وهو محجوب البصر فسلمت عليه قال لی من انت؟ فقلت انا سعيد بن جهمان فما فعل والدك؟ قال قلت قتلته الازارقة قال لعن الله الازارقة لعن الله الازارقة حدثنا رسول الله صلى الله عليه وسلم انهم كلاب النار قال قلت الازارقة وحدهم ام الخوارج كلها؟ قال بلى

میں حضرت عبداللہؓ ابن ابی اوفی کے پاس آیا اور وہ نابینا ہوگئے تھے میں نے ان کو سلام کیا۔ حضرت عبداللہ نے کہا تم کون ہو؟ میں نے کہا میں سعید بن جہمان ہوں، تمہارے والد کا کیا ہوا؟ حضرت سعید نے کہا ازارقہ نے ان کو قتل کردیا، حضرت عبداللہ نے کہا کہ اللہ ازارقہ پر لعنت کرے، اللہ ازارقہ پر لعنت کرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے بیان فرمایا ہے کہ وہ لوگ

الخوارج كلها قال قلت فان
السلطان يظلم الناس يفعل
بهم قال فتناول يدى
فغمزها بيده غمزاً شديداً
قال ويحك يا ابن جمهان
عليك بالسواد الاعظم
عليك بالسواد الاعظم ان
كان السلطان يسمع منك فأته
فى بيته فاخبره بما تعلم فان
قبل منك والا فدعه فانك
لست باعلم منه (رواه احمد
۴/۳۸۲ وسنده حسن)

دوزخ کے آنکڑے ہوں گے میں نے
کہا کیا صرف ازارقہ یا خوارج بھی؟
حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے
کہا تمام خوارج بھی ہوں گے، میں
نے کہا اگر سلطان لوگوں پر ظلم کرے
یا کسی قسم کی زیادتی کرے (تو کیا
کرنا چاہیئے) وہ کہتے ہیں کہ انہوں
نے میرا ہاتھ پکڑا اور اپنے ہاتھ سے
بہت زور سے اس طرف اشارہ
کیا (اور) تم پر اے ابن جمہان
افسوس ہے تمہیں "سواد اعظم" کو
پکڑنا لازم ہے، تمہیں سواد اعظم کو
پکڑنا لازم ہے یعنی سلطان وقت
کو پکڑنا لازم ہے اگر سلطان تمہاری
بات سن سکتا ہے تو تم اس کے
گھر جاؤ اور جو کچھ جانتے ہو اس کو
اس کی خبر دو، پھر اگر سلطان تمہاری
بات مان لیتا ہے تو بسر وچشم ورنہ
تم سلطان کو چھوڑ دو (جو کچھ وہ کر
رہا ہے کرنے دو) تم اس کے مقابلہ

میں زیادہ نہیں جانتے ہو۔

قارئین کرام اس اثر سے بھی معلوم ہوا کہ "سواد اعظم" سے مراد سلطان یا امیر وغیرہ ہی ہوتے ہیں اور یہی اس جملہ کا صحیح مطلب ہے۔" فاذا رایتم اختلافاً فعلیکم بالسواد الاعظم "یعنی جب تم اختلاف دیکھو تو سواد اعظم کو پکڑو۔ اس سے مراد بھی مندرجہ بالا مطلب ہی ہے۔ الحمد للہ اس وقت بھی وہ جماعت موجود ہے جو دین کا کام انجام دے رہی ہے یعنی لا یجمع اُمتی علی ضلالۃ یعنی میری امت تمام کی تمام گمراہ نہ ہوگی، گمراہی پر جمع نہ ہوگی سے مراد یہی ہے کہ ہر دور میں ایک جماعت حقہ صحیح دین پر قائم رہے گی اور وہ جماعت المسلمین ہے۔

نوٹ : (باقی راہ نما اشارے) میں کوئی خاص بات نہیں ہے۔ ہم نے ان سب باتوں کا جو ضروری تھیں جواب دے دیا ہے۔

والحمد للہ رب العالمین

اب ہم نماز مدلل کے مسائل کے جوابات دیتے ہیں

(۱) استنجاء کرنا

غلط فہمی | جناب فیض احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں :۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من استجمر فلیوتر من فعل فقد احسن	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ جو شخص ڈھیلے سے استنجاء کرے تو چاہئے کہ طاق ڈھیلے

استعمال کرے جس نے ایسا کیا تو اچھا کیا اور جس نے ایسا نہیں کیا تو کوئی حرج نہیں۔

ومن لا فلا حرج (نماز مدلل ص۱۵ وابوداؤد ومشکوٰۃ ابن ماجہ مسند دارمی)

ف = اس حدیث سے واضح ہوا کہ استنجاء میں تین عدد ڈھیلوں کا حکم استحبابی ہے البتہ نجاست سے صفائی لازم اور ضروری ہے۔

جواب | قارئین کرام آیئے دیکھتے ہیں کہ یہ حکم استحبابی ہے یا فرض منجملہ اور باتوں کے پہلے ہم دیکھتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے یا ضعیف، مندرجہ بالا حدیث کی سند میں درج ذیل علتیں ہیں۔

(۱) ابوسعید الجرانی، الحمصی اسمہ زیاد، قیل عامر وقیل عمر مجہولٌ۔ (تقریب التقریب وتہذیب التہذیب ومیزان الاعتدال) یعنی ابوسعید الجرانی الحمصی، اس کا نام زیاد ہے۔ اس کو عامر کہا گیا ہے اور عمر بھی کہا گیا ہے یہ راوی مجہول ہے۔

(۲) حصین الحُبری، ثم الحبرانی، مجہول ہے۔ امام ذہبیؒ نے (میزان الاعتدال) اور امام ابن حجرؒ نے (تقریب التہذیب وتہذیب) میں اسے مجہول کہا ہے۔ لہٰذا اس حدیث کی سند میں دو راوی ایک ساتھ مجہول ہیں۔ الغرض یہ روایت کسی طرح بھی قابل قبول نہیں ہو سکتی اور پھر جبکہ یہ روایت صحیح احادیث کے خلاف بھی ہو؟ صحیح احادیث ملاحظہ فرمایئے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:۔

قال لہ بعض المشرکین — بعض مشرکین نے ان سے کہا اس

وھم یستھزؤن به اِنّی اری
صاحبکم یعلّمکم کلّ شیءٍ حتی
الخراءة قال اجل امرنا ان لا
نستقبل القبلة ولا نستنجی
بایماننا ولا نکتفی بدون
ثلاثة احجارٍ، لیس فیھا
رجیع ولا عظم (صحیح مسلم وابن ما
واحمد)

حال میں کہ وہ ان کا مذاق اڑا رہے
تھے میں تمہارے صاحب کو دیکھتا
ہوں تمہیں ہر چیز کی تعلیم دیتے ہیں
حتیٰ کہ پیشاب پاخانے کی بھی (تعلیم
دیتے ہیں) حضرت سلمان نے کہا
ہاں ایسا ہی ہے (وہ ہمیں پیشاب
و پاخانے کی بھی تعلیم دیتے ہیں)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں
منع فرمایا ہے کہ ہم قبلہ کی طرف منہ کریں
اور ہم اپنے سیدھے ہاتھوں سے استنجاء
کریں (اور ہمیں حکم دیا ہے) کہ تین سے
کم ڈھیلوں پر اکتفا نہ کریں جس میں نہ
گوبر ہو اور نہ ہڈی۔

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:-

قال رسول الله صلی الله
علیه وسلم انما انا لکم
مثل الوالد لولده اعلمکم
اذا اتیتم الغائط فلا تستقبلوا
القبلة ولا تستدبروھا وامر
بثلاثة احجار ونھی عن

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
میں تمہارے لئے ایسا ہوں جیسے
والد اپنی اولاد کے لئے ہوتا ہے،
میں تمہیں تعلیم دیتا ہوں، جب تم
بیت الخلاء جاؤ تو قبلہ کی طرف
نہ منہ کرو اور نہ قبلہ کی طرف بیٹھ

الروث والرمة ونهى ان يستطيب الرجل بيمينه (رواه ابن ماجه وابوداؤد والنسائي و سنده حسن واخرجه ابوعوانة في صحيحه التعليقات للالباني على المشكوٰة ١/١١٢)

کرو۔ پھر آپ نے تین ڈھیلوں کا حکم دیا اور ہمیں گوبر اور ہڈی سے منع فرمایا مزید برآں آپ نے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص اپنے سیدھے ہاتھ سے پاکی حاصل کرے۔

(۳) حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ مطہرہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا ذهب احدكم الى الغائط فليذهب معه بثلاثة احجار يستطيب بهن فانها تجزي عنه (رواه احمد وابوداؤد والنسائي والدارمي وسنده صحيح وحسنه الدارقطني التعليقات للالباني على المشكوٰة ١/١١٢)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی بیت الخلاء جائے تو اس کو چاہیے کہ وہ تین ڈھیلے لے جائے ان سے طہارت حاصل کرے کیونکہ اس کو تین ڈھیلے کافی ہو جائیں گے۔

(۴) حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:۔

اتى النبي صلى الله عليه وسلم الغائط فامرني ان اٰتيه بثلاثة احجار فوجدت حجرين والتمست الثالث فلم اجده فاخذت روثة فاتيته

نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء آئے تو آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں آپ کے پاس تین پتھر لے کر آؤں مجھے دو پتھر ملے تیسرے کو میں نے تلاش کیا مگر مجھے تیسرا پتھر نہیں ملا

میں نے ایک لید اُٹھالی اور اس کو لے کر آپ کے پاس آیا آپ نے پتھر لے لئے اور لید کو پھینک دیا اور فرمایا یہ ناپاک ہے۔

بها فاخذ الحجرين والقى الروثة وقال هذا ركس (صحيح بخاری باب لایستنجی بروث فتح الباری ۱/۲۵۶)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ بھی مروی ہیں انها رکس ائتنی بحجر (رواه احمد ۱/۴۵۰ وفتح الباری ۱/۲۵۷ ورجاله ثقات اثبات) یعنی یہ ناپاک ہے میرے پاس ایک پتھر اور لاؤ۔ مندرجہ بالا تمام احادیث صحیحہ میں اَمَرَنَا ، اَمَرَ ، فَاَمَرَنِي کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ تین پتھروں ہی سے استنجاء کرنا فرض ہے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا والی حدیث میں فَلْيَذْهَبْ امر غائب کا صیغہ ہے اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ تین پتھر لازمی ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود جب آپ کے پاس دو پتھر لے کر آئے تو آپ نے تیسرا پتھر لانے کا حکم صادر فرمایا اگر تین سے کم میں پاکی حاصل ہو سکتی ہوتی تو آپ تیسرا پتھر لانے کا حکم نہ دیتے بلکہ دو ہی پر اکتفا کرتے۔

لہٰذا احکام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں تین پتھروں سے استنجاء کرنا فرض ہے، احکام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرضیت کو ختم کرنے کے لئے کوئی قرینۂ صارفہ موجود نہیں۔ احناف کی پیش کردہ حدیث ضعیف ہے اور فرضیت کو ثابت کرنے والی تمام احادیث صحیح ہیں۔ الغرض تین پتھروں سے کم میں پاکی حاصل کرنا خلاف سنّت ہے۔

غلط فہمی | جناب فیض احمد صاحب تحریر کرتے ہیں کہ:۔

"الحمد للہ الذی اذھب عنی الاذی وعافانی" یہ حدیث ابوذر رضؓ سے بھی نسائیؒ میں مروی ہے۔ افضل یہ ہے کہ دونوں دعائیں پڑھی جائیں پہلے غفرانك پھر الحمد للہ الذی ..... (نماز مدلل ص۱۱)

جواب | قارئین کرام "غُفْرَانَكَ" یہ الفاظ صحیح احادیث سے ثابت ہیں اور ان الفاظ کا پڑھنا سنّت ہے اور سنّت ہی افضل ہے، مگر دوسری دعاء جو کہ ضعیف ہے، سنّت سے ثابت نہیں اس کا پڑھنا کیسے افضل ہو سکتا ہے۔ یہ دعاء یعنی الحمد للہ الذی..... ابن ماجہ اور نسائیؒ وغیرہ میں مروی ہے لیکن ائمہؒ نے اس دعاء کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اس حدیث کی سند میں اسماعیل بن مسلم البصری ضعیف ہے۔ تمام اماموں کا اس راوی کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے وھو متفق علی تضعیفہ (مجمع الزوائد) علاّمہ ہیثمی لکھتے ہیں:۔ والحدیث بھٰذا اللفظ غیر ثابت (مجمع الزوائد) یعنی یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ ثابت نہیں ہے۔ اسماعیل بن مسلم کو مندرجہ ذیل ائمہ نے ضعیف کہا ہے ملاحظہ فرمایئے:۔

۱ــــ امام احمد بن حنبل کہتے ہیں یہ منکر الحدیث ہے۔ (تہذیب)
۲ــــ امام یحییٰ بن معین کہتے ہیں۔ یہ کچھ بھی نہیں ہے۔ (تہذیب)
۳ــــ امام فلاس کہتے ہیں۔ یہ راوی ضعیف ہے۔ (تہذیب)
۴ــــ امام الجوزجانی کہتے ہیں واہٍ جدًّا یعنی بہت زیادہ ضعیف ہے (تہذیب)
۵ــــ امام ابوزرعہ کہتے ہیں۔ یہ ضعیف ہے۔ (تہذیب)
۶ــــ امام ابوحاتم کہتے ہیں۔ یہ ضعیف ہے۔ (تہذیب)

۷ — ابن ابی حاتم کہتے ہیں۔ یہ ضعیف ہے۔ (تہذیب)
۸ — امام نسائیؒ نے اس راوی کو متروک الحدیث کہاہے (تہذیب)
۹ — امام مُرّہ کہتے ہیں۔ یہ ثقہ نہیں ہے۔ (تہذیب)
۱۰ — امام ابن عدی نے کہاہے اس راوی کی احادیث غیر محفوظ ہوتی ہیں۔ (تہذیب)
۱۱ — امام ابن حبان کہتے ہیں۔ یہ ضعیف ہے۔ یہ مشاہیر سے مناکیر روایت کرتاہے اور اس کی اسانید مقلوب ہوتی ہیں۔ (تہذیب)
۱۲ — امام حاکم نے بھی ضعیف کہاہے۔ (تہذیب)
۱۳ — امام بزّار نے کہاہے کہ یہ ثقہ نہیں ہے۔ (تہذیب)
۱۴ — امام ابو احمد الحاکم نے کہاہے کہ یہ قوی نہیں ہے۔ (تہذیب)
۱۵ — امام عقیلی، امام دولابی، امام الساجی، امام ابن الجارود اور دوسرے اماموں نے اس کو ضعفاء میں شمار کیاہے (تہذیب)

یہ دعاء پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی ہے لہٰذا ضعیف ہونے کی وجہ سے کالعدم ہے۔

غلط فہمی | جناب فیض احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں :-

وضوء کے شروع میں "بسم اللہ والحمد للہ" کہہ لیا کرو۔

① قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ابا ھریرۃ اذا توضأتَ فقل بسم اللہ و الحمد للہ (نماز مدلل، طبرانی صغیر	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوہریرہؓ جب وضو بنانے لگو تو بسم اللہ والحمد للہ کہہ لیا کرو۔

قال الہیثمی اسنادہ حسن)

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے :-

ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال کل امرٍ ذی بالٍ لا یبدء ببسم الله الرحمٰن الرحیم فهو اقطع (صحیح ابن حبان ..... نماز مدلل ص۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر شاندار کام جو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع نہ کیا جائے تو وہ بے برکت ہے۔

(۳) حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے :-

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا وضوء لمن لم یذکر اسم الله علیه (ترمذی، ابن ماجه نماز مدلل ص۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اس شخص کا وضوء نہیں ہے جس نے اس پر اللہ تعالیٰ کے نام کا ذکر نہیں کیا۔

(۴) حضرت ابوہریرہ، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم تینوں بزرگوں سے مرفوع حدیث مروی ہے :-

عن النبی صلی الله علیه وسلم قال من توضأ وذکر اسم الله علیه فانه یطهر جسده کله ومن توضأ ولم یذکر اسم الله لم یطهر الا موضع الوضوء (دارقطنی، بیہقی نماز مدلل ص۲۱)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص وضوء بنائے اور اللہ تعالیٰ کا نام لے (بسم اللہ پڑھے) تو وہ اپنے تمام جسم کو (گناہوں سے) پاک کرتا ہے اور جو شخص وضوء بنائے اور اللہ تعالیٰ

کانام نہ لے تو وہ صرف وضوء کے مقامات (اعضاء) کو پاک کرتا ہے۔

⑤ حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے :۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا توضأ العبد فذکر اسم اللہ طھر جسدہ کلہ وان لم یذکر لم یطھر الا ما اصابہ الماء (مصنف ابن ابی شیبۃ نماز مدلل ص۲۱)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جب بندہ وضوء کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا نام لیتا ہے تو وہ اپنے تمام جسم کو پاک کرتا ہے اور اگر وہ شخص اللہ تعالیٰ کا نام نہ لے تو وہ صرف اس مقام کو پاک کرتا ہے جس کو پانی لگا ہے۔

ف = ان احادیث سے واضح ہوا کہ بسم اللہ پڑھے بغیر بھی وضوء ہو جاتا ہے لیکن ناقص ہوتا ہے۔ اسی لئے ایسے وضوء سے تمام جسم کے گناہ معاف نہیں ہوتے۔ بلکہ صرف اعضائے وضو کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔

جواب | اب قارئین کرام سلسلہ وار ان تمام احادیث کا جواب ملاحظہ فرمائیے :۔

حدیث ① کے سلسلہ میں امام شوکانی تحریر کرتے ہیں :۔

قال تفرد بہ عمرو بن ابی سلمۃ عن ابراھیم بن محمد عنہ واسنادہ واہٍ (نیل الاوطار)

کہتے ہیں کہ عمرو بن ابی سلمہ کا ابراہیم بن محمد سے تفرد ہے۔ لہذا یہ حدیث بے کار ہے۔

جز ۱/۲۰۴)

(الغرض بسم اللہ والحمد للہ پڑھنا بے ثبوت ہے۔ مزید معلومات کے لئے تلخیص ابن حجر پڑھئے ۱/۷۳) مُرَتِّب بسم اللہ پڑھنا ہی سنت ہے۔

حدیث (۲) کے سلسلہ میں امام شوکانی نیل الاوطار میں اور ابن حجر تلخیص میں بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" پوری پڑھنے کے بارے میں کوئی حدیث بھی صحیح نہیں ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ کہتے ہیں کہ پوری "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" (وضوء کے شروع میں) پڑھنے کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ (نیل الاوطار و تلخیص ابن حجر ۱/۷۲) حدیث (۲) کو صحیح ابن حبان کے حوالہ سے بھی نقل کیا ہے اور لوگوں پر یہ تاثر دیا ہے کہ صحیح ابن حبان میں پوری " بسم اللہ الرحمٰن آئی ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ لیجئے صحیح ابن حبان کی عبارت ملاحظہ فرمایئے :۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ :۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل امرٍ ذی بال لایبدأُ فیہ بحمد اللہ فھوا قطع (صحیح ابن حبان ۱/۱۰۲)	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر بہترین کام جو اللہ تعالیٰ کی تعریف سے شروع نہ کیا جائے وہ بے برکت ہوتا ہے۔

مندرجہ بالا صحیح ابن حبان کی عبارت میں پوری "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" پڑھنے کا کوئی ثبوت نہیں ہے مگر دھوکا دینے کے لئے یہی تاثر دیا گیا ہے۔

حدیث (۳) یہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اس

حدیث کی سند میں ایک راوی ہے جس کا نام ابوبکر الداھری عبداللہ بن الحکم ہے۔ جو متروك الحدیث ہے۔ (نیل الاوطار جزء ۱/۲۰۴)

امام احمدؒ کہتے ہیں یہ کچھ بھی نہیں ہے اور ابن المدینی اور دوسرے ائمہ بھی یہی کہتے ہیں۔ ابن معین کہتے ہیں یہ ثقہ نہیں ہے۔ امام نسائی بھی یہی بات کہتے ہیں۔ امام ابن عدی کہتے ہیں یہ منکر الحدیث ہے اور ابوبکر داہری کی احادیث کا کوئی مُتابع نہیں ہوتا۔ امام عقیلی بھی یہی بات کہتے ہیں۔ امام عُقیلی کہتے ہیں کہ یہ جھوٹی روایات بیان کرتا ہے۔ امام یعقوب بن شیبۃ متروک کہتے ہیں اور امام بیہقی ضعیف کہتے ہیں اور امام جوزجانی کذّاب کہتے ہیں (لسان المیزان ۳/۲۷۷) اور البانی صاحب نے بھی عبداللہ بن الحکیم ابوبکر الداھری کو کذاب کہا ہے۔ (التعلیقات للالبانی علی المشکوٰۃ ۱/۱۳۴) لہٰذا حدیث (۳) موضوع بھی ہوئی۔

(۴) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی جو حدیث دارقطنی اور بیہقی نے روایت کی ہے۔ وہ بھی ضعیف ہے۔ اس روایت میں مرداس بن محمد بن عبداللہ بن ابان عن ابیہ وھما ضعیفان یعنی وہ دونوں راوی ضعیف ہیں (نیل الاوطار جز ۱/۲۰۵ و تلخیص ابن حجر) امام ذہبی فرماتے ہیں :-

مرداس بن محمد بن عبداللہ عن ابان الواسطی۔ لا اعرفہ وخبرہ منکر فی التسمیۃ علی الوضوء (میزان الاعتدال ۴/۸۸)

مرداس بن محمد بن عبداللہ عن ابان واسطی، میں اس کو نہیں پہچانتا اور وضوء کے (شروع میں پوری بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) پڑھنے کے سلسلہ میں جو حدیث اس نے روایت

کی ہے وہ خبر منکر ہے۔

عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی جو حدیث دار قطنی اور بیہقی میں ہے وہ بھی ضعیف منکر و موضوع ہے۔ اس حدیث کی سند میں یحیٰی بن ہاشم السمسار ہے اور وہ متروک الحدیث ہے۔

یحیٰی بن ہاشم کو یحیٰی بن معین نے کذاب کہا ہے۔ نسائیؒ اور دوسرے ائمہ نے متروک کہا ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں یہ بغداد میں حدیثیں گھڑا کرتا تھا اور چرایا کرتا تھا۔ صالح جزرہؒ کہتے ہیں میں نے یحیٰی بن ہاشم کو دیکھا ہے وہ حدیثیں گھڑا کرتا تھا۔ (میزان الاعتدال ۴/۴۱۲) اور البانی صاحب نے بھی اس کو کذاب کہا ہے۔ (التعلیقات للالبانی علی المشکوٰۃ ۱/۱۴۴)

لہٰذا یہ حدیث بھی جھوٹی ہوئی۔

حدیث ⑤ جو حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ بھی ضعیف ہے اور یہ حدیث مصنف ابن ابی شیبہ میں بھی مروی ہے لیث ابن ابی سلیم ضعیف ہے اور حسین بن عمارہ مجہول ہے۔ (لسان المیزان و تقریب التقریب) لہٰذا اس حدیث کی سند بھی مخدوش ہے۔ الفاظ ملاحظہ فرمالیجئے: "جو شخص وضو کے شروع میں "بسم اللہ" نہ پڑھے اس کا وضوء ہو جائے گا"۔ صحیح حدیث میں وضوء کے شروع میں بسم اللہ پڑھنے کا ثبوت موجود ہے لہٰذا بغیر بسم اللہ کے وضوء ہو جاتا ہے یہ خبر منکر ہے۔

ہم علماء احناف سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ایسی احادیث جو پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتیں اپنی دلیل میں نقل کر کے لوگوں کو گمراہ نہ کریں۔ اس طریقہ سے وہ اپنے مقلدین کو تو متاثر کر لیں گے لیکن علم رکھنے والے

حضرات بخوبی جانتے ہیں کہ یہ چیز دھوکا دہی کے سوا کچھ نہیں اور ایسی احادیث کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک نہیں پہنچتی ہیں اور پھر ائمہ نے ان کی تردید بھی کر دی ہے ان احادیث کو زبردستی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک منسوب کر دینا بہت بڑا بہتان ہوگا۔ لہٰذا ہم پھر مودبانہ عرض کرتے ہیں کہ بسم اللہ والحمد للہ اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پوری پڑھنے کا وضوء کے شروع میں کوئی ثبوت نہیں ہے۔

قارئین کرام اب ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ وضوء کے شروع میں کیا پڑھنا چاہیئے۔ ملاحظہ فرمایئے۔

وضوء کے شروع میں صرف "بسم اللہ" پڑھنا مسنون ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ :-

طلب بعض اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وضوءً فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم هل مع احد منکم ماءً فوضع یده فی الماء ویقول توضئوا بسم اللہ فرایت الماء یخرج من بین اصابعه حتی توضئوا من عند آخرهم قال ثابت قلت لانسٍ کم تراهم قال نحوًا من سبعین (رواه النسائی

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض ساتھیوں نے وضوء کے لئے پانی تلاش کیا (مگر پانی نہیں ملا) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے پاس کچھ پانی ہے (صحابہ کرام نے عرض کیا جی ہاں، ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ (مبارک) پانی میں ڈالا اور آپ فرما رہے تھے بسم اللہ کہہ کر وضوء کرو۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وابن خزیمۃ عن انس، اسنادہ صحیح ابن خزیمۃ ۱/۷۴) (تلخیص ابن حجر ۱/۷۶) | کی انگلیوں کے درمیان سے پانی پھوٹ رہا تھا، صحابہ کرام میں سے جو آخری آدمی تھا اس نے بھی وضوء کیا۔ ثابت کہتے ہیں میں نے انس سے کہا آپ کا کیا اندازہ ہے کہ صحابہ کرام کتنی تعداد میں تھے۔ حضرت انسؓ نے کہا ستر کے لگ بھگ۔

لہٰذا صحیح حدیث میں وضوء کے شروع میں صرف "بسم اللہ" پڑھنے کا ثبوت ہے اور یہی چیز مسنون ہے۔

غلط فہمی | جناب فیض احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔
گردن کا مسح کرنا مستحب ہے حدیث تحریر فرماتے ہیں:۔

(۱) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسح الرقبۃ امان الغل یوم القیامۃ (نماز مدلل ص۲۲) | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ گردن کا مسح کرنا قیامت کے دن (جہنم) کے طوق سے حفاظت ہے۔

(۲) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من توضأ ومسح یدیہ علی عنقہ امن الغل یوم القیامۃ (نماز مدلل ص۲۲) | رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جس شخص نے وضوء بنایا اور اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنی گردن کا مسح کیا وہ قیامت کے دن طوق سے محفوظ رہے گا۔

جواب | قارئین کرام مندرجہ بالا دونوں حدیثیں بے حد ضعیف ہیں

حدیث (۱) کے بارے میں امام نووی کہتے ہیں۔ ھٰذا حدیث موضوع لیس من کلام النبی صلی اللہ علیہ وسلم (تلخیص ابن حجر ۹۲/۱) یعنی یہ حدیث جھوٹی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نہیں ہے۔ وزاد فی موضع آخر لم یصح عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیہ شیٔ (تلخیص ابن حجر) یعنی امام نووی نے دوسری جگہ اتنا زیادہ کیا ہے کہ اس سلسلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ بھی صحیح نہیں ہے۔ ابن الصلاح کہتے ہیں ھذا الحدیث غیر معروف عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، وھو من قول بعض السلف (تلخیص ابن حجر ۹۲/۱) یعنی یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تو معروف نہیں ہے البتہ یہ بعض سلف کا قول ہے۔ مزید برآں امام نووی کہتے ہیں ولیس ھو سنۃ بل بدعۃ ولم یذکرہ الشافعی ولا جمھور الاصحاب (تلخیص ابن حجر) یعنی یہ دعاء سنّت نہیں ہے بلکہ بدعت ہے کیونکہ امام شافعی نے نہ اس کا ذکر کیا ہے اور نہ جمہور اصحاب نے۔ علاوہ ازیں (الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ ۹۷/۱) پر یہ مسئلہ دیکھ سکتے ہیں۔

حدیث (۲) کی سند میں محمد بن عمرو الانصاری، ابوسہل ہیں جس کو مندرجہ ذیل ائمّہ نے بے حد ضعیف کہا ہے۔

۱ — یحییٰ بن سعید کہتے ہیں یہ راوی بے حد ضعیف ہے۔ (تہذیب)

۲ — امام یحییٰ بن معین نے ضعیف کہا ہے۔ (تہذیب التہذیب)

۳ — امام نسائیؒ نے لیس بالقوی کہا ہے۔ (تہذیب)

۴ — ابن عدی نے اس راوی کو ضعفاء میں شمار کیا ہے۔ (تہذیب)

اور دوسرے ائمہ نے بھی اس راوی کو ضعیف کہا ہے۔ ابن حبان نے ثقہ کہا لیکن پھر ضعفاء میں شامل کیا ہے۔ (تہذیب التہذیب ۹/۲۷۹) اس سلسلہ کی ایک اور حدیث ہے۔ جو ابو داؤد اور احمد میں ہے۔ الفاظ ملاحظہ فرمایئے۔ رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم یمسح رأسہ، حتی بلغ القذال وما یلیہ من مقدم العنق (تلخیص) یعنی انہوں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر کا مسح کر رہے ہیں یہاں تک کہ دونوں کانوں کے درمیان (کا حصہ) جو سر کے پیچھے ہوتا ہے وہاں تک پہنچے اور گردن کا جو اوپر کا حصہ ہے اس کے قریب قریب تک آپ نے مسح کیا۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں، اسنادہ ضعیف (تلخیص ابن حجر) یعنی اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ اس سلسلہ کی ایک اور حدیث ہے۔ حضرت موسیٰ بن طلحہ کہتے ہیں من مسح قفاہ من رأسہ وقی الغل یوم القیامۃ (رواہ ابو عبید فی کتاب الطہور و تلخیص ابن حجر) یعنی جس نے اپنے سر سے گدی تک مسح کیا وہ قیامت کے دن طوق سے محفوظ ہو جائے گا۔ کہا گیا ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے مگر حکماً مرفوع ہے۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں فھو علی ھذا مرسل (تلخیص) مگر یہ حدیث مرسل ہے۔

دوسری علت اس حدیث کی سند میں "المسعودی" ہیں ان کا نام ہے عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عتبۃ بن مسعود الکوفی، المسعودی صدوق اختلط قبل موتہ (تقریب التقریب) یعنی یہ صدوق ہیں ان کی موت سے پہلے ان کا حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ معلوم نہیں حافظہ خراب ہونے کے بعد اس حدیث کو روایت کیا ہے یا حافظہ صحیح ہونے کی حالت

ہیں۔ لہٰذا یہ حدیث ضعیف ہے

اس سلسلہ کی ایک اور حدیث ہے جو ابن عمرؓ سے مروی ہے۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم من توضأ ومسح عنقہ وقی الغل یوم القیامۃ (رواہ ابو نعیم فی تاریخ اصبہان) یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے وُضوء کیا اور اپنی گردن کا مسح کیا وہ قیامت کے دن طوق سے محفوظ ہو جائے گا۔

اس حدیث میں کئی علتیں ہیں جو درج ذیل ہیں:۔

(۱) محمد بن عمر و الواقفی، ابو سھل البصری مشھور بکنیتہٗ واختلف اسم جدّہ ضعیف (تقریب التقریب) یعنی محمد بن عمر واقفی ابو سہل بصری جو اپنی کنیت سے مشہور ہے اور اس کے دادا کے نام میں اختلاف ہے اور وہ ضعیف ہے۔

(۲) ابو نعیم کے شیخ بھی ضعیف ہیں۔ اُن کا نام محمد بن احمد بن علی بن المخرم ہے۔ روی عنہ الدار قطنی وضعّفہ۔ امام دار قطنی نے اس سے روایت کی ہے اور ضعیف قرار دیا ہے۔ برقانی کہتے ہیں لا بأس بہ اس راوی میں کوئی مضائقہ نہیں۔ ابن ابی الفوارس نے ضعیف کہا ہے۔ (میزان الاعتدال ۳/۴۶۲) لہٰذا یہ حدیث بھی ضعیف ہے۔

ایک اور حدیث ہے جو ابن عمرؓ سے ہی مروی ہے۔ من توضأ ومسح بیدیہ علی عنقہ وقی الغلّ یوم القیامۃ (تلخیص ابن حجر) یہ حدیث بھی ضعیف ہے۔ ابوالحسین بن فارس اور فلیح بن سلیمان کے درمیان انقطاع ہے۔ الغرض اس سلسلہ کی جتنی بھی احادیث ہیں ان

کو امام نووی، ابن تیمیہ، عسقلانی اور دوسرے ائمہ نے ضعیف کہا ہے۔ قارئین کرام پھر مستحب کیسے ہوسکتی ہیں۔ لہٰذا گردن کے مسح کے سلسلہ میں تقریباً جتنی بھی احادیث تھیں ان کا ضعف ثابت کرکے کالعدم کردیا ہے۔ تاکہ کوئی عالم یا مذہب پرست کسی عامی کو فریب نہ دے سکے۔

غلط فہمی فیض احمد صاحب صـ ۲۲ پر رقمطراز ہیں کہ فضائل میں ضعیف احادیث پر عمل قابل قبول ہے (نماز مدلل)

جواب پہلی بات تو یہ معلوم ہوئی کہ یہ حدیث ان کے نزدیک بھی ضعیف ہے۔ اگرچہ گھڑی ہوئی نہیں ہے۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ یہ لوگ عمداً جھوٹی بات کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کہی ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے۔ حدیث میں ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسی بات منسوب کرے جو آپ نے نہ کہی ہو تو اس کو چاہیئے کہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں تلاش کرے (صحیح بخاری و صحیح مسلم) پھر ہمیں اس بات پر بھی تعجب ہے کہ فضائل میں ضعیف اور گھڑی گھڑائی احادیث قابل قبول ہوتی ہیں۔ یہ بات کس نے کہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یا صحابہ کرام نے۔ یہ بات حقیقت پر مبنی ہے اور یہ نظریہ ان ہستیوں کا بنایا ہوا نہیں ہے۔ یہ نظریہ خود ساختہ ہے۔ لہٰذا کالعدم ہے۔ ذرا سوچیئے کیا اللہ تبارک وتعالےٰ کے سامنے یہ کہہ کر ہم عہدہ برآ ہوسکتے ہیں کہ اے اللہ یہ نظریہ ہم نے خود ہی گھڑ لیا تھا؟ ہرگز نہیں ہوسکتے تو پھر ایسے خود ساختہ نظریہ کو چھوڑ دیجیئے۔ قرآنِ مجید اور احادیثِ صحیحہ کو مضبوطی سے پکڑ لیجیئے۔

غلط فہمی | جناب فیض احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں :-

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم توضأ فمسح علی ناصیته (صحیح مسلم نماز مدلل ص۲۴)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضوء بنایا تو اپنی پیشانی کے بالوں کا مسح کیا۔

جواب | فیض احمد صاحب نے اس حدیث سے چوتھائی سر کے مسح کی فرضیت ثابت کی ہے لیکن انہوں نے حدیث پوری نقل نہیں کی، اتنی حدیث سے احناف کا مسئلہ تو ثابت ہو جائے گا لیکن اسلام کا حق ادا نہ ہوگا۔ آپ بخوبی جانتے ہیں کہ اسلام میں دھوکا دہی حرام ہے۔ دھوکا اور وہ بھی دینی معاملات میں ؟ الامان الحفیظ۔ "نَاصِیَتُهٗ" کا لفظ کسی حدیث میں تنہا نہیں آیا ہے۔ جہاں کہیں لفظ "نَاصِیَتُهٗ" آیا ہے تو وہ "عمامہ" کے ساتھ آیا ہے۔ پوری حدیث ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ :-

تخلف رسول الله صلی الله علیه وسلم وتخلفت معه۔ فلما قضی حاجته قال أمعك ماءٌ فاتیته بمطهرة فغسل کفیه ووجهه ثم ذهب یحسر ذراعیه فضاق کم الجبّة اخرج یده من تحت الجبّة والقی الجبّة علی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ایک سفر کے دوران) پیچھے رہ گئے اور میں بھی آپ کے ساتھ پیچھے رہ گیا پھر جب آپ قضاء حاجت سے فارغ ہوئے (تو) آپ نے فرمایا کیا تمہارے پاس پانی ہے؟ میں آپ کے پاس پانی سے بھرا ہوا ایک لوٹا لے کر آیا، آپ نے پہنچوں تک اپنے ہاتھ دھوئے

منكبيه وغسل ذراعيه ومسح بناصيته وعلى العمامة و خفيه ...... (صحیح مسلم باب المسح على الناصية والعمامة صفحہ ۲۳۱ جلد اول)

اپنا چہرہ مبارک دھویا پھر آپ اپنے بازوؤں سے (آستین) ہٹانے لگے، جبّہ کی (آستین) تنگ ہوئی تو آپ نے اپنا ہاتھ جبّہ کے نیچے سے نکالا اور جبّہ کو اپنے کندھوں کے اوپر ڈال لیا اور آپ نے اپنے ہاتھ کہنیوں تک دھوئے اور آپ نے اپنی پیشانی کا مسح فرمایا اور عمامہ پر مسح فرمایا اور موزوں پر مسح فرمایا.......

مندرجہ بالا احادیث میں "ناصیتہ" اور "عمامہ" دونوں لفظ ساتھ آئے ہیں یعنی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر عمامہ پگڑی وغیرہ ہوتی تو مسح اپنی پیشانی سے شروع فرماتے اور اپنے دونوں ہاتھ گدّی تک لے جاتے اور پھر پیشانی کی طرف واپس لے آتے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم مسح علی الخفین ومقدم رأسه وعلى عمامته (صحیح مسلم)

بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح فرمایا اور سر کے آگے کے حصّہ پر مسح فرمایا اور پگڑی پر مسح فرمایا۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم توضأ فمسح بناصيته وعلى العمامه وعلى الخفين (صحیح مسلم)

بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وضوء فرمایا پھر اپنی پیشانی کا مسح فرمایا اور پگڑی پر مسح فرمایا اور

موزوں پر مسح فرمایا۔

مندرجہ بالا احادیث حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں جن میں "ناصیتہ" اور "عمامہ" دونوں الفاظ ساتھ ساتھ وارد ہوئے ہیں۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی حدیث میں "ناصیتہ" کا لفظ نہیں ہے۔ حضرت بلال فرماتے ہیں :۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسح علی الخفین و علے الخمار (صحیح مسلم)	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے موزوں پر مسح فرمایا اور (اپنی) پگڑی پر مسح فرمایا۔

قارئین کرام مندرجہ بالا تمام احادیث سے یہ بات بالبداہت ثابت ہورہی ہے کہ لفظ "پیشانی" اکیلا نہیں آتا ہے۔ بلکہ پگڑی کے ساتھ آتا ہے۔ اگر کسی حدیث میں صرف "پیشانی" کا لفظ آیا ہے تو احناف پیش کریں لیکن اس حدیث کا مرفوع اور صحیح ہونا شرط ہے۔

حیرت انگیز جناب فیض احمد صاحب نے صحیح مسلم کا جو باب نقل کیا ہے یعنی باب المسح علی الخفین، اس باب کی تائید میں جو احادیث امام مسلمؒ لائے ہیں ان میں لفظ "پیشانی" والی کوئی حدیث ہی نہیں ہے۔ معلوم نہیں یہ باب کیوں نقل کیا ہے، غلطی سے یا دھوکا دینے کے لئے؟ پھر حدیث اول میں جناب فیض احمد صاحب کا لفظ پگڑی کو چھوڑ دینا بھی قابل غور ہے۔ جناب فیض احمد صاحب نے ابو داؤد سے بھی ایک حدیث نقل کی ہے لیکن وہ بھی ضعیف ہے۔

غلط فہمی حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :۔

قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتوضأ وعلیہ عمامۃ قطریۃ فادخل یدہ من تحت العمامۃ فمسح مقدم رأسہ فلم ینقض العمامۃ (ابوداؤد ۱/۲۱ باب المسح علی العمامۃ ومستدرک حاکم، نماز مدلل ص۲۴)	میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو بناتے ہوئے دیکھا، آپ کے سر مبارک پر قطری کپڑے کی پگڑی تھی۔ آپ نے اپنا ہاتھ پگڑی کے نیچے داخل کر کے اپنے سر مبارک کے اگلے حصّے کا مسح فرمایا اور پگڑی کو نہیں کھولا۔

جواب حدیث بالا کی سند درج ذیل ہے :-

حدثنا احمد بن صالح، ثنا ابن وھب، حدثنی معاویۃ بن صالح عن عبد العزیز بن مسلم عن ابی معقل عن انس بن مالك قال ...... (رواہ ابوداؤد باب المسح علی العمامۃ) اس روایت میں ابو معقل مجہول ہے۔

امام ابن حجرؒ کہتے ہیں :-

ابو معقل عن انس فی المسح علی العمامۃ مجھول (تقریب التقریب)	ابو معقل جو حضرت انسؓ سے پگڑی پر مسح کرنے کی روایت نقل کرتا ہے مجہول ہے۔

امام ذہبی کہتے ہیں :-

ابو معقل عن انس فی المسح علی العمامۃ لا یعرف (میزان الاعتدال)	ابو معقل جو حضرت انسؓ سے مسح علی العمامۃ کی روایت نقل کرتا ہے پہچانا نہیں جاتا۔

مندرجہ بالا حدیث مستدرک حاکم ۱/۱۶۹ اور ابن ماجہ ۱/۱۸۴
میں بھی ہے لیکن سند یہی ہے۔ قارئین کرام پہلی حدیث جو فیض احمد صاحب
نے صحیح مسلم کے حوالے سے نقل کی ہے وہ ادھوری نقل کی ہے یعنی صرف
پیشانی کے الفاظ نقل کئے ہیں اور پگڑی کے الفاظ چھپا گئے اور دوسری
حدیث جو ابوداؤد کے حوالے سے نقل کی ہے وہ باطل ضعیف ہے۔ لہٰذا
چوتھائی سر کا مفروضہ کالعدم ہوگیا۔ مزید ہمارا جواب ملاحظہ فرمائیے۔

پورے سر کا مسح کرنا فرض ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد
مبارک ہے :-

وامسحوا برؤسکم (سورۂ مائدہ) اور تم اپنے سروں کا مسح کیا کرو۔

قرآن مجید کی مندرجہ بالا آیت سے پورے سر کا مسح کرنا فرض ہوا اس
آیت کی روشنی میں چوتھائی سر کے مسح کو فرض قرار دینا باطل ہے۔ فیض صاحب
نے جو احادیث اس آیت کے مفہوم کو مقید کرنے کے لئے پیش کی ہیں وہ ضعیف
ہیں اور جو صحیح حدیث نقل کی ہے اس کی پوری عبارت نقل نہ کرکے دھوکا
دیا ہے۔ پورے سر کے مسح کی تائید میں صحیح حدیثیں درج ذیل ہیں :-

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے کسی شخص نے دریافت کیا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح وضوء فرمایا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ
بن زید رضی اللہ عنہ نے وضوء کرکے دکھایا۔ منجملہ اور باتوں کے انہوں نے
پورے سر کا مسح کرکے دکھایا۔ الفاظ ملاحظہ فرمائیے :-

(۱) ثم مسح رأسه بيديه ـ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فاقبل بهما وادبر بدأ بمقدم اپنے دونوں ہاتھوں سے (پورے)

رأسه حتی ذهب بهما الی قفاه ثم ردّهما الی المکان الذی بدأ منه (صحیح بخاری)	سر کا مسح فرمایا دونوں ہاتھوں کو آگے سے پیچھے لے گئے اور پیچھے سے آگے لے آئے (یعنی اپنے سر کے آگے سے مسح شروع کیا یہاں تک کہ ان کو اپنی گدی تک لے گئے پھر واپس اسی جگہ پہ لے آئے جہاں سے مسح شروع کیا تھا)۔

دوسری روایت میں الفاظ اس طرح سے آئے ہیں۔

ثم ادخل یده فمسح رأسه فاقبل بهما وادبر مرّةً واحدةً (صحیح بخاری)	پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک (برتن میں) ڈالا پھر اپنے سر کا مسح کیا (دونوں ہاتھوں کو) آگے سے پیچھے لے گئے اور پیچھے سے آگے لے آئے (یہ مسح) ایک مرتبہ کیا۔

ایک اور روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں :۔

ثم ادخل یده فی الاناء فمسح براسه فاقبل بیدیه وادبر بهما (صحیح بخاری)	پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک برتن میں داخل کیا پھر اپنے سر کا مسح فرمایا اپنے دونوں ہاتھوں کو آگے سے پیچھے لے گئے اور پیچھے سے آگے لے آئے۔

(٢) حضرت ربیع بنت معوذ کہتی ہیں :-

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توضأ عندھا ومسح برأسہ فمسح الرأس کلہ من فوق الشعر (رواہ ابوداؤد و الترمذی وقالا حدیث حسن۔ نیل الاوطار ۲۲۵/۱۔ وصحیح ابن ماجہ)

بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے ان کے ہاں وضوء کیا اور اپنے سر کا مسح کیا اور اپنے پورے سر کا مسح بالوں کے اوپر سے کیا۔

(٣) حضرت ابوحیہ کہتے ہیں میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ

توضأ ...... ومسح برأسہ مرۃً (رواہ الترمذی والنسائی التلیقا للالبانی علی المشکوٰۃ وسندہ صحیح ۱۲۹/۱)

انہوں نے وضوء کیا ...... اور اپنے سر کا ایک مرتبہ مسح کیا اور حضرت علیؓ نے یہ بھی فرمایا اسی حدیث میں موجود ہے کہ میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضوء دکھا رہا ہوں۔

(٤) حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ :-

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم مسح برأسہ (رواہ الترمذی والنسائی وسندہ صحیح قال الترمذی حدیث ابن عباسؓ حدیث حسن صحیح ۵۲/۱)

بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر مبارک کا مسح کیا۔

(٥) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ :-

رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وسلم توضأ فمسح رأسه	کو دیکھا آپ وضوء فرما رہے تھے۔
مرۃ (رواہ صحیح ابن ماجہ ۱/۷۳)	پھر آپ نے اپنے سر مقدس کا ایک مرتبہ مسح فرمایا۔

(٦) حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:۔

رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ	میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وسلم توضأ فمسح رأسه مرۃ	کو دیکھا آپ نے وضوء فرمایا اور ایک
(رواہ صحیح ابن ماجہ ۱/۷۳)	مرتبہ اپنے سر مبارک کا مسح فرمایا۔

(٧) حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
توضأ فمسح برأسه ..... (رواہ	سلم نے وضوء فرمایا پھر اپنے سر مبارک
صحیح ابن ماجہ ۱/۷۴ و فتح الربانی وسندہ صحیح)	کا مسح فرمایا......

(٨) حضرت معاویہ ابن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے آپ کے وضوء کا ذکر کیا اور وضوء کر کے دکھایا کہ

وانه مسح رأسه (فتح الربانی	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
۱/۳٦ وسندہ حسن ورجالہ کلھم ثقات	(وضوء فرمایا) اور اپنے سر کا مسح
وسکت عنہ ابوداؤد والمنذری)	فرمایا۔

(٩) حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ	بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ..... وکان یمسح رأسه	وسلم ...... ایک مرتبہ اپنے سر مبارک

مرۃً ..... (رواہ صحیح ابن ماجہ ورواہ کا مسح کیا کرتے تھے۔
ابوداؤد والترمذی والدارقطنی واحمد
الاحادیث الصحیحہ ص۳۶)

(۱۰) حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ مطہرہ رضی اللہ عنہا سے معلوم کیا گیا... .... کیف کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتوضأ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح وضوء کیا کرتے تھے ..... ثم مسحت رأسہا مسحۃ واحدۃ یعنی پھر حضرت عائشہؓ نے ایک مرتبہ اپنے سر کا مسح کیا۔ (رواہ النسائی کتاب الطہارت باب مسح المرأۃ راسہا دنیل الاوطار ۱/۲۳۸ وسندہ حسن)

مندرجہ بالا تمام احادیث مبارکہ سے پورے کا مسح کرنا ثابت ہوا اور قرآن شریف سے بھی پورے سر کا مسح کرنا ثابت ہوا اب بھی اگر کوئی چوتھائی سر کے مسح کو فرض قرار دے تو وہ اپنے ایمان کی خیر منائے۔

غلط فہمی جناب فیض احمد صاحب رقمطراز ہیں :۔

اگر تمام سر کا مسح کرنا فرض ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف چوتھائی سر کا مسح پر اکتفا نہ فرماتے اور اگر چوتھائی سر سے کم پر مسح فرض ہوتا تو بیان جواز کے لئے کم از کم ایک مرتبہ آپ اس پر عمل فرماتے لیکن پورے ذخیرہ احادیث میں ایک دفعہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عمل ثابت نہیں۔ اس تفصیل سے واضح ہوا کہ چوتھائی سر کا مسح کرنا فرض ہے اور تمام سر کا مسح کرنا سنت ہے۔ (نماز مدلل ص۲۴)

جواب قارئین کرام ہمیں فیض احمد صاحب کے بیان پر حیرت ہو رہی

ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمانِ مبارک موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ پورے سر کے مسح کو فرض قرار دے رہا ہے اور فیض احمد صاحب فرض کو سنت کے خانہ میں ڈال رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ یعنی اور تم اپنے سروں کا مسح کر لیا کرو (سورۂ مائدہ) (اِمْسَحُوْا) امر حاضر جمع کا صیغہ ہے اور امر حاضر حکم کے لئے ہی آتا ہے اور حُکم الٰہی یا حکمِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرض ہی رہے گا یہاں تک کہ کوئی ایسا قرینہ صارفہ نہ مل جائے جو اس کی فرضیت کو ساقط کر دے اور جب کوئی قرینہ صارفہ نہیں ہے تو یہ حکم فرضیت پر ہی دلالت کرے گا۔ لہٰذا قرآنِ مجید سے پورے سر کا مسح کرنا فرض ہوا۔

جناب فیض احمد صاحب پورے ذخیرہ احادیث میں چوتھائی سر کا مسح کرنے کا ثبوت ہی ناپید ہے۔ آپ لوگوں کو بلاشبہ دھوکا دے رہے ہیں واللہ کچھ سوچئے آپ اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دیں گے۔ قارئین کرام ذخیرہ احادیثِ نبوی میں صرف پورے سر کا مسح کرنا ہی فرض اور سنتِ موکدہ ہے۔ جس کا مطالعہ آپ سابقہ صفحات میں کر آئے ہیں۔ ہم نے دس احادیث پیش کی ہیں۔ علاوہ ازیں پھر آیت کی روشنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عمل کر کے بھی دکھا دیا ہے صحیحین اور دوسری مذکورہ بالا احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی جماعت پورے سر کا مسح کیا کرتی تھی یا پیشانی اور عمامہ پر مسح کرتے تھے۔ صرف پیشانی پر مسح کرنا کسی بھی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔ عمامہ پر مسح کرنا گویا پورے سر پر مسح کرنا ہے۔ الغرض چوتھائی

سر کے مسح کا مفروضہ باطل اور گمراہ کن ہے۔ مزید برآں کسی بھی صحیح یا ضعیف حدیث میں "چوتھائی" کا لفظ نہیں ہے۔

غلط فہمی | جناب فیض احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں :-

جمعہ کے دن غسل سنت ہے | حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے :-

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جاء احدکم الجمعۃ فلیغتسل (صحیح بخاری و صحیح مسلم و نماز مدلل ص۲۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی جمعہ کی نماز کے لئے آئے تو چاہیئے کہ غسل کرے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من توضأ یوم الجمعۃ فبہا و نعمت و من اغتسل فالغسل افضل (رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی مسند احمد مشکوٰۃ نماز مدلل ص۲۸)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ جو شخص جمعہ کے دن وضو بنائے تو ٹھیک ہے اور جو غسل کرے تو غسل افضل ہے۔

جواب | قارئین کرام جناب فیض احمد صاحب نے پہلی حدیث جو صحیحین سے نقل کی ہے۔ اس سے تو فرضیت ثابت ہو رہی ہے اور مزید فرض ہونے کے دلائل ہم انشاء اللہ آگے چل کر نقل کریں گے۔ دوسری حدیث جو ابوداؤد وغیرہ سے نقل کی ہے وہ ضعیف ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں ضعف کیا ہے:۔

رواہ ابوداؤد فی کتاب الطہارت باب فی الرخصۃ فی ترک

الغسل یوم الجمعة عن قتادة عن الحسن عن سمرۃ یہی روایت مسند امام احمد میں ہے۔ ۵/۸، ۱۱، ۱۵، ۱۶، ۲۲ عن قتادة عن الحسن عن سمرۃ و رواہ الدارمی عن قتادة عن الحسن عن سمرۃ ۱/۳۰۰، و رواہ الترمذی ۲/ ۳۶۹، عن قتادہ عن الحسن عن سمرۃ و رواہ النسائی جزء ۳/۹۴، عن قتادۃ عن الحسن عن سمرۃ۔ و رواہ ابن ماجہ ۱/۳۴۷،

مزید ضعف معلوم کرنے کے لئے ——————
—— تلخیص ابن حجر جزء ۲ ص۶۷ دیکھئے۔ ابن ماجہ میں اسی قسم کی ایک روایت حضرت انس سے مروی ہے۔ الفاظ یہ ہیں۔ من توضأ یوم الجمعة فبها ونعمت یجزی عنه الفریضة ومن اغتسل فالغسل افضل، اس حدیث کی سند میں یزید بن ابان الرقاشی ضعیف ہے۔ (تقریب التقریب)

امام ابن سعد، یحییٰ بن معین، شعبہ، امام احمد، یحییٰ بن سعید دارقطنی، یعقوب بن سفیان اور ابو حاتم نے یزید بن ابان کو ضعیف کہا ہے اور امام نسائی اور امام حاکم متروک الحدیث کہتے ہیں۔ امام ابن حبان کہتے ہیں یزید ابن ابی ابان الرقاشی اللہ کے نیک بندوں میں سے تھا اور بہت رونے والا شخص تھا مگر عبادت کرنے کی وجہ سے احادیث یاد کرنے سے غافل رہا اس لئے احادیث اس پر خلط ملط ہوگئیں۔ (تہذیب)

ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں :-

حدیثِ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے جو روایت ابن ماجہ میں

ہے، حدیث عبدالرحمن بن سمرہ جو طبرانی میں ہے، حدیث ابوسعید جو بزار میں ہے، حدیث جابرؓ جو ابن عدی میں ہے کلّھا ضعیفۃ تمام کی تمام ضعیف ہیں۔ (فتح الباری ۲/۳۶۲) علامہ ہیثمی کہتے ہیں۔ یہ حدیث یزید بن ابان الرقاشی کی وجہ سے ضعیف ہے۔ (مجمع الزوائد) الغرض اس سلسلہ میں جتنی بھی احادیث وارد ہوئی ہیں ان میں سے کوئی بھی قابلِ عمل نہیں ہے۔ علاوہ ازیں یہ روایات صحیحین کے بھی خلاف ہیں ملاحظہ فرمایئے :-

جمعہ کا غسل کرنا فرض یا سنت مؤکدہ ہے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں :-

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل یوم الجمعۃ واجب علی کل محتلم (صحیح بخاری و صحیح مسلم)	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ کے دن غسل کرنا ہر بالغ پر فرض ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں :-

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جاء احدکم الجمعۃ فلیغتسل (صحیح بخاری و صحیح مسلم)	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی جمعہ (کے دن) آئے تو اس کو چاہئے کہ غسل کرے۔

مندرجہ بالا دونوں حدیثوں سے جمعہ کے دن غسل کرنا فرض ثابت ہوا۔ اسی بنیاد پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو جو جمعہ کے دن غسل کر کے نہیں آیا تھا تنبیہ کی۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے

ہیں:-

ان عمر بن الخطاب بینما ھو قائم فی الخطبة یوم الجمعة اذ دخل رجل من المھاجرین الاولین من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فناداہ عمر ایة ساعة ھذہ؟ قال انی شغلت فلم انقلب الی اھلی حتی سمعت التاذین فلم ازد ان توضأت فقال والوضوء ایضًا وقد علمت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یأمر بالغسل (صحیح بخاری)

اس حال میں کہ عمرؓ بن الخطاب جمعہ کے روز کھڑے ہوئے خطبہ دے رہے تھے کہ ایک شخص مہاجرین اولین اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں میں سے مسجد میں داخل ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو پکارا کہ تمہارے آنے کا یہ کونسا وقت ہے۔ اس شخص نے کہا میں کسی کام میں مشغول تھا۔ میں واپس اپنے گھر نہیں گیا یہاں تک کہ میں نے یکایک اذان سنی۔ میں کچھ نہیں کر سکا بس وضوء کرکے آرہا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تم نے صرف وضو ہی کیا ہے، جبکہ تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (جمعہ کے دن) غسل کرنے کا حکم دیا کرتے تھے۔

قارئین کرام ذرا غور فرمائیے کہ اگر جمعہ کا غسل نفل ہوتا یا سنت غیر مؤکدہ ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس شخص کو یہ نہ کہتے کہ صرف وضوء کرکے آگئے ہو جب کہ تمہیں معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز غسل

کرنے کا حکم دیا کرتے تھے۔ لہٰذا اس حدیث سے جمعہ کے دن غسل کرنے کی فرضیت ثابت ہوئی۔

غلط فہمی فیض احمد صاحب فرماتے ہیں:۔

نماز ظہر کا وقت زوال شمس سے دو مثل سایہ تک ہے۔

صلی الظهر اذا كان ظلك مثلك والعصر اذا كان ظلك مثليك (نماز مولل سالہ وموطا امام مالك)	ظہر کی نماز پڑھ جب تیرا سایہ تیرے مساوی ہو اور عصر کی نماز پڑھ جب تیرا سایہ دو گنا ہو۔

جواب قارئین کرام جناب فیض احمد صاحب کو کوئی مرفوع صحیح حدیث تو ملی نہیں انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے قول پر ہی اکتفا کیا اور قول کو پورا نقل نہیں کیا کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے قول میں ایک ایسی بات موجود ہے جو حنفی مذہب کے خلاف ہے۔ ہم انشاءاللہ آگے چل کر آپ کو بتائیں گے۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ چیز ثابت شدہ ہے کہ جب کسی انسان کا سایہ اس کے برابر ہو جائے تو عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت نماز عصر پڑھا کرتے تھے۔ (رواہ النسائی وصحیح مسلم)

اب اگر کسی صحابی کا قول حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہے تو صحابی کے قول کو غلطی یا بھول پر محمول کیا جائے گا۔ بظاہر حضرت ابو ہریرہؓ کا قول حدیث کے خلاف نظر آتا ہے۔ اگر ہم حضرت ابوہریرہؓ کے قول میں اور حدیث میں تطبیق دینے کی کوشش کریں تو حضرت ابوہریرہؓ کے

قول میں اور حدیث میں تطبیق و مطابقت ہو سکتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول مجمل ہے۔ جس کو وضاحت کی سخت ضرورت ہے۔ آیئے ہم تطبیق دیتے ہوئے تفصیل بتلاتے ہیں۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ :۔

ان رجلا سئل رسول الله صلى	کسی شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
الله عليه وسلم عن وقت	وسلم سے نماز کے وقت کے بارے
الصلوٰة فقال له صل معنا	میں سوال کیا، رسول اللہ صلی اللہ
هٰذين يعني اليومين فلما	علیہ وسلم نے فرمایا تم دو دن ہمارے
زالت الشمس امر بلالًا فاذن	ساتھ نماز پڑھو۔ (پہلے دن) جب
ثم اُمره فاقام الظهر، ثم	سورج ڈھل گیا تو رسول اللہ صلی
امره فاقام العصر والشمس	اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کو حکم
مرتفعة بيضاء نقية، ثم	دیا (کہ وہ اذان دیں) حضرت بلالؓ
اُمره فاقام المغرب حين	نے اذان دی، پھر ان کو حکم دیا (کہ
غابت الشمس، ثم اُمره	وہ اقامت کہیں) حضرت بلال نے
فاقام العشاء حين غاب	ظہر کی اقامت کہی پھر آپ نے حضرت
الشفق ثم امره فاقام	بلالؓ کو حکم دیا کہ (وہ عصر کی اقامت
الفجر حين طلع الفجر	کہیں) تو حضرت بلالؓ نے عصر کی
فلما ان كان اليوم الثاني	اقامت کہی ایسے وقت جبکہ آفتاب
امره فابرد بالظهر،	بلند اور سفید چمکدار تھا۔ پھر آپ نے
فابرد بها فانعم ان يبرد	حضرت بلالؓ کو حکم دیا (کہ وہ مغرب

بها وصلى العصر والشمس مرتفعة اخرها فوق الذی كان۔ وصلى المغرب قبل ان يغيب الشفق، وصلى العشآء بعد ما ذهب ثلث اليل وصلى الفجر فاسفر بها ثم قال اين السائل عن وقت الصلوٰة؟ فقال الرجل انا يا رسول الله قال وقت الصلوٰة کم بين ما رايتم (صحیح مسلم باب اوقات الصلوات الخمس ۱/ ۲۲۸)

کی اقامت کہیں) تو حضرت بلال ؓ نے مغرب کی اقامت کہی ایسے وقت جبکہ آفتاب غروب ہوگیا، پھر آپ نے حضرت بلال ؓ کو حکم دیا (کہ وہ عشاء کی اقامت کہیں) تو حضرت بلال ؓ نے عشاء کی اقامت کہی جس وقت شفق غائب ہوگئی پھر آپ نے حضرت بلال ؓ کو حکم دیا (کہ وہ اقامت کہیں) تو حضرت بلال ؓ نے فجر کی اقامت کہی جس وقت فجر طلوع ہوگیا۔ پھر جب دوسرا دن ہوا تو آپ نے حضرت بلال ؓ کو حکم دیا کہ وہ ظہر کو ٹھنڈا کریں تو انہوں نے ظہر کو ٹھنڈا کیا یہاں تک کہ گرمی کی شدت کو توڑ دیا اور آپ نے عصر پڑھی اور سورج بلند تھا جو نماز آپ نے اس سے پہلے پڑھی تھی اس سے اس کو مؤخر کیا پھر آپ نے مغرب پڑھی اس سے قبل کہ شفق غائب ہو اور جب تہائی رات جاتی رہی تو آپ نے

عشاء پڑھی اور آپ نے فجر پڑھی اور
فجر کو اسفار میں پڑھا۔ پھر رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ سائل
کہاں ہے (جو نماز کے وقت کے بارے
میں سوال کر رہا تھا) اس شخص نے کہا
اے اللہ کے رسول میں یہاں ہوں۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا تمہاری نمازوں کے اوقات ان
دونوں دن کے اوقات کے جو تم نے
دیکھے درمیان میں ہیں۔

قارئین کرام منجملہ اور باتوں کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے دن عصر کو "مُرْتَفِعَةٌ بَيْضَاءُ نَقِيَّةٌ" یعنی آفتاب بلند سفید خوب چمکدار تھا یعنی ایک مثل پر پڑھی اور دوسرے دن عصر کو مُرْتَفِعَةٌ یعنی بلند تھا۔ دو مثل پر پڑھا۔ اگرچہ مندرجہ بالا حدیث میں ایک مثل یا دو مثل کے الفاظ نہیں ہیں مگر مندرجہ ذیل حدیث میں یہ الفاظ موجود ہیں۔ جس کی وضاحت ابن عباس رضی اللہ عنہ کر رہے ہیں:۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
وسلم أمّني جبريل عند البيت	بیت اللہ کے پاس دو مرتبہ حضرت
مرتين فصلى بي الظهر حين	جبریل علیہ السلام نے میری امامت
زالت الشمس وكانت قدر	کی۔ جب سورج ڈھل گیا اور (سایہ)

الشراك وصلى بي العصر حين
صار ظل كل شيءٍ مثله، وصلى
بي المغرب حين افطر الصائم
وصلى بي العشآء حين غاب الشفق
وصلى بي الفجر حين حرم
الطعام والشراب على الصائم
فلما كان الغد صلى بي الظهر
حين كان ظله مثله وصلى
بي العصر حين كان ظله مثليه
وصلى بي المغرب حين افطر
الصائم وصلى بي العشآء الى
ثلث الليل وصلى بي الفجر
فاسفر ثم التفت الي فقال
يا محمد هٰذا وقت الانبيآء
من قبلك والوقت ما بين
هذين الوقتين. (رواه ابوداؤد
والترمذي، التعليقات للالباني على
المشكوٰة ۱/۱۸۵ قال الترمذي حديث
حسن صحيح وصححه الحاكم والذهبي والنووي
وغيرهم واسناده حسن لذاته صحيح لغيره)

جوتی کے تسمے کے برابر ہو گیا حضرت
جبریلؑ نے مجھے ظہر کی نماز پڑھائی اور
جب ہر چیز کا (سایہ) اس کے مثل
ہو گیا تو مجھے عصر کی نماز پڑھائی اور
جب روزے دار روزہ افطار کرتا
ہے اس وقت حضرت جبریلؑ نے مجھے
مغرب کی نماز پڑھائی اور جب شفق
غائب ہو گئی تو مجھے عشاء کی نماز پڑھائی
اور جب روزے دار پر کھانا اور
پینا حرام ہو گیا تو مجھے فجر کی نماز پڑھائی
پھر دوسرا دن ہوا تو جس وقت اس
کا سایہ اس کے مثل (ہونے کے
قریب ہوا) تو حضرت جبریل علیہ السلام
نے مجھے ظہر کی نماز پڑھائی اور اس کا
(سایہ) جس وقت دو مثل ہوا تو حضرت
جبریل علیہ السلام نے مجھے عصر کی نماز
پڑھائی اور جس وقت روزے دار
روزہ افطار کر لیتا ہے (اس وقت)
حضرت جبریلؑ نے مجھے مغرب کی نماز
پڑھائی اور جس وقت رات تہائی ہو گئی

توحضرت جبریل علیہ السلام نے مجھے
عشآء کی نماز پڑھائی اور حضرت
جبریل علیہ السلام نے مجھے فجر کی نماز
پڑھائی اور فجر کو اسفار میں پڑھایا،
پھر حضرت جبریل علیہ السلام نے
میری طرف منہ کیا اور فرمایا اے محمد
(صلی اللہ علیہ وسلم) یہ انبیاء علیہم
السلام کے اوقات نماز ہیں جو میں
نے آپ کو بتا دیئے ہیں ان دونوں
وقتوں کے درمیان (تمہاری نمازوں
کے بھی) اوقات ہیں۔

قارئین کرام مندرجہ بالا حدیث اوقاتِ نماز کے سلسلہ میں واضح ہے۔ منجملہ اور باتوں کے اس حدیث سے اس بات کی وضاحت ہوئی کہ نماز عصر کا وقت ایک "مثل" سے شروع ہوتا ہے اور دو "مثل" تک (یا اس سے زیادہ وقت) تک رہتا ہے۔ حضرت حسین بن بشیر بن سلآم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ :-

دخلت انا ومحمد بن علی علی جابر بن عبد الله الانصاری۔ فقلنا له اخبرنا عن صلوٰة رسول الله صلی الله علیه وسلم۔	میں اور محمد بن علی حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ کے ہاں داخل ہوئے پھر ہم نے کہا کہ آپ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں بتلایئے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں :-

خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی الظہر حین زالت الشمس وکان الفیٔ قدر الشراک ثم صلی العصر حین کان الفیٔ قدر الشراک وظل الرجل ثم صلی المغرب حین غابت الشمس ثم صلی العشاء حین الشفق ثم صلی الفجر حین طلع الفجر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے اور آپ نے ظہر کی نماز ادا کی جب سورج ڈھل گیا اور اس کا سایہ جوتی کے تسمہ کے برابر تھا. پھر آپ نے عصر کی نماز ادا کی جب کسی آدمی کا سایہ (اس کے) قد کے برابر ہو گیا جوتے کے تسمے کے سایہ کے برابر سایہ چھوڑ کر. پھر آپ نے مغرب پڑھی جس وقت سورج غروب ہو گیا، پھر آپ نے عشاء پڑھی جب شفق غائب ہو گئی، پھر آپ نے فجر پڑھی جب فجر طلوع ہوئی۔

یہ اوقات پہلے دن کی نماز کے تھے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے دن کے نماز کے آخری اوقات بتائے :-

ثم صلی من الغد الظہر حین کان الظل طول الرجل، ثم صلی العصر حین کان ظل الرجل مثلیہ قدر ما یسیر الراکب سیر العنق الی ذی

پھر آپ نے دوسرے دن ظہر پڑھی جس وقت آدمی کا سایہ (اصلی سایہ کے علاوہ) اس کے برابر ہو گیا پھر آپ نے عصر ادا کی جب آدمی کا سایہ دو مثل ہو گیا (اور ابھی) اتنا دن باقی

الحليفة ثم صلى المغرب حين
غابت الشمس، ثم صلى العشاء
الى ثلث الليل او نصف الليل
شك زيدٌ ثم صلى الفجر
فاسفر (رواه النسائی کتاب الصلوٰة
باب آخر وقت المغرب وسندہ صحیح و
رواہ صحیح نسائی للالبانی ۱/۱۱۵)

تھا کہ اگر آدمی مدینہ سے اونٹ کا
سفر کرتا ہوا درمیانی چال سے چلے
تو شام تک وہ ذوالحلیفہ پہنچ سکتا
ہے (اور ذوالحلیفہ مدینہ سے چھ
میل پر ہے) پھر آپ نے نماز مغرب
ادا کی جب سورج ڈوب گیا، پھر نماز
عشاء ادا کی جب تہائی رات یا
نصف رات ہوئی۔ زید راوی کو
شک ہے پھر نماز فجر ادا کی جب
روشنی ہوگئی۔

مندرجہ بالا حدیث سے بھی یہ بات وضاحت سے معلوم ہوگئی کہ جب کسی آدمی کا سایہ اس کے قد کے برابر ہو جاتا ہے تو عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور دو مثل یا اس سے بھی زیادہ دیر تک رہتا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں :-

قال رسول الله صلى الله عليه
وسلم ان للصلوٰة اوّلا وآخرا
وانّ اوّل وقت الظهر حين
تزول الشمس وان آخر وقتها
حين يدخل وقت العصر و
ان اوّل وقت العصر حين

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
نماز کے اوّل اوقات بھی ہوتے ہیں
اور آخری اوقات بھی ہوتے ہیں
اور بے شک ظہر کا اوّل وقت (اس
وقت ہوتا ہے) جب سورج ڈھلتا
ہے اور ظہر کا آخری وقت جب ہوتا

یدخل وقتها وان آخر وقتها حین تصفر الشمس .... (رواہ النسائی والترمذی والحاکم وقال صحیح الاسناد وصححہ ایضاً ابن السکن)	ہے جب عصر کا وقت داخل ہوتا ہے اور بے شک عصر کا اوّل وقت (اس وقت ہوتا ہے) جس وقت اس کا وقت داخل ہوتا ہے اور اس کا آخری وقت وہ ہے جس وقت آفتاب زرد ہو جاتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نماز کے اوّل اوقات اور آخری اوقات بیان کر رہے ہیں۔ اب آپ ذرا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے اس پورے قول پر نظر ڈالیئے جو فیض احمد صاحب نے اپنی دلیل میں نقل کیا ہے۔

انه سأل ابا هريرة عن وقت الصلوٰة فقال ابو هريرة انا اخبرك صلّ الظهر اذا كان ظلّك مثلك والعصر اذا كان ظلّك مثليك والمغرب اذا غربت الشمس والعشآء ما بينك وبين ثلث الليل وصلّ الصبح بغليس يعني الغلس (رواه الموطا امام مالك)	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کسی شخص نے نماز کے اوقات کے بارے میں سوال کیا۔ حضرت ابوہریرہؓ نے کہا میں تجھے (اوقاتِ نماز کے بارے) میں خبر دیتا ہوں۔ تو ظہر پڑھ جب تیرا سایہ تیرے سایہ کے برابر ہو اور عصر ادا کر جب سایہ تیرے سے دوگنا ہو اور مغرب ادا کر جب سورج غروب ہو جائے اور عشاء ادا کر جب تیرے اور تہائی رات کے درمیان میں جو وقت ہو اور فجر ادا کر اندھیرے میں۔

قارئین کرام ایک مثل میں سے سایہ اصلی نکال دیا جائے تو ظہر کا وقت یقیناً باقی رہتا ہے۔ جب سایہ دو مثل ہو تو سایہ اصلی نکالنے کے بعد عصر کا وقت یقیناً رہتا ہے۔ ابو ہریرہؓ کے قول میں یہ کہاں ہے کہ عصر کا وقت شروع کب ہوتا ہے۔ دو مثل پر پڑھنے سے کون انکار کرتا ہے۔ سوال تو یہ ہے کہ شروع کب ہوتا ہے اور یہ چیز حضرت ابو ہریرہؓ کے اس قول میں نہیں ہے۔ وقت کب شروع ہوتا ہے اور کب ختم ہوتا ہے یہ چیز مندرجہ بالا احادیث میں جو حضرت ابو ہریرہؓ سے ہی مروی ہے ملاحظہ فرمایئے۔ مزید برآں حضرت جابر اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے جو احادیث ہم نے نقل کی ہیں ان میں بڑی وضاحت ہے، کیونکہ حضرت ابو ہریرہؓ کا قول مجمل ہے۔ اس لئے ان کے قول کو ان وضاحت شدہ احادیث پر محمول کیا جائیگا جن میں اوقات کے سلسلہ میں ہر چیز کو بڑی وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔

دوسری چیز جو اس اثر میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے اس شخص کو ایک حکم یہ بھی دیا تھا کہ صَلِّ الصُّبْحَ بِغَلَسٍ یعنی صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھ۔ جس کو فیض احمد صاحب حذف کر گئے۔ ان کے نزدیک جب دو مثل پر نماز عصر پڑھنا ضروری ہے غَلَس میں نماز صبح پڑھنا بھی ضروری ہوا۔ مگر فیض احمد صاحب اپنی کتاب نماز مدلل کے ص۳۷ پر نقل کر آئے ہیں کہ "اسفار" میں صبح کی نماز پڑھنا ضروری و افضل ہے۔ لہٰذا احناف کو اس اثر کی رو سے نمازِ صبح غلس میں پڑھنا چاہیئے۔ الغرض نماز عصر کا وقت سایہ کے ایک مثل کے برابر ہوتے ہی

شروع ہو جاتا ہے۔ اگرچہ نماز عصر کا وقت ایک مثل سے لے کر دو مثل یا سورج زرد ہونے سے پہلے پہلے رہتا ہے۔ اس وقت میں نماز عصر ادا کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ البتہ احناف کا نماز عصر صرف دو مثل پر ہی ادا کرنا اور ایک مثل پر ادا نہ کرنا مذہب پرستی کی دلیل ہے اور ان کا یہ عمل خلافِ سنّت بھی ہے اور ایمان کے منافی بھی۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عصر ہمیشہ ایک مثل پر پڑھا کرتے تھے یا دو مثل پر پڑھا کرتے تھے۔ الحمد للہ یہ چیز بھی احادیث صحیحہ میں بدرجہ اتم موجود ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يصلي العصر والشمس مرتفعة حيّة فيذهب الذاهب الى العوالي فياتي العوالي والشمس مرتفعة (صحیح بخاری جزء ۱/۴۵ وصحیح مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عصر ادا کرتے تھے اور آفتاب بلند ہوتا (اور) دھوپ خوب تیز ہوتی۔ جانے والا مدینہ کی بلندی پر جاتا (اور وہاں) بلندی پر پہنچ جاتا اور سورج بلند ہوتا۔

قارئین کرام "کان یصلی العصر" فعل استمراری ہے۔ یہ چیز گرامر کے مطابق نماز عصر جلدی پڑھنے پر دلیل ہے۔

كنا نصلي العصر ثم يخرج الانسان الى عمرو بن عوف فيجد هم يصلون العصر

ہم عصر کی نماز پڑھا کرتے تھے۔ ہم میں سے کوئی عمرو بن عوف کے (محلّہ) جاتا تھا وہ ان کو اس حال

(صحیح بخاری وصحیح مسلم) میں پاتا تھا کہ وہ نماز عصر پڑھتے ہوتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:۔

صلی لنا رسول اللہ علیہ وسلم العصر فلما انصرف اتاہ رجل من بنی سلمۃ فقال یارسول اللہ انا نرید ان ننحر جزورًا لنا ونحن نحبّ ان تحضرھا قال نعم فانطلق وانطلقنا معہ فوجدنا الجزور لم تنحر فنحرت ثم قطعت ثم طبخ منھا ثم اکلنا قبل ان تغیب الشمس (صحیح مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز عصر پڑھائی، پھر جب آپ نے سلام پھیرا تو ایک شخص بنو سلمہ سے آپ کے پاس آیا اس نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے ایک اونٹنی نحر کرنے کا ارادہ کیا ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ آپ بھی شریک ہوں۔ آپ نے فرمایا اچھا۔ پھر آپ چلے اور ہم بھی آپ کے ساتھ چلے۔ ہم نے اونٹنی کو اس حال میں پایا کہ وہ نحر نہیں کی گئی تھی۔ پھر وہ نحر کی گئی۔ پھر اس کے ٹکڑے کئے گئے۔ پھر اس کو پکایا گیا۔ پھر ہم نے کھایا اس سے قبل کہ سورج غروب ہوتا۔

قارئین کرام یہ حدیث بھی ایک مثل پر ہونے کی دلیل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز عصر ادا کر کے بنو سلمہ جانا۔ جانے کا وقت،

پھر اونٹنی کو نحر کرنا، نحر کرنے کا وقت، کھال اتارنا، بکرے کرنا اور پکانے کا وقت اور پھر کھانے کا وقت لیکن سورج کا غروب نہ ہونا یہ تمام کام دو مثل سایہ ہو جانے کے بعد غروب آفتاب سے پہلے نہیں ہو سکتے۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی العصر والشمس مرتفعۃ وبعض العوالی من المدینۃ علی اربعۃ امیال اونحوہ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عصر ادا کیا کرتے تھے اور سورج بلند ہوتا دھوپ خوب تیز ہوتی، کوئی جانے والا مدینہ کی بلندی پر جاتا پھر ان لوگوں کے پاس ایسے وقت پہنچ جاتا تھا سورج بلند ہوتا اور مدینہ کی بعض عوالی چار میل کے لگ بھگ تھی۔

قارئین کرام مدینہ کی بلندی پر چار میل پیدل جانے کے باوجود بھی سورج بلند اور صاف تھا یہ چیز بھی قابل غور ہے۔ مزید برآں جناب فیض احمد صاحب تحریر کرتے ہیں کہ "ائمہ ثلاثہ" اور صاحبین کی تحقیق میں ظہر کا وقت ایک مثل ہے۔ (نماز مدلل ص۱۴) یعنی امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ اور امام محمد اور قاضی ابو یوسف کا کہنا ہے کہ ظہر کا آخری وقت ایک مثل تک رہتا ہے۔ ایک مثل پر عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔

جناب قارئین ان ائمہ رحمۃ اللہ علیہم کی تحقیق احادیث نبوی سے کس قدر مطابق ہے اور یہی ہمارا کہنا ہے۔ الغرض امام ابو حنیفہؒ کے دو شاگردوں کا متفق علیہ فیصلہ ہے کہ نماز عصر کا وقت ایک مثل سے شروع

ہوتا ہے اور یہ حنفی مذہب کے لئے ان کے گھر کی گواہی ہے اور امام ابو حنیفہؒ کا بھی یہی قول ہے ۔ (ہدایہ)

غلط فہمی | جناب فیض احمد صاحب لکھتے ہیں :-

"کہ اذان میں ترجیع نہیں ہے۔" (نماز مدلل ص۵۷)

جواب | قارئین کرام جناب فیض احمد صاحب کا یہ کہنا کہ اذان میں ترجیع نہیں ہے محض گمان اور قیاس پر مبنی ہے۔ جناب فیض احمد صاحب کا یہ کہنا کہ ترجیع والی اذان حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کے لئے ہی مخصوص ہے۔ محض یہ بھی قیاس ہے۔" جناب فیض احمد صاحب کا کہنا کہ توحید اور رسالت کا عقیدہ راسخ کرنے کے لئے انکو ترجیع کا حکم دیا گیا" محض گمان ہے۔ اِن کے پاس اس بات کا کوئی ثبوت نہیں۔ جیسا کہ احناف کا طریقہ ہے کہ جب ان کو کسی سنّت پر عمل نہیں کرنا ہوتا تو قیاس آرائیاں کر کے اس سنّت کو چھوڑ دیتے ہیں۔ کچھ اسی قسم کا رویّہ اس حدیث کے ساتھ بھی کیا جا رہا ہے۔

آیئے حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جس کو ابو محذورہ رضی اللہ عنہ روایت کر رہے ہیں مطالعہ کرتے ہیں۔ حضرت عبدُاللہ بن محیریز کہتے ہیں کہ :-

کان یتیمًا فی حجر ابی محذورۃ	انہوں نے حضرت ابو محذورہ رضی
حین جھزہ الی الشام قال	اللہ عنہ کی گود میں پرورش پائی،
فقلت لابی محذورۃ یا عمّ انی	جس وقت شام کے لئے انہوں نے
خارج الی الشام واخشی ان	ان کا سامانِ سفر تیار کیا۔ وہ کہتے

اسئل عن تاذينك ۔

ہیں میں نے حضرت ابومحذورہ رضؓ سے کہا اے چچا میں شام کی طرف جا رہا ہوں اور مجھے ڈر ہے کہ مجھ سے آپ کی اذان کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

یعنی مجھے وہ ترجیع والی اذان بتائیے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو سکھائی تھی۔ اگر یہ اذان مخصوص ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کے لئے ہوتی تو کیا وہ یہ اذان عبداللہ کو سکھاتے ؟

ان ابا محذورة قال له نعم خرجت في نفر فكنا ببعض طريق حنينٍ فقفل رسول الله صلى الله عليه وسلم من حنينٍ فلقينا رسول الله صلى الله عليه وسلم ببعض الطريق فاذن موذن رسول الله صلى الله عليه وسلم فسمعنا صوت الموذن ونحن متنكبون، فصرخنا نحكيه ونستهزئ به فسمع رسول الله صلى الله عليه وسلم

حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ نے کہا اچھا (سکھاتا ہوں) ابومحذورہ رضؓ کہتے ہیں کہ میں لوگوں میں نکلا اور ہم حنین کے بعض راستہ میں تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حنین سے واپس آرہے تھے۔ پھر راستہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے ملاقات کی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موذن نے نماز کے لئے اذان دی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہم نے موذن کی اذان سنی۔ اس حال .

الصوت فارسل الينا الى ان
وقفنا بين يديه قال رسول
الله صلى الله عليه وسلم ايكم
الذى سمعت صوته قد ارتفع
فاشار القوم كلهم الى و
صدقوا فارسل كلهم و
حبسنى فقال ثم فاذن
بالصلوٰة فقمت ثم دعانى
حين قضيت التاذين فاعطانى
صرة فيها من فضة ثم وضع
يده على ناصيته ابى محذورة
ثم مرها على وجهه مرتين
ثم مرتين على يديه ثم على
كبده ثم بلغت يد رسول
الله صلى الله عليه وسلم
سرة ابى محذورة ثم قال
رسول الله صلى الله عليه و
سلم بارك الله فيك فقلت
يارسول الله مرنى بالتاذين
بمكة، فقال قد امرتك به

ہیں کہ ہم کودتے پھاندتے چلے جا رہے
تھے۔ پھر ہم چیخ چیخ کر اذان دینے
لگے اور ہم ہنس بھی رہے تھے۔ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری آواز
سنی۔ آپ نے ہمیں طلب کیا ہم آپ
کے سامنے آکر کھڑے ہو گئے۔ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم
میں سے وہ کون ہے جس کی آواز
میں نے سنی ہے؟ وہ یقیناً بلند
آواز تھی۔ تمام لوگوں نے میری طرف
اشارہ کیا اور انہوں نے سچ کہا۔
پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
تمام لوگوں کو واپس بھیج دیا اور مجھے
روک لیا۔ پھر آپ نے فرمایا کھڑے
ہو جاؤ اور نماز کے لئے اذان دو۔
پھر میں کھڑا ہوا اور میں نے اذان
دی) جس وقت میں نے اذان پوری
کر لی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے مجھے ایک تھیلی دی جس میں کچھ چاندی
تھی۔ پھر آپ نے اپنا دست (مبارک)

وذهب کل شئ کان لرسول الله صلی الله علیه وسلم من کراهیة وعاد محبة رسول الله صلی الله علیه وسلم (رواه النسائی وابوداؤد و ابن ماجہ وسندہ حسن وصحیح الحدیث، رواہ ایضا احمد وابوداؤد والدارقطنی والحاکم والطبرانی والشافعی والبیہقی وقال الترمذی حدیث حسن صحیح تلخیص ابن ۱/۲۰۰) (الحدیث ثابت فی غیر صحیح البخاری لکن فی روایہ المصنف زیادۃ وسندہ صحیح درجالہا ثقات مجمع الزوائد)

میری پیشانی پر رکھا پھر آپ نے اپنا دستِ (مبارک) دو مرتبہ میرے چہرہ پر پھیرا، پھر دو مرتبہ اپنا دستِ (مبارک) ہاتھوں پر (پھیرا) پھر دو مرتبہ جگر پر پھیرا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہیں برکت عطا فرمائے میں نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھے حکم دیجئے کہ میں مکہ میں اذان (ترجیع دوں، رسول اللہ صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم مکہ میں اذان دو پھر میرے اندر سے ہر وہ چیز جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ناشائستہ تھی وہ سب جاتی رہی اور محبّت رسول صلی اللہ علیہ وسلم لوٹ آئی۔

فقدمت علی عتاب بن اُسید عامل رسول الله صلی الله علیه وسلم بمکة فاذنت معه

پھر میں عتاب بن اسید عامل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مکہ میں پہنچا تو میں نے حکم رسول اللہ

بالصلوٰۃ عن امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ان صلی اللہ علیہ وسلم (رواہ النسائی کے ساتھ نماز کی اذان دی۔
وابوداؤد وابن ماجہ وصحیح ابن حبان
والبیہقی وسندہ حسن)

قارئین کرام جو توجیہ جناب فیض احمد صاحب نے اس حدیث کی کی ہے وہ محض قیاس آرائی اور سنّت کو چھوڑنے کا بہانہ ہے۔ ورنہ مندرجہ بالا حدیث میں ان کی توجیہ کہیں نہیں ملتی۔ آپ کے سامنے عبارت اور ترجمہ موجود ہے۔ آپ خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ جو مطلب جناب فیض احمد صاحب نے نکالا ہے کیا وہ صحیح ہے؟ ظاہر ہے کہ وہ صحیح نہیں ہے۔ اگر یہ اذان خاص ہوتی تو جب حضرت عبداللہ بن محیریز نے حضرت ابومحذورہؓ سے کہا تھا کہ ترجیع والی اذان مجھے سکھا دیجئے تو ان کو کہنا چاہیئے تھا کہ یہ اذان تو میرے لئے خاص ہے میں تمہیں نہیں سکھا سکتا۔ پھر حضرت ابومحذورہؓ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نہ کہتے کہ آپ مجھے ترجیع والی اذان کے لئے مکہ شریف میں مقرر کر دیجئے یا اگر ابومحذورہؓ نے یہ بات کہی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہنا چاہیئے تھا کہ اے ابومحذورہؓ ترجیع والی اذان صرف تمہارے لئے ہی مخصوص ہے۔ بہرحال ترجیع والی اذان نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص کی اور نہ حضرت ابومحذورہؓ نے خاص کی، جناب فیض احمد صاحب بلاوجہ خاص کر کے ایک سنّت کو چھوڑنے پر تلے ہوئے ہیں۔

الغرض اذانِ ترجیع دینا عین سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے

مسلسل نہیں تو کبھی کبھی ضرور دینی چاہیئے اور اس سنّت کو زندہ کرنا چاہیئے جس کو لوگ چھوڑ بیٹھے ہیں۔ مگر الحمد للہ جماعت المسلمین اس سنّت پر عمل پیرا ہے اور مردہ سنّت زندہ کر رہی ہے۔ جناب فیض احمد صاحب سے گذارش ہے کہ وہ ایسے فتووں سے گریز کریں جس سے لوگ گمراہ ہو جائیں اور اس حدیث کے مصداق بن جائیں کہ ضَلُّوْا فَاَضَلُّوْا (صحیح بخاری) یعنی خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

غلط فہمی | جناب فیض احمد صاحب فرماتے ہیں :-

اقامت کے سترہ کلمات ہیں۔

(۱) حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے :-

ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم علمہ الاقامۃ سبع عشرۃ کلمۃ (نماز مدلل ص۶۲)

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو محذورہؓ کو اقامت کے سترہ کلمات کی تعلیم دی۔

(۲) حضرت ابو محذورہؓ کی مرفوع حدیث ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اقامت کے سترہ کلمات کی تعلیم دی۔ (نماز مدلل ص۶۲)

(۳) حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے خواب میں فرشتے سے اذان و اقامت سنی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصویب و تائید فرمائی تھی۔ اس مرفوع حدیث کے بعض طرق میں یہ الفاظ ہیں :-

فاذن مثنی مثنی واقام مثنی مثنی (نماز مدلل ص۶۳)

کہ اذان دو دو کلمے کہی اور اقامت دو دو کلمے کہی۔

(۴) حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث میں اذان کا ذکر

ہے۔ اس کے بعد ہے :-

ثم قام فقال مثلها الا انه زاد بعد ما قال حی علی الفلاح قد قامت الصلوٰۃ (حوالہ مذکور)

یعنی کہ فرشتہ نے اذان کے کلمات کے برابر اقامت کے کلمات کہے۔ لیکن حی علی الفلاح کے بعد قد قامت الصلوٰۃ کا اضافہ کیا۔

⑤ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا فرشتہ والی حدیث ایک اور سند سے یوں مروی ہے :-

أنه رأى الاذان مثنى مثنى والاقامة مثنى مثنى قال فاتيت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاخبرته فقال علمهن بلالا (حوالہ مذکور)

کہ حضرت عبداللہ بن زیدؓ نے خواب میں اذان کے کلمات دو دو دفعہ اور اقامت کے کلمات دو دو دفعہ سنے حضرت عبداللہ فرماتے ہیں پھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو اس واقعہ کی اطلاع دی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت بلال کو ان کلمات کی تعلیم دو۔

⑥ حضرت اسودؒ تابعی فرماتے ہیں :-

ان بلالاً كان مثنى الاذان و مثنى الاقامة (نماز مدلل ص۱۲۶)

حضرت بلال اذان اور اقامت کے کلمات دو دو دفعہ کہتے تھے۔

⑦ حضرت ابوجحیفہ فرماتے ہیں :-

ان بلالاً کان یوذّن للنبی صلی اللہ علیہ وسلم مثنی مثنی ویقیم مثنی مثنی (حوالہ مذکور)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اذان (کے کلمات) دو دو دفعہ کہتے تھے اور اقامت کے (کلمات) دو دو دفعہ کہتے تھے۔

⑧ حضرت عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں :-

سمعت ابا محذورة یوذّن مثنی مثنی ویقیم مثنی مثنی (حوالہ مذکور)

یعنی حضرت ابو محذورہؓ اذان دو دو دفعہ اور اقامت دو دو دفعہ کہتے تھے۔

⑨ حضرت سویدؒ فرماتے ہیں :-

سمعت بلالاً یوذّن مثنی و یقیم مثنی (نماز مدلل ص۶۵)

یعنی حضرت بلالؓ اذان دو دو دفعہ اور اقامت دو دو دفعہ کہتے تھے۔

⑩ حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کے بارے میں حدیث ہے :-

مثنی الاقامة (حوالہ مذکور)

کہ حضرت سلمہ اقامت دو دو دفعہ کہتے تھے۔

⑪ حضرت ابراہیم فرماتے ہیں :-

کان ثوبان یوذّن مثنی و یقیم مثنی (حوالہ مذکور)

حضرت ثوبانؓ اذان دو دو دفعہ اور اقامت دو دو دفعہ کہتے تھے۔

جوابات | قارئین کرام اب آپ سلسلہ وار جوابات ملاحظہ فرمائیے:-

حدیث (۱) اور حدیث (۲) جو حضرت ابو محذورہؓ سے مروی ہیں جس میں یہ الفاظ مذکور ہیں کہ" اقامت کے الفاظ سترہ ۱۷ ہیں"۔ یہ الفاظ صرف ترجیع والی اذان کے ساتھ مخصوص ہیں۔ جب اذان کے کلمات ترجیع والے ہوں گے تو اقامت دو دو مرتبہ ہوگی اور اگر اذان کے کلمات ترجیع والی اذان کے نہیں ہوں گے تو اقامت کے الفاظ ایک ایک مرتبہ ہوں گے۔ لہذا حضرت ابو محذورہؓ والی حدیث جو ترجیع کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہے وہ حدیث صحیح ہے۔ مگر وہ حدیث احناف کی دلیل نہیں بنتی۔ حضرت ابو محذورہؓ والی حدیث کو دلیل بنانا محض دھوکا اور فریب دینا ہے۔

حدیث (۳) جو حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، مخدوش ہے۔ امام ترمذی کہتے ہیں۔ عبدالرحمٰن بن ابی لیلی لم یسمع من عبداللہ بن زید یعنی عبدالرحمن بن ابی لیلی نے حضرت عبداللہ بن زید سے کچھ نہیں سنا مزید برآں ابن ابی لیلی ھو محمد بن عبد الرحمٰن بن ابی لیلی کان قاضی الکوفۃ ولم یسمع من ابیہ شیئاً الا انہ یروی عن رجل عن ابیہ (رواہ الترمذی ۱/۲/۲۷۳) یعنی ابن ابی لیلی وہ محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلی ہیں یہ کوفہ کے قاضی تھے انہوں نے اپنے باپ سے کچھ نہیں سنا مگر وہ روایت کرتے ہیں عَنْ رَجُلٍ عن ابیہ۔ لہذا یہ حدیث بھی ضعیف ہے۔ مزید برآں امام احمد محمد شاکر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:۔

وممایؤید ایضاً قول الدارقطنی	اور اس بات کی تائید امام دارقطنیؒ
بعد روایتہ من طریق ابی سعید	کے قول سے (بھی) ہوتی ہے ابو سعید

الا شجّ باسناده ها۔ ! ابن ابی لیلی ھو قاضی محمد بن عبد الرحمٰن ضعیف الحدیث سیئ الحفظ وابن ابی لیلی یعنی عبدالرحمٰن لایثبت سماعه من عبد الله بن زید وقال الاعمش والمسعودی عن عمرو بن مرّة عن ابن ابی لیلی عن معاذ بن جبل ولا یثبت والصواب ما رواه الثوری وشعبة عن عمرو بن مرّة وحسین بن عبدالرحمٰن عن ابن ابی لیلی مرسلا (رواه الترمذی ۱/ ۳۷۲)

اشج کے طریق سے روایت کرنے کے بعد اسی سند کو وہاں نکالا ہے (کہتے ہیں) ابن ابی لیلی یہ قاضی محمد بن عبدالرحمٰن ہیں۔ ضعیف الحدیث ہیں۔ خراب حافظہ کے ہیں اور ابن ابی لیلی یعنی عبدالرحمٰن ان کی سماعت عبداللہ بن زیدؓ سے ثابت نہیں ہے اور کہتے ہیں اعمش اور المسعودی عن عمرو بن مرّہ عن ابن ابی لیلی عن معاذ بن جبل (یہ سند بھی) ثابت نہیں ہے اور ثوری اور شعبہ نے عمرو بن مرّہ اور حسین بن عبدالرحمٰن اور ابن ابی لیلی سے جو روایت کیا ہے حقیقت میں وہ مرسل ہے۔

علاوہ ازیں اکثر ائمہ نے محمد بن ابی لیلی کو ضعیف کہا ہے۔ دیکھئے تہذیب التہذیب ۳۰۲/۹) الغرض یہ حدیث بھی کالعدم ہے۔

حدیث (۴) یہ حدیث بھی حضرت عبدؓاللہ بن زید سے مروی ہے۔ مگر ضعیف ہے۔ اس حدیث کی سند میں ایک راوی "المسعودی" ہیں۔ ان کا حافظہ آخری عمر میں خراب ہو گیا تھا۔ اب یہ نہیں معلوم ہوتا کہ حافظہ خراب ہونے کے بعد یہ حدیث روایت کی ہے یا حافظہ صحیح کی حالت

ہیں اور اس راوی کے بارے ہیں امام دارقطنی کا قول اوپر گذر چکا ہے لہذا یہ حدیث ضعیف ہے۔

حدیث ⑤ یہ حدیث بھی حضرت عبداللہؓ بن زید سے مروی ہے۔ مگر یہ حدیث بھی معلول ہے۔ ابوبکر بن عیاش ان کا حافظہ آخری عمر میں خراب ہوگیا تھا۔ معلوم نہیں حافظہ بگڑنے کے بعد یہ حدیث روایت کی ہے یا حافظہ صحیح ہونے کی حالت میں۔ (تقریب التقریب) امام حاکم اور امام بیہقی لکھتے ہیں الروایات عن عبد اللہ بن زید فی ھذا الباب کلّھا منقطعۃ (نیل الاوطار ۲/۱۰۷) یعنی عبداللہؓ بن زید سے اس باب میں جتنی بھی روایات ہیں سب منقطع ہیں۔ لہذا یہ حدیث بھی بے کار ہے۔

حدیث ⑥ یہ حدیث حضرت سلمہؓ بن اکوع سے مروی ہے اور یہ اثر بھی ضعیف ہے۔ اس اثر کی سند میں ابراہیم بن اسماعیل بن مجمع الانصاری ابو اسحاق المدنی ضعیف ہے۔ (تقریب التقریب) امام ابن معین کہتے ہیں یہ ضعیف ہے بلکہ کچھ بھی نہیں ہے۔ ابو حاتم کثیر الوہم لیس بالقوی کہتے ہیں، امام بخاریؒ کثیر الوہم کہتے ہیں، امام نسائیؒ بھی ابراہیم بن اسماعیل کو ضعیف کہتے ہیں۔ ابن عدی ضعیف کہتے ہیں، امام حاکم کہتے ہیں یہ قوی نہیں ہے، امام ابوداؤد ضعیف و متروک الحدیث کہتے ہیں، امام ابن حبان کہتے ہیں کہ ابراہیم بن اسماعیل اسناد کو خلط ملط کر دیا کرتا تھا اور مراسیل کو مرفوع کر دیا کرتا تھا۔ (تہذیب التہذیب)

اثر ⑦ یہ اثر اسود بن یزید سے مروی ہے۔ کہتے ہیں کہ حضرت

بلالؓ اذان اور اقامت کے الفاظ دو دو مرتبہ کہتے تھے۔ یہ اثر بھی منقطع ہے۔ امام ابن جوزی "التحقیق" میں کہتے ہیں۔ اسود نے بلالؓ کو نہیں پایا۔(نصب الرایۃ جزء اول ۲۶۹/.) لہٰذا یہ اثر بھی ضعیف ہے۔

اثر ⑧ یہ اثر ابو جحیفہؓ سے مروی ہے کہ حضرت بلالؓ اذان اور اقامت کے الفاظ دو دو مرتبہ کہتے تھے۔ یہ اثر بھی منکر ہے۔ زیاد بن عبداللہ البکائی صدوق ثبت فی المغازی (تقریب) یعنی یہ سچا ہے اور مغازی میں ٹھیک ہے۔ وفی حدیثہ عن غیر ابن اسحاق لینٌ (تقریب) ابن اسحاق کے علاوہ اس کی حدیث میں کمزوری ہوتی ہے۔ اس لئے امام بخاری نے اس سے مقروناً روایت کیا ہے۔ (تقریب التقریب وتہذیب التہذیب) یحییٰ بن معین امام نسائی اور امام ابو داؤد ضعیف کہتے ہیں۔ ابن حبان کہتے ہیں فاحش الخطاء کثیر الوھم لا یجوز الاحتجاج بخبرہ اذا انفرد (تہذیب) یعنی فحش غلطی کرتا ہے اور بہت زیادہ وہمی ہے۔ جب منفرد روایت کرے تو اس سے حجت (بالکل) جائز نہیں۔ ابن مدینی ضعیف کہتے ہیں اور دوسرے ائمہ نے بھی اسے ضعیف کہا ہے، وَمِنْ مَناکیرہٖ، اور اس سے منکر روایات بھی مروی ہیں۔ ان میں سے یہ روایت بھی منکر ہے کہ حضرت بلالؓ دو دو مرتبہ اذان اور اقامت کے الفاظ کہا کرتے تھے (میزان الاعتدال ۹۱/۲) لہٰذا یہ الفاظ منکر ہیں۔ ناقابل احتجاج ہیں۔ یہ الفاظ بھی اس سے منقول ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم خندق کو کوئی نماز نہیں پڑھی یہانتک کہ سورج غروب ہو گیا وغیرہ وغیرہ (میزان الاعتدال)

اثر ⑨ جو عبدالعزیز بن رُفیع سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابومحذورہ کو دو دو مرتبہ اذان کے کلمات اور دو دو مرتبہ اقامت کے کلمات کہتے ہوئے سنا ہے۔ مگر یہ اثر بھی منقطع اور ضعیف ہے۔ امام بیہقی نے امام حاکم کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ أَنَّ عَبْدَ الْعَزِيز لَمْ يُدْرِكْ أَبَا مَحْذُورَةَ (نصب الرایہ ۱/ ۲۶۹) یعنی عبدالعزیز نے ابومحذورہؓ کو نہیں پایا۔ لہذا یہ اثر منقطع ہے۔ مزید برآں اس اثر کی سند میں ایک اور علت بھی موجود ہے۔ شريك بن عبد الله النخعي الكوفي، القاضي بواسط، ثم الكوفة، ابوعبدالله صدوق يخطئُ كثيرًا، تغير حفظه منذ ولى القضاء بالكوفة (تقریب التقریب) شریک بن عبداللہ سچے ہیں۔ مگر بہت زیادہ غلطیاں کرتے ہیں۔ جب سے کوفے کے قاضی بنے ان کا حافظ خراب ہوگیا تھا۔ عبدالحق کہتے ہیں (تہذیب) پھر ان کے پاس منکر روایات بھی ہیں اور یہ روایت بھی منکر ہے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابومحذورہؓ کو حکم دیا تھا ان يقيم واحدةً واحدةً (رواہ الدارقطنی وحسنہ، فتح الباری ۲/ ۸۴) یعنی یہ کہ اقامت کے الفاظ ایک ایک مرتبہ کہیں یعنی جب اذان بغیر ترجیع کے ہوگی تو ایسی اذان کے ساتھ اقامت کے کلمات ایک ایک مرتبہ کہے جائیں گے اور اگر اذان ترجیع والی ہوگی تو اقامت کے الفاظ دو دو مرتبہ کہے جائیں گے کیونکہ ترجیع والی اذان کے ساتھ اقامت کے الفاظ دو دو مرتبہ مخصوص ہیں۔

نوٹ :۔ یہ بات یاد رہے کہ امام مسلم نے شریک بن عبداللہ سے متابعت میں روایت لی ہے۔ (تہذیب)

اثر ⑩ یہ اثر سوید بن غفلہ سے مروی ہے۔ سوید کہتے ہیں میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو دو دو مرتبہ اذان کے کلمات اور دو دو مرتبہ اقامت کے کلمات کہتے ہوئے سنا ہے۔ من روایۃ سوید بن غفلۃ ان بلالاً کان یثنی الاذان والاقامۃ وادعی الحاکم فیہ الانقطاع ۔ (تلخیص ابن حجر، نصب الرایۃ و نیل الاوطار) یعنی سوید بن غفلہ کہتے ہیں بلال رضی اللہ عنہ دو دو مرتبہ اذان اور اقامت کہتے تھے۔ امام حاکم کہتے ہیں کہ یہ اثر منقطع ہے۔ مگر حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ طحاوی کی روایت میں "سمعت بلالاً" ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سوید نے بلال رضی اللہ عنہ سے سنا ہے۔ (نیل الاوطار)

پھر یہ اثر صحیح بخاری و صحیح مسلم کے بھی خلاف ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ اذان کے کلمات دو دو مرتبہ کہتے رہیں اور اقامت کے کلمات ایک ایک مرتبہ کہتے رہیں سوائے قَدْ قَامَت الصلوٰۃ کے۔ مصنف عبدالرزاق میں ہے، حضرت انس بن مالک رضی اللہ فرماتے ہیں کہ

کان بلال یثنی الاذان و یوتر الاقامۃ الا قولہ قد قامت الصلوٰۃ قد قامت الصلوٰۃ (رواہ عبدالرزاق فی مصنفہ)	حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان کے الفاظ دو دو مرتبہ کہا کرتے تھے اور اقامت کے الفاظ ایک ایک مرتبہ کہا کرتے تھے سوائے قد قامت

۲۶۴/۱ و فتح الباری ۲/ ۸۳ و سندہ الصلوٰۃ قد قامت الصلوٰۃ کہے۔
صحیح متصل)

حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی فرماتے ہیں :۔

اُمر بلال ان یشفع الاذان ویوتر الاقامۃ (رواہ عبد الرزاق فی مصنفہ و سندہ صحیح)	حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا کہ اذان کے الفاظ دو دو مرتبہ کہے اور اقامت کے الفاظ ایک ایک مرتبہ کہے۔

الغرض سوید بن غفلہ سے جو اثر مروی ہے۔ وہ صحیح مرفوع احادیث کے بھی خلاف ہے۔ لہذا کالعدم ہے۔

اثر (۱۱) یہ اثر ابراہیم نخعی سے مروی ہے۔ ابراہیم کہتے ہیں کہ حضرت ثوبانؓ اذان کے کلمات دو دو مرتبہ اور اقامت کے الفاظ دو دو دفعہ کہتے تھے۔ یہ اثر بھی ضعیف ہے۔ حمّاد بن سلمہ مختلف فیہ ہیں۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ کان ثقۃ ماموناً کثیر الحدیث (تہذیب التہذیب) حماد ثقہ ہیں۔ مامون کثیر الحدیث ہیں

مزید برآں امام حاکم کہتے ہیں کہ امام مسلم نے حماد بن سلمہ کی روایت صحیح مسلم میں ثابت بنانی کے طُرق سے لی ہے اور وہ بھی شواہد کی بنیاد پر یعنی جب حماد بن سلمہ اکیلے روایت کرتے ہیں تو ان کی روایت کو نہیں لیتے۔ علاوہ ازیں محمد بن سنان بن یزید القزاز ضعیف ہے (تقریب التقریب) محمد بن خزیمہ بھی مختلف فیہ ہیں۔ (لسان المیزان ۵/ ۱۵۴) طحاوی ثقہ کہتے ہیں اور ابن عساکر ضعیف شمار کرتے ہیں۔ مزید برآں اس

کی احادیث مُلتبس بھی ہوتی ہیں۔ لہذا یہ اثر بھی مخدوش ہے۔

قارئین کرام اس سلسلہ کی ایک اور روایت جو ترمذی اور ابوداؤد میں ہے۔ وہ بھی ضعیف اور منقطع ہے۔ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں :۔

کان اذان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شفعا شفعًا فی الاذان والاقامۃ (رواہ الترمذی وابوداؤد)	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اذان کے کلمات اور اقامت کے کلمات دو دو دفعہ ہوتے تھے۔

محمد بن ابی لیلی ضعیف ہیں۔ (تہذیب، تقریب) اور عبدالرحمٰن ابن ابی لیلی نے حضرت عبداللہ بن زید کو نہیں پایا۔ (تہذیب التہذیب) امام ترمذی لکھتے ہیں۔ عبدالرحمٰن ابن ابی لیلی لم یسمع من عبداللہ بن زید ۔ (الجامع الصحیح ترمذی ۴۷/۱) یعنی عبدالرحمٰن ابن ابی لیلی نے حضرت عبداللہ بن زید کو نہیں پایا۔ امام حاکم اور امام بیہقی تحریر کرتے ہیں کہ الروایات عن عبداللہ بن زید فی ھٰذا الباب کلھا منقطعۃ (تلخیص ابن حجر و نیل الاوطار) یعنی اس باب میں عبداللہ بن زید سے جتنی بھی روایات ہیں وہ سب منقطع ہیں۔ یہی بات امام ترمذی اور دوسرے ائمہ نے کہی ہے۔

مزید وضاحت ملاحظہ فرمائیے :۔

اقامت کے الفاظ ایک ایک مرتبہ کہے جائیں جو صحیح ترین احادیث سے ثابت ہیں

دلائل درج ذیل ہیں۔ (۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :۔

امر بلال ان یشفع الاذان و ان یوتر الاقامة (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا کہ وہ اذان کے الفاظ دو دو مرتبہ اور اقامت کے الفاظ ایک ایک مرتبہ کہیں سوائے قد قامت الصلوٰۃ کے۔

حضرت بلال رضؓ کو حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی دیا تھا۔ اس کا ثبوت بھی موجود ہے۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اَمَرَ بِلَالًا (رواہ النسائی و ابن حبان و الحاکم و تلخیص ابن حجر ۱/۱۹۸)

(۲) کان بلال یثنی الاذان ویوتر الاقامة الا قوله قد قامت الصلوٰۃ (رواہ عبد الرزاق و ابو عوانة وسندہ صحیح متصل فتح الباری)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ دو دو مرتبہ اذان کے (الفاظ) اور ایک ایک مرتبہ اقامت کے (الفاظ) کہا کرتے تھے سوائے قد قامت الصلوٰۃ کے۔

(۳) حضرت عبد اللہ بن زید بن عبد ربہ کہتے ہیں :۔

لمّا امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالناقوس لیضرب به للناس فی الجمع للصلوٰۃ (وفی روایة وهو کارة الموافقة النصاری) طاف بی وانا نائم رجل یحمل ناقوسًا فی یدہ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناقوس کا حکم دیا تاکہ بجا کر اس کے ذریعہ سے تمام لوگوں کو نماز کے لئے جمع کیا جائے (اور ایک روایت میں ہے کہ اس کے بجانے سے نصاریٰ کی موافقت ہو رہی تھی جس کو آپ

فقلت له یا عبد الله اتبع الناقوس قال ما تصنع به؟ قال فقلت تدعوا به الی الصلوٰۃ قال افلا ادلك؟ قال فقلت له بلیٰ قال تقول

برا سمجھ رہے تھے) اس حال میں کہ میں سو رہا تھا (کیا دیکھتا ہوں کہ) ایک آدمی نے میرا چکر لگایا اس کے ہاتھ میں ناقوس ہے۔ میں نے اس سے کہا اے اللہ کے بندے کیا تم ناقوس بیچو گے؟ اس نے کہا تم اس کا کیا کرو گے۔ میں نے کہا ہم اس کے ذریعہ نماز کے لئے بلائیں گے۔ اس نے کہا کیا میں تمہیں اس سے بہتر چیز نہ بتاؤں؟ کہا تم یہ کلمات پڑھو:۔

الله اکبر الله اکبر، الله اکبر الله اکبر، اشهد ان لا اله الا الله، اشهد ان لا اله الا الله، اشهد ان محمداً رسول الله، اشهد ان محمداً رسول الله، حیّ علی الصلوٰة، حیّ علی الصلوٰة، حیّ علی الفلاح، حیّ علی الفلاح، الله اکبر الله اکبر، لا اله الا الله

ثم استأخر غیر بعید ثم قال تقول اذا اقیمت الصلوٰة

پھر اس نے کچھ دیر ٹھہرنے کے بعد کہا جب اقامت کہی جائے تو تم یہ کلمات کہا کرو۔

الله اکبر الله اکبر، اشهد ان لا اله الا الله،

اشهد انّ محمدًا رّسول الله ، حيّ على الصلوٰة ،
حيّ على الفلاح ،قد قامت الصلوٰة ، قد قامت
الصلوٰة ، الله اكبر الله اكبر، لا اله الاّ الله ،

فلما اصبحت اتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم فاخبرته بما رأيت فقال انّها الرؤية حق ان شاء الله فقم مع بلال فالق عليه ما رأيت فليؤذن به قال فسمع بذلك عمر بن الخطاب وهو فى بيته فخرج يجر رداءه يقول والذى بعثك بالحق لقد رأيت مثل الذى ارى قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فلله الحمد (اخرجه ابن ماجه وابن خزيمه وابن حبان والبيہقی وسندہ صحیح)

پھر جب میں نے صبح کی تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا تھا اس کی آپ کو خبر دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انشاء اللہ یہ خواب سچا ہے۔ تم بلال رضؓ کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ اور جو کچھ تم نے دیکھا ہے وہ بلال رضؓ کو سکھا دو ان کو چاہیئے کہ ان کلمات سے اذان دیں۔ یہ اذان عمر بن الخطاب رضؓ نے سنی اور وہ اپنے گھر میں تھے۔ وہ نکلے اس حال میں کہ وہ اپنی چادر کو گھسیٹے چلے آ رہے تھے اور کہہ رہے تھے اس ہستی کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے میں نے بھی وہی دیکھا جو ان کو دکھایا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر

تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔

اگرچہ یہ سند بالکل صحیح ہے مگر ہم مزید وضاحت کرتے ہیں :۔

قال محمد بن يحيى الذهلي ليس في اخبار عبد الله بن زيد اصح من حديث محمد بن اسحاق عن محمد بن ابراهيم التيمي يعني هذا لانّ محمداً قد سمع من ابيه عبد الله بن زيد، وقال ابن خزيمة في صحيحه هذا حديث صحيح ثابت من جهة النقل لانّ محمداً سمع من ابيه وابن اسحاق سمع من التيمي وليس هذا مما دلّسه

محمد بن یحییٰ الذہلی کہتے ہیں کہ عبداللہ بن زید کی تمام خبروں میں جو محمد بن اسحاق سے مروی ہیں۔ اس سے زیادہ صحیح کوئی حدیث نہیں ہے محمد بن ابراہیم التیمی سے یعنی (یہ حدیث اس لئے زیادہ صحیح ہے) کہ محمد بن عبداللہ بن زید نے خود اپنے والد سے سنا ہے اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں کہا ہے۔ یہ حدیث صحیح اور ثابت ہے اور مختلف طرق سے مروی ہے۔ اس لئے کہ محمد بن عبداللہ بن زید نے خود اپنے والد سے سنا ہے اور ابن اسحاق نے تیمی سے سنا ہے اور (ابن اسحاق) کی تدلیس کا وہ خدشہ جو انہوں نے کی ہے دور ہوگیا۔

قد صحح هذه الطريقة البخاري فيما حكاه الترمذي في العلل عنه۔

اور اس سند کو جیسا کہ امام ترمذی نے اپنی علل میں بیان کیا ہے کہ امام بخاریؒ نے بھی صحیح کہا ہے۔

مزید ملاحظہ فرمایئے :-

واخرج الطریق الثانیه منه الحاکم وقال هذه امثل الروایات فی قصة عبد الله بن زید لان سعید بن المسیب قد سمع من عبد الله بن زید ورواه یونس ومعمر وشعیب وابن اسحاق عن الزهری ومتابعة هولاء لمحمد بن اسحاق عن الزهری ترفع احتمال التدلیس الذی تحتملة عنعنة ابن اسحاق (بلوغ الامانی ١٦/٣)

اور دوسری سند کو امام حاکم نے اُن سے نکالا ہے اور کہا ہے کہ عبدؓ اللہ بن زید کی تمام مرویات میں اس سے بہتر سند نہیں ہے۔ اس لئے کہ سعید بن مسیب نے خود عبداللہ بن زید سے سنا ہے، اس حدیث کو یونس ومعمر وشعیب نے بھی روایت کیا ہے. اس طرح ان حضرات نے محمد بن اسحاق کی متابعت کی ہے اور ابن اسحاق کی عنعنہ نے جس تدلیس کو جنم دیا تھا اس تدلیس کو دور کر دیا۔

الغرض اقامت کے الفاظ دو دو مرتبہ کہے جائیں یہ تمام احادیث ضعیف ومنقطع ہیں۔

ایک اشکال اور اس کا ازالہ کہا جاتا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ والی احادیث اگرچہ بہت زیادہ صحیح ہیں لیکن اوائل اسلام شروع زمانے کی ہیں۔ حضرت ابو محذورہؓ والی حدیث فتح مکّہ کے موقع کی ہے۔ اس میں دو دو مرتبہ اقامت کے الفاظ وارد ہوئے ہیں اور جو چیز بعد میں واقع ہوئی ہے اس پر عمل ہونا چاہیئے اور جو احادیث پہلے کی ہیں انہیں

منسوخ سمجھنا چاہیئے۔

اس سلسلہ میں عرض ہے کہ نہ پہلی والی احادیث منسوخ ہیں اور نہ تاویل کرکے انہیں ردّ کیا جاسکتا ہے۔ حضرت ابومحذورہؓ والی حدیث میں جو دو دو مرتبہ اقامت کے الفاظ آئے ہیں وہ ترجیع والی اذان کے ساتھ مخصوص ہیں اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے جو ایک ایک مرتبہ اقامت کے الفاظ منزل من اللہ آئے ہیں ان کا اطلاق ترجیع والی اذان کے علاوہ ہوتا ہے۔ لہٰذا ناسخ و منسوخ کا شاخسانہ کالعدم ہے۔

غلط فہمی | جناب فیض احمد صاحب تحریر کرتے ہیں کہ بعض احادیث صحیح میں افراد اقامت کا امر وذکر ہے یعنی اقامت کے کلمات ایک ایک دفعہ کہے جائیں۔ (نماز مدلل ص۶۵)

جواب | قارئین کرام افراد اقامت کی احادیث صحیح ہیں یہ بات جناب فیض احمد صاحب نے بھی تسلیم کرلی ہے۔

غلط فہمی | جناب فیض احمد صاحب فرماتے ہیں :۔

افراد بیان جواز پر محمول ہے اور تثنیہ اقامت والی احادیث افضل و اولویت پر محمول ہیں۔ (نماز مدلل ص۶۵)

جواب | قارئین کرام یہ تفریق محض خود ساختہ ہے۔ کسی حدیث میں افضل اور جواز کا ثبوت نہیں ہے۔ لہٰذا مسترد ہے۔

غلط فہمی | جناب فیض احمد صاحب فرماتے ہیں :۔

"اقامت کا جواب" اذان کے جواب کی طرح اقامت کا جواب بھی مسنون ہے اور جواب میں اقامت کے کلمات دہرانے چاہئیں لیکن

قَدْ قَامَتُ الصَّلٰوۃ کے جواب میں "اقامہا اللہُ وادامہا" کہنا چاہیئے (نماز مدلل ص۹۵)

جواب مندرجہ بالا حدیث کی سند میں کئی علتیں ہیں۔ (۱) اس حدیث کی سند کا ایک راوی ...... "رَجُلٌ" مجہول ہے۔ مزید برآں اس حدیث کی سند میں شہر بن حوشب کا انفراد بھی ہے۔ شہر بن حوشب جب منفرد روایت کرتے ہیں تو ان کی روایت کو ضعف پر محمول کیا جاتا ہے (تہذیب التہذیب)

ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں :-

فاخرجه ابو داؤد من حديث ابى امامة ان بلالاً اخذ فى الاقامة فلما بلغ قد قامت الصلوٰة قال النبى صلى الله عليه وسلم اقامها الله وادامها وهو ضعيف والزيادة فيه لا اصل لها (تلخیص ابن حجر ۱/۲۱۱)	کہ ابو امامہ والی حدیث کو ابو داؤد نے نکالا ہے۔ بے شک جب حضرت بلال اقامت کہنے لگتے اور قد قامت الصلوٰۃ پر پہنچتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم "اقامہا اللہ وادامہا" کہتے (ابن حجر کہتے ہیں) یہ (حدیث) ضعیف ہے اور جو الفاظ زیادہ ہیں ان کی تو اصل ہی نہیں ہے۔

البانی صاحب لکھتے ہیں :- واسناده ضعيف فيه مجهول و ضعيفان (التعليقات للالبانى على المشكوة ۱/۲۱۲) یعنی اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ اس میں جہالت ہے اور مزید دو علتیں ہیں۔ لہذا یہ حدیث کالعدم ہے۔ مزید برآں اس کا جواب دینا اور مسنون ہونا سب

کالعدم ہو گیا۔

غلط فہمی | جناب فیض احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں :۔

"نماز کی نیت فرض ہے" کہتے ہیں۔ نیت دل کے ارادہ کا نام ہے..... زبان سے نیت کے الفاظ کہنا ضروری نہیں، ہاں قلبی نیت کے استحضار کے لئے زبان سے نیت کرنا مستحسن ہے۔ (نماز مدلل ص۶۷)

جواب | قارئین کرام اگر زبان سے نیت کرنا سنت ہے تو ضروری بھی ہے۔ اگر سنت نہیں تو پھر مستحسن کیسے ہوا۔ پھر تو خلافِ سنت ہوا۔ کیونکہ زبان سے نیت کرنا خلاف سنت ہے اور دل سے نیت کرنا عین سنت ہے۔ جناب فیض احمد صاحب کی وہی بات بالکل ٹھیک ہے کہ نیت دل کے ارادہ کا نام ہے۔

غلط فہمی | جناب فیض احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں :۔

عورت سینے کے برابر ہاتھ اٹھائے

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے :۔

(۱) قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اذا صلیت فاجعل یدیك حذاء اذنیك والمرأة تجعل یدیها حذاء ثدییها (نماز مدلل ص۷۱)	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تو نماز پڑھے تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے کانوں کے برابر کیجئے اور عورت اپنے ہاتھ اپنی چھاتی کے برابر کرے۔

(۲) حضرت اُمّ درداء رضی اللہ عنہا، حضرت عطاء تابعی، امام زہری،

حضرت حماد وغیرہم سے منقول ہے۔

ان المرأة ترفع یدیها الی ثدییها (نماز مدلل مئ) | اپنے دونوں ہاتھ چھاتی کے برابر بلند کرے۔

جواب قارئین کرام پہلی حدیث جو فیض احمد صاحب نے مرفوع نقل کی ہے۔ وہ حدیث باطل ہے۔ ام یحییٰ بنت عبد الجبار بن وائل بن حجر مجہول ہے۔ دیکھئے (طبرانی کبیر ۲۲/ ۱۹) علامہ ہیثمی لکھتے ہیں ام یحییٰ بنت عبد الجبار ولم اعرف ھا (مجمع الزوائد ۲/ ۱۰۳) یعنی اُمّ یحییٰ بنت عبد الجبار کو میں نہیں جانتا۔ لہذا یہ حدیث بھی ضعیف ہے۔

حضرت اُمّ درداء رضی اللہ عنہا والی حدیث بھی باطل ہے۔ عبد ربہ بن سلیمان بن زیتون مجہول ہے۔ (میزان الاعتدال) اگرچہ ابن حبان نے ثقہ کہا ہے مگر ان کا ثقہ اس حالت میں کہنا کہ دوسرے ائمہ مجہول کہہ رہے ہوں تساہل پر محمول سمجھا جائے گا۔ اسماعیل بن عیاش ان کا حافظہ خراب ہو گیا تھا اور ان کے شہر والوں کی احادیث ان پر خلط ملط ہو گئی تھیں۔ مزید برآں یہ مختلف فیہ بھی ہیں (میزان الاعتدال) لہذا یہ اثر ضعیف ہے۔ اگر ہم اس اثر کو صحیح بھی تسلیم کر لیں تب بھی احناف کو بڑی مشکل پیش آئے گی۔ ہم پورا قول نقل کئے دیتے ہیں۔ پھر آپ حضرات خود ہی دیکھ لیجیے۔

عبد ربّہ بن زیتون کہتے ہیں کہ :-

رأیت امّ الدرداء ترفع کفیها حذو منکبیها حین | میں نے امّ درداء رضی اللہ عنہا کو دیکھا جب وہ نماز شروع کرتی تو

تفتح الصلوٰة فاذا قال الامام سمع الله لمن حمده رفعت يديها قالت اللهم ربنا ولك الحمد (رواه ابن ابی شیبۃ ۱/۲۳۹)

اپنی ہتھیلیاں اپنے کندھوں کے سامنے کرلیتیں اور جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہتا تو رفع یدین کرتیں (اور) اللھم ربنا ولک الحمد کہتیں۔

قارئین کرام احناف کو چاہئے کہ اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے اپنی خواتین کو رکوع کرنے کے بعد رفع یدین کروائیں اور یہ عمل ان کے لئے محال ہے تو حدیث کا کچھ حصّہ ماننا اور کچھ حصّہ نہ ماننا کیا یہ کسی عالم کے لئے درست ہے؟ اللہ سے ڈریئے اور لوگوں کو گمراہ نہ کیجئے۔

عطاء ابن ابی رباح سے

سئل المرأة كيف ترفع يديها فى الصلوٰة قال حذو تديها (رواه ابن ابی شیبۃ ۱/۲۳۹)

عورت (کی نماز) کے بارے میں سوال کیا گیا کہ عورت نماز میں ہاتھ کہاں تک اٹھائے۔ عطاء ابن ابی رباح نے کہا سینے تک۔

یہ تابعی کا قول ہے اور ضعیف ہے۔ کیونکہ اس قول کی سند میں "شیخ" مجہول ہے۔

امام زہری کہتے ہیں :-

ترفع يديها حذو منكبيها (رواه ابن ابی شیبۃ)

عورت اپنے ہاتھ اپنے کندھوں تک اٹھائے۔

حمّاد کا قول ہے :-

انه كان يقول فى المرأة اذا

حمّاد عورت کے سلسلہ میں فتویٰ

استفتحت الصلوٰۃ ترفع یدیھا الی ثدیھا (حوالہ مذکور) — دیا کرتے تھے کہ وہ جب نماز شروع کرے تو اپنے ہاتھوں کو اپنی چھاتیوں تک اٹھائے۔

یہ قول بھی ضعیف ہے۔ عیسٰی بن کثیر مجہول ہے۔ اس راوی کا حال مفقود ہے۔ اگر اس قول کو صحیح بھی مان لیں تب بھی یہ تابعی کا قول ہے جو حجت نہیں ہوتا۔ الغرض یہ صرف تابعین کے اقوال ہیں جو کسی طرح بھی حجت نہیں بن سکتے۔ پھر میں یہ فلسفہ نہیں سمجھ سکا کہ آخر اتنی دور جاکر ہاتھوں کی کیفیت کو تلاش کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی جبکہ ہاتھ اٹھانے کا طریقہ (کہ کہاں تک ہاتھ اٹھائے جائیں) صحیح بخاری و صحیح مسلم میں موجود ہے اور یہ ٹکسالی احادیث ہیں۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی احادیث سے دشمنی کیوں؟ لہٰذا ہاتھ اٹھانے میں عورت اور مرد کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔ دونوں کا طریقہ ہاتھ اٹھانے کا ایک ہی ہے اور دونوں ہاتھوں کو کندھوں کے سامنے لاکر اس طرح اٹھائیں کہ انگلیاں کان کی لَو تک یا اس سے بھی اوپر تک پہنچ جائیں۔ یہ طریقہ صحیحین کا ہے۔ یہ طریقہ عین سنّت نبوی ہے۔ باقی تمام طریقے باطل ہیں۔

<u>غلط فہمی</u> جناب فیض احمد صاحب فرماتے ہیں :۔

"<u>ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا</u>" حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

(۱) قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یضع یمینہ علی — میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نماز میں اپنا دایاں ہاتھ

شماله فی الصلوٰۃ تحت السرۃ (مصنف ابن ابی شیبۃ، نماز مدلل ص۲۷) | اپنے بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھتے تھے۔

(۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :-

من سنۃ الصلوٰۃ وضع الیمین علی الشمال تحت السرۃ (مسند امام احمد، مصنف ابن ابی شیبۃ، دار قطنی اور بیہقی، نماز مدلل ص۲۷) | ناف کے نیچے دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا نماز کی سنّت ہے۔

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :-

وضع الکف علی الکف فی الصلوٰۃ تحت السرۃ (ابوداؤد بروایۃ الاعرابی، نماز مدلل ص۲۷) | نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ پر ہاتھ رکھا جائے۔

(۴) حضرت ابومجلز تابعی فرماتے ہیں :-

یضع باطن یمینہ علی ظاہر کف شمالہ و یجعلہا اسفل من السرۃ (نماز مدلل ص۲۷) | نمازی اپنے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی اپنے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر رکھے اور دونوں کو ناف سے نیچے رکھے۔

(۵) حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں :-

یضع یمینہ علی شمالہ فی الصلوٰۃ تحت السرۃ (نماز مدلل ص۲۷) | نمازی نماز میں اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے۔

(۶) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-

ثلاث من اخلاق النبوية	تین باتیں اخلاق نبوت میں سے
تعجیل الافطار وتاخیر السحور	ہیں۔ روزہ افطار کرنے میں جلدی
ووضع الیمینی علی الیسری	کرنا۔ سحری کھانے میں تاخیر کرنا۔
فی الصلوٰۃ تحت السرۃ	نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر
(حوالہ مذکور)	ناف کے نیچے رکھنا۔

جوابات ملاحظہ فرمائیے

حدیث (۱) جو مصنف ابن ابی شیبہ سے نقل کی ہے۔ اس میں " تحت السرۃ " کے الفاظ نہیں ہیں۔ معلوم نہیں فیض احمد صاحب نے یہ الفاظ کہاں سے نقل کئے ہیں۔ جو الفاظ ابن ابی شیبہ میں ہیں وہ الفاظ درج ذیل ہیں :۔ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں :۔

رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ	میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
وسلم حین کبّر اخذ شمالہ	سلم کو دیکھا جب آپ اللہ اکبر کہتے
بیمینہ (رواہ ابن ابی شیبۃ فی	(تو) اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں
المصنف ۱/۳۹۰)	ہاتھ کو پکڑ لیتے۔

قارئین کرام مصنف ابن ابی شیبہ سے فوٹو کاپی کرا کر عربی میں ہم نے کتاب کے آخر میں لگا دی ہے۔ وہاں ملاحظہ فرمائیے کہ " تحت السرۃ " کے الفاظ ابن ابی شیبۃ میں ہیں یا تحریف کی گئی ہے۔

حدیث (۲) جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اس حدیث کی سند میں دو علتیں ہیں (۱) زیاد بن زید السوائی، الاعسم، الکوفی روی عن ابی جحیفۃ وشریح القاضی وعنہ عبد الرحمٰن بن

اسحاق ، الکوفی قال ابوحاتم مجھول روی له ابوداؤد حدیثاً واحداً عن علیؓ ان من السنة فی الصلوٰة وضع الاکف علی الاکف تحت السرة (تہذیب التہذیب ۳/۳۶۹) یعنی زیاد بن زید سوائی اعسم کوفی ابوجحیفہ سے اور شریح قاضی سے روایت کرتا ہے اور زیاد بن زید سے عبدالرحمٰن بن اسحاق کوفی روایت کرتا ہے۔ امام ابوحاتم نے زیاد کو مجہول کہا ہے۔ امام ابوداؤد نے اس سے ایک حدیث روایت کی ہے۔ جو حضرت علیؓ سے مروی ہے۔ نماز میں ناف کے نیچے ایک کف کو دوسرے کف پر رکھ دینا سنّت میں سے ہے۔

امام ذہبیؒ لکھتے ہیں۔ زیاد بن زید الاعسم عن شریح مجھول روی عنه عبدالرحمٰن بن اسحاق الواسطی ضعیف (میزان الاعتدال ۲/ ۸۹) یعنی زیاد بن زید اعسم شریح سے روایت کرتا ہے۔ مجہول ہے۔ اس سے عبدالرحمٰن بن اسحاق واسطی روایت کرتا ہے۔ ضعیف ہے۔

(۲) اس حدیث کی سند میں دوسری علت عبدالرحمٰن بن اسحاق واسطی کوفی کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ وہ متروک الحدیث ہے۔ (تقریب التقریب) عبدالرحمٰن بن اسحاق کو مندرجہ ذیل ائمہ نے بھی ضعیف کہا ہے :-

(۱) امام احمد بن حنبلؒ ضعیف کہتے ہیں۔ (تہذیب)
(۲) امام یحیٰی بن معین ضعیف کہتے ہیں۔ (تہذیب)
(۳) امام ابن سعد ضعیف کہتے ہیں۔ (تہذیب)
(۴) امام یعقوب بن سفیان ضعیف کہتے ہیں (تہذیب)

⑤ امام ابوداؤد ضعیف کہتے ہیں۔ (تہذیب)
⑥ امام نسائیؒ ضعیف کہتے ہیں۔ (تہذیب)
⑦ امام ابن حبان ضعیف کہتے ہیں (تہذیب)
⑧ امام بخاریؒ کہتے ہیں، فیہ نظر (تہذیب)
⑨ امام ابوزرعہ لیس بقوی کہتے ہیں (تہذیب)
⑩ امام ابوحاتم ضعیف الحدیث ومنکر الحدیث کہتے ہیں (تہذیب)
⑪ ابن خزیمہ کہتے ہیں۔ یہ حجت نہیں ہے۔ (تہذیب)
⑫ امام عقیلی ضعیف الحدیث کہتے ہیں۔ (تہذیب)
⑬ امام عجلی ضعیف الحدیث کہتے ہیں۔ (تہذیب)
⑭ امام ساجی کہتے ہیں اس کے پاس منکر روایات ہیں۔ (تہذیب)
⑮ جناب جمال الدین الزیلعی جو کہ حنفی عالم ہیں۔ انہوں نے بھی اس حدیث کو ضعیف مانا ہے دیکھئے (نصب الرایہ ۳۱۴/۱) لہذا ② بھی حدیث بے سود ہے۔

حدیث ③ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ یہ حدیث بھی ضعیف ہے۔ اس حدیث کی سند میں مندرجہ بالا راوی عبدالرحمٰن بن اسحاق واسطی، کوفی موجود ہے۔ لہذا ضعیف ہے۔

جناب قارئین اگر کوئی صحیح یا حسن مرفوع حدیث ثابت ہوتی تو الزیلعی ضرور اس حدیث کو اپنی کتاب نصب الرایہ میں پیش کرتے۔ لہذا یہ بات ثابت ہوگئی کہ "تحت السرۃ" کے الفاظ ثابت نہیں ہیں اور اس بات سے مصنف ابن ابی شیبۃ میں جو الفاظ "تحت السرۃ" بڑھائے ہیں اس

سے وہ فریب اور تحریف بھی واضح ہو جاتی ہے۔

اب آثار ملاحظہ فرمایئے :۔

اثر ① جو ابو مجلز سے مروی ہے۔ یہ ضعیف ہے۔ قال ابوداؤد وروی عن سعید بن جبیر "فوق السرۃ" وقال ابو مجلز "تحت السرۃ" وروی عن ابی ھریرۃ ولیس بالقوی (رواہ ابوداؤد ۱/۲۰۱) یعنی امام ابو داؤد کہتے ہیں کہ سعید بن جبیر سے "فوق السرۃ" کے الفاظ مروی ہیں اور امام ابو مجلز کہتے ہیں۔ "تحت السرۃ" اور (یہ الفاظ) ابو ہریرہؓ سے روایت کئے ہیں اور یہ قوی نہیں ہیں۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ بھی مروی ہیں کہ جریر الضبیؒ کہتے ہیں :۔

رأیت علیاً رضی اللہ عنہ یمسک شمالہ بیمینہ علی الرسغ فوق السرۃ (رواہ ابوداؤد وسندہ حسن)

میں نے حضرت علیؓ کو دیکھا۔ وہ اپنے دائیں ہاتھ سے اپنے بائیں ہاتھ کی کلائی کو ناف کے اوپر رکھ کر پکڑ لیتے تھے۔

مندرجہ بالا اثر سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ حضرت علیؓ ناف کے اوپر ہاتھ باندھا کرتے تھے۔ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:۔

صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فوضع یدہ الیمنی علی الیسری علی صدرہ (رواہ ابن ابی خزیمۃ فی صحیحہ وصحہ)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو انہوں نے اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑ کر سینے پر رکھ لیا۔

قارئین کرام دلائل آپ کے سامنے ہیں۔ آپ خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ کون سے الفاظ صحیح ہیں اور کون سے الفاظ ضعیف ہیں۔ ہم انصاف

سے کہہ سکتے ہیں کہ " فوق السرۃ " یعنی ناف کے اوپر کے الفاظ صحیح ہیں اور " تحت السرۃ " یعنی ناف کے نیچے کے الفاظ ضعیف ہیں۔ تحت السرۃ کے الفاظوں کو کسی ایک محدث نے بھی صحیح یا حسن نہیں کہا ہے بلکہ ضعیف اور باطل قرار دیا ہے۔ لہذا مردود ہیں۔

اثر (۲) جو حضرت انسؓ سے مروی ہے۔ اس اثر کے بارے میں جناب فیض احمد صاحب خود ہی تحریر کرتے ہیں کہ یہ تعلیق ہے۔ یعنی معلق ہے اس کی سند کا ہی معلوم نہیں۔ لہذا یہ اثر بھی ضعیف ہے۔ کیونکہ محدثین کا فیصلہ ہے کہ " تحت السرۃ " کے الفاظ ثابت نہیں ہیں لم یثبت من النبی صلی اللہ علیہ وسلم شیئ " (نیل الاوطار ۲/۲۵) یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے (تحت السرۃ) کے سلسلہ میں کچھ بھی ثابت نہیں ہے۔

الغرض بعض روایات میں " فوق السرۃ " اور بعض روایات میں " تحت السرۃ " کے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ ہم اس متنازع مسئلہ کو چھوڑ کر ایک متفق علیہ مسئلہ پر کیوں نہ آئیں جو صحیح بخاری میں موجود ہے۔ صحیح بخاری جس کے بارے میں متفق علیہ فیصلہ ہے کہ روئے زمین پر قرآن مجید کے بعد سب سے زیادہ سچی اور معتبر کتاب ہے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ ہاتھ باندھنے کا طریقہ بیان کر رہے ہیں :-

کان الناس یومرون ان یضع	لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ آدمی نماز
الرجل الید الیمنی علیٰ ذراعہ	میں سیدھے ہاتھ کو الٹے ہاتھ کی

البسری فی الصلوٰۃ (صحیح بخاری   ذراعہ پر رکھ لے۔
کتاب الصلوٰۃ)

نوٹ :۔ " ذراعہ " بیچ کی انگلی سے لے کر کہنی تک کے فاصلہ کو کہتے ہیں۔ (المنجد)

مندرجہ بالا حدیث جناب فیض احمد صاحب نے بھی ملٹ پر اپنی دلیل میں نقل کی ہے۔ وہ بھی اس حدیث پر متفق ہیں اور ہم بھی متفق ہیں بلکہ تمام امّت کا اس پر اتفاق ہے۔ لہذا صحیح بخاری میں ہمیں ہاتھ باندھنے کا طریقہ مل جاتا ہے اب باقی تمام ضعیف احادیث کو چھوڑ دیا جائے گا اور صحیح بخاری کی حدیث پر عمل کیا جائے گا کیونکہ صحیح بخاری کے الفاظ بالکل واضح اور صاف ہیں۔ اب ہاتھ باندھنے کا مسئلہ کھل کر سامنے آگیا اور اختلاف ختم ہو گیا اور اختلاف کا ختم ہونا ہی بہتر ہے۔

نوٹ : " تحقیق صلاۃ بجواب نماز مدلل " کے بقیہ صفحات جو سابقہ اشاعت میں شائع نہیں کئے گئے تھے۔ اس اشاعت میں شائع کئے جا رہے ہیں۔

غلط فہمی | جناب فیض احمد صاحب تحریر کرتے ہیں :۔

امام اور منفرد نے قرأت پڑھنی ہے۔ اس لئے وہ ثناء کے بعد قرأت سے پہلے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ پڑھیں۔

(۱) ارشاد ربّانی ہے :۔

فَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ (نماز مدلل ص۷۷)

پس جب آپ قرآن مجید پڑھنے لگیں تو مردود شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لیں۔

(۲) حضرت ابو سعید خدریؓ کی مرفوع حدیث ہے :۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ كَبَّرَ..... ثُمَّ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ (نماز مدلل ص۷۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو نماز کے لئے کھڑے ہوتے تکبیر کہتے ..... پھر اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ پڑھتے۔

(۳) مسند احمد میں بھی اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ہے۔

(۴) حضرت جُبیر بن مُطعمؓ کی مرفوع حدیث ہے :۔

رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ دَخَلَ فِي الصَّلٰوةِ قَالَ ...... اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ (نماز مدلل ص۷۷)

حضرت جبیر بن مطعمؓ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نے نماز شروع کی .... تو آپ نے پڑھا اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔

ق ۔ تَعَوُّذ کے مختلف الفاظ احادیث میں مروی ہیں سب درست ہیں۔

جواب اب آپ جوابات ملاحظہ فرمائیے :۔

(۱) یہ تو صحیح ہے امام اور منفرد نے قرأت کرنی ہوتی ہے مگر "اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ" نماز میں یا قرأت میں پڑھنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں یعنی ان الفاظ کے ساتھ اور اس شکل میں، مزید برآں "فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ" نہیں پڑھا بلکہ "اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ مِنْ ھَمْزِہٖ وَنَفْخِہٖ وَنَفْثِہٖ پڑھا۔ جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔

(۲) حضرت ابوسعید خدریؓ والی حدیث جناب فیض احمد صاحب نے پوری نقل نہیں کی بلکہ وہ الفاظ جن پر احناف کا عمل نہیں ہے حذف کر گئے۔ آیئے ہم پوری حدیث نقل کرتے ہیں۔ حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں :۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ كبر ثم يقول سبحانك اللّٰهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالىٰ جدك ولا اله غيرك ثم يقول لا اله الا الله ثلاثاً، ثم يقول الله اكبر كبيراً ثلاثاً اعوذ بالله السميع العليم من الشيطٰن الرجيم من همزه ونفخه

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نماز کے لئے قیام فرماتے تو اللہ اکبر کہتے۔ پھر یہ دعاء پڑھتے سبحانک اللھم...... یعنی اے اللہ تو پاک ہے اور تو اپنی تعریف کے ساتھ (تمام عیوب سے منزہ بے داغ ہے) تیرا نام (نام) بابرکت ہے۔ تیری شان ارفع و اعلیٰ ہے۔ تیرے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ اللہ کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں۔

ونفثه ثم یقرأ (رواہ ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب من رأی الاستفتاح بسبحانك اللّٰھم بحمدك ۲۰۶/۱) (وسندہ صحیح التعلیقات للالبانی علی المشکوٰۃ ۲۵۸/۱ تلخیص ابن حجر ۲۲۹/۱ دالحدیث حدیث صحیح التعلیقات علی الترمذی احمد محمد شاکر ۱۱/۲) (وعلی بن علی الرفاعی، الشکری ثقۃ وثقہ ابن معین و ابوزرعۃ ووکیع وقال شعبۃ: اذھبوبنا الی سیدنا وابن سیدنا علی بن علی الرفاعی (تھذیب التہذیب ۳۶۶/۷)

اللہ کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں۔ اللہ کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں۔ اللہ سب سے بڑا بزرگی والا ہے۔ اللہ سب سے بڑا بزرگی والا ہے۔ اللہ سب سے بڑا بزرگی والا ہے۔ میں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں جو سننے والا (اور) جاننے والا ہے (مزید برآں) اس کے خبط سے، اس کے تکبّر سے اس کی شعروشاعری سے۔ پھر آپ قرأت فرماتے۔

قارئین کرام ہم نے پوری حدیث نقل کر دی ہے جو بالکل صحیح ہے۔ جس کی تصحیح ہم نے اوپر نقل کر دی ہے۔ مگر افسوس ہے کہ احناف مندرجہ بالا پوری حدیث پر عمل نہیں کرتے بلکہ "وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ" تک پڑھتے ہیں۔ جب یہ حدیث صحیح ہے اور جناب فیض احمد صاحب نے اپنی دلیل میں نقل بھی کی ہے تو پھر کیا امر مانع ہے۔

فیض احمد صاحب کا یہ کہنا کہ "تَعَوُّذْ" کے تمام الفاظ درست ہیں یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ پڑھنا بھی درست ہے اور اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَ نَفْثِهٖ یا اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ پڑھنا بھی

ٹھیک ہے۔ تو جواباً عرض ہے کہ

۱) اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ اور

۲) اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ کے الفاظ صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔

۳) اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ مِنْ ھَمْزِہٖ وَنَفْخِہٖ وَنَفْثِہٖ کے الفاظ صحیح حدیث سے ثابت ہیں۔ جو چیز ثابت ہے اس پر تو احناف عمل نہیں کرتے اور جو چیز ثابت نہیں ہے اس پر عمل کرتے ہیں۔ مزید برآں جناب فیض احمد صاحب ایسی بات کہہ رہے ہیں جو احناف کو منظور نہیں، کیونکہ ۱) پر ہی احناف کا عمل ہے ۲) اور ۳) پر احناف عمل نہیں کرتے۔ یہ کہنا کہ "تعوذ" کے تمام الفاظ درست ہیں محض قولاً ہے عملاً نہیں۔ مزید وضاحت ملاحظہ فرمائیے :۔

(۳) حضرت ابو امامہ باہلیؓ کہتے ہیں :۔

كَانَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ كَبَّرَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ (رواہ احمد و

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نماز کے لئے قیام فرماتے تو تین مرتبہ اللہ اکبر کہتے پھر تین مرتبہ لا الٰہ الا اللہ کہتے پھر تین مرتبہ سبحان اللہ وبحمدہ کہتے پھر اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ مِنْ ھَمْزِہٖ وَنَفْخِہٖ وَنَفْثِہٖ کہتے۔

فتح ربانی ۳/۱۷۸)

یہ حدیث مسند احمد میں ہے اور ضعیف ہے۔ اس حدیث کی روایت میں "عَنْ رَجُلٍ" یعنی آدمی سے، یہ آدمی کون ہے اس کا نام کیا ہے نہیں معلوم لہٰذا مجہول ہے۔ اس لئے یہ حدیث باطل ہے۔ علاوہ بریں مسند احمد کی اس روایت میں بھی صرف اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ نہیں ہے بلکہ مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَ نَفْثِهٖ ہے۔

(۴) حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ والی حدیث بھی ضعیف ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت جبیر بن مطعم رضؓ کہتے ہیں :۔

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِي التَّطَوُّعِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا ثَلَاثَ مِرَارٍ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا ثَلَاثَ مِرَارٍ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلاً ثَلَاثَ مِرَارٍ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْثِهٖ وَنَفْخِهٖ (رواہ ابن ماجہ ۱/۲۶۵ و رواہ احمد و فتح ربانی ۳/۱۷۹)

میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نفل نماز میں یہ کلمات پڑھ رہے تھے۔ تین مرتبہ اللہ اکبر کبیرًا، تین مرتبہ الحمد للہ کثیرًا اور تین مرتبہ سبحان اللہ بکرۃً و اصیلاً اور اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْثِهٖ وَنَفْخِهٖ۔

یہ حدیث بھی باطل ہے۔ "عَنْ رَجُلٍ" مجہول ہے یعنی راوی کا نام معلوم نہیں کہ یہ کون شخص ہے۔ مگر امام ابوداؤد نے اس کا نام لیا ہے۔ عن

"عاصم العنزی"۔ اس کا پورا نام عاصم بن عمیر العنزی ہے۔ ابن حبان نے اس راوی کو ثقہ کہا ہے (تہذیب) وقال البزار اختلفوا فی اسم العنزی الذی رواہ وھو غیر معروف (تہذیب) یعنی امام بزارؒ کہتے ہیں عنزی کے نام میں اختلاف ہے جس نے اس سے روایت کیا ہے اور یہ غیر معروف ہے۔ وقال البخاری لایصح (تہذیب) یعنی امام بخاریؒ کہتے ہیں کہ اس کی حدیث صحیح نہیں ہوتی۔ البانی صاحب بھی لکھتے ہیں اسنادھما ضعیف (التعلیقات للالبانی علی المشکوٰۃ ۱/۲۵۹) یعنی دونوں روایتیں ضعیف ہیں۔ مزید برآں ابن ماجہ نے کتاب اقامۃ الصلوٰۃ ۱/۲۶۵ پر، ابن حبان نے کتاب الصلوٰۃ ۳/۱۳۵ پر، مسند ابویعلیٰ نے ۱۳/۲۹۳ پر اسی حدیث کو روایت کیا ہے مگر تمام روایات میں "عنزی" موجود ہے۔ لہٰذا یہ حدیث باطل ہے۔
اسی سلسلہ کی ایک اور روایت ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے مگر وہ بھی ضعیف ہے۔

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ وَهَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ (رواہ ابن ماجہ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ میں شیطان مردود سے اس کے خبط سے اس کے تکبّر سے، اس کی شعر وشاعری سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔

علامہ ہیثمی لکھتے ہیں :۔

فی اسنادہ مقال۔ فان عطاء بن السائب اختلط باخرۃ عمرہ

اس حدیث کی سند میں کلام ہے۔ عطاء بن سائب کا آخری عمر میں حافظہ خراب ہوگیا

وسمع منه محمد بن فضیل بعد الاختلاط وفی سماع ابی عبد الرحمٰن السلمی من ابن مسعود کلام قال شعبة لم یسمع (مجمع الزوائد)	تھا اور محمد بن فضیل نے عطاء بن سائب سے حافظہ خراب ہونے کے بعد سنا ہے۔ ابوعبدالرحمٰن سلمی اور ابن مسعود کے سماع میں (ائمہ نے) کلام کیا ہے! امام شعبہ کہتے ہیں کہ ابوعبدالرحمٰن نے ابن مسعود سے نہیں سنا۔

لہٰذا یہ حدیث منقطع ضعیف ہے۔ الغرض "اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ" نماز میں یا قرأت کے شروع میں کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔ صحیح حدیث میں جو الفاظ آئے ہیں وہ "اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ کے الفاظ ہیں جو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "فَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ" اس آیت کی روشنی میں مندرجہ بالا الفاظ تلاوت فرمائے بس یہی الفاظ سنّت ہیں اور باقی الفاظ خلافِ سنّت ہیں۔

غلط فہمی | جناب فیض احمد صاحب فرماتے ہیں:۔

مقتدی امام کی قرأۃ کے وقت خاموش رہے امام کی قرأۃ مقتدی کی قرأۃ ہے۔ (نماز مدلل)

جواب | مندرجہ بالا بیان ہمارے نزدیک صحیح ہے۔ ہمیں اس بات سے اتفاق ہے کہ جب امام جہر سے قرأت کر رہا ہو تو مقتدی کو خاموشی سے امام کی قرأت سننا چاہیئے اور سورۂ فاتحہ کو امام کے سکتوں میں پڑھنا چاہیئے کیونکہ

مقتدی کو سورۂ فاتحہ امام کے پیچھے پڑھنا لازم ہے۔ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ کس طرح پڑھنی چاہیئے اور کس طرح نہیں پڑھنی چاہیئے اس کا مفصل بیان "صلوٰۃ المسلمین" میں ملاحظہ فرمایئے۔ مختصراً ہم یہاں بیان کرتے ہیں۔ اس کتاب میں صرف ان دلائل کی تردید کریں گے جو فیض احمد صاحب نے دیئے ہیں جن کی تردید "صلوٰۃ المسلمین" میں نہیں ہے۔

غلط فہمی | فیض احمد صاحب رقمطراز ہیں :۔

(۱) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان لہ امام فقرأۃ الامام لہ قرأۃ۔ (نماز مدلل ص۸۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے۔

(۲) من صلی رکعۃ لم یقرأ فیھا بامّ القرآن فلم یصل الا وراء الامام۔ (نماز مدلل ص۸۰)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں جس شخص نے ایک رکعت پڑھی اور اس میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی تو اس نے نماز نہیں پڑھی مگر امام کے پیچھے یعنی امام کے پیچھے نماز بدون فاتحہ درست ہے۔

(۳) اذا صلی احدکم خلف الامام فحسبہ قرأۃ الامام و اذا صلی وحدہ فلیقرأ وکان ابن عمر رضی اللہ عنہ لا یقرأ خلف الامام۔

حضرت ابن عمر فرماتے ہیں جب تم میں سے کوئی ایک امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت اس کے لئے کافی ہے اور جب اکیلے نماز پڑھے تو ضرور قرأت پڑھے اور خود ابن عمر امام کے پیچھے

(نماز مدلل ص۹۰) قرآن نہیں پڑھتے تھے۔

④ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ صحابی کا ارشاد ہے :۔

لا قرأۃ مع الامام فی شیٔ امام کے ساتھ کسی بھی نماز میں کسی قسم کی
(نماز مدلل ص۹۱) قرأت نہیں ہے۔

⑤ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے :۔

لا یقرأ خلف الامام فی شیٔ کسی بھی نماز میں امام کے پیچھے قرآن نہ
من الصلوٰت (نماز مدلل ص۹۱) پڑھا جائے۔

⑥ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے قرأت خلف الامام کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا :۔

سیکفیك قرأۃ الامام۔ کہ امام کی قرأت تیرے لئے ضرور
(نماز مدلل ص۹۱) کافی رہے گی۔

⑦ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کسی نے سوال کیا۔

اقرأ والامام بین یدیّ قال امام آگے ہو تو کیا میں اس کے پیچھے قرآن
لا (نماز مدلل ص۹۱) پڑھ سکتا ہوں آپ نے فرمایا نہیں۔

⑧ حضرت موسیٰ بن عقبہؒ تابعی فرماتے ہیں :۔

ان ابا بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت
کانوا ینھون عن القرأۃ عثمانؓ امام کے ساتھ قرآن پڑھنے سے
مع الامام (نماز مدلل ص۹۲) منع کرتے تھے۔

⑨ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے :۔

من قرأ مع الامام فلیس علی الفطرۃ ۔ (حوالہ مذکور)
جس شخص نے امام کے ساتھ پڑھا وہ فطرت (سنّت) پر نہیں ہے۔

(۱۰) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے :۔

وددت ان الذی یقرأ خلف الامام فی فیہ حجر (حوالہ مذکور)
جو شخص امام کے پیچھے قرآن پڑھتا ہے مجھے پسند ہے کہ اس کے منہ پر پتھر ہو۔

(۱۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے :۔

لیت الذی یقرأ خلف الامام ملئ فوہ ترابًا (حوالہ مذکور)
جو شخص امام کے پیچھے قرآن پڑھتا ہے۔ کاش کہ اس کا منہ مٹی سے بھر جائے۔

(۱۲) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :۔

وددت ان الذی یقرأ خلف الامام فی فیہ جمرۃ (حوالہ مذکور)
جو شخص امام کے پیچھے قرآن پڑھتا ہے مجھے پسند ہے کہ اس کے منہ میں انگارہ ہو۔

جواب | قارئین کرام اب آپ سلسلہ وار جوابات ملاحظہ فرمائیے :۔

حدیث (۱) ضعیف ہے۔

"من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ" یہ الفاظ متعدد صحابہ کرام سے مروی ہیں مگر تمام روایات ضعیف ہیں۔ امام شوکانی لکھتے ہیں:۔

وقد روی مسندًا من طُرُقٍ کلھا ضعاف والصحیح انہ مرسل (نیل الاوطار)
(یہ حدیث) مختلف طُرُق سے روایت کی گئی ہے مگر سب کی سب ضعیف ہیں اور صحیح (بات یہ ہے) کہ یہ مرسل ہے۔

تفسیر درج ذیل ہے :۔

۱) عن جابر الجعفی عن ابی الزبیر عن جابر رضی اللہ عنہ۔
(رواہ ابن ماجہ ۱/۲۷۷) جابر جعفی کذاب ہے (تہذیب التہذیب) لہٰذا یہ حدیث جھوٹی ہے۔

امام دارقطنی کہتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ابوحنیفہ والحسن بن عمارۃ وھما ضعیفان (رواہ الدارقطنی ۱/۳۲۳) یعنی ابوحنیفہ اور حسن بن عمارہ دونوں ضعیف ہیں۔ علاوہ ازیں امام زیلعی لکھتے ہیں :۔

وقد رواہ سفیان الثوری وابوالاحوص وشعبۃ و اسرائیل وشریک وابوخالد الدالانی وسفیان بن عیینہ وجریر بن عبد الحمید وغیرہم عن موسٰی بن ابی عائشۃ عن عبد اللہ بن شداد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرسلا وھو الصواب (نصب الرایۃ ۲/۹)	اس حدیث کو سفیان ثوری، ابوالاحوص، شعبہ، اسرائیل، شریک، ابوخالد الدالانی، سفیان بن عیینہ، جریر بن عبدالحمید اور دوسرے ائمہ نے موسٰی بن ابی عائشہ سے اور موسٰی نے عبداللہ بن شداد سے اور عبداللہ بن شداد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مرسلاً روایت کیا ہے اور یہی صحیح ہے۔

امام بیہقی "المعرفۃ" میں کہتے ہیں :۔

وقد روی السفیانان ھذا الحدیث وابوعوانہ وشعبۃ وجماعۃ من الحفاظ عن موسٰی ابن ابی عائشۃ فلم یسندوہ	یقیناً اس حدیث کو سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، ابوعوانہ، شعبہ نے اور حفاظ کی ایک جماعت نے موسٰی ابن ابی عائشہ سے روایت کیا ہے

عن جابر، ورواه عبد الله بن المبارك ايضاً عن ابى حنيفة مرسلا وقد رواه جابر الجعفي وهو متروك وليث من ابى سليم وهو ضعيف عن ابى الزبير عن جابر مرفوعاً ولم يتابعهما عليه الامن هو اضعف منهما۔

(نصب الرایۃ)

لیکن حضرت جابرؓ سے انہوں نے مرفوع نہیں کیا اور اسی طرح عبداللہ ابن المبارک نے ابو حنیفہؒ سے مرسلاً روایت کیا ہے۔ جابر جعفی جو کہ متروک ہے، لیث ابن ابی سلیم جو کہ ضعیف ہے ابو زبیر اور حضرت جابر سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور اس (حدیث) پر ان دونوں کی متابعت کسی نے نہیں کی مگر اس نے جو اِن دونوں سے زیادہ ضعیف ہے۔

مزید امام بیہقی لکھتے ہیں:۔

اخبرنا ابو عبد الله الحافظ قال سمعت سلمة بن محمد الفقيه يقول سالت اباموسى الرازى عن حديث: مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَقِرَاءَةُ الْإِمَامِ لَهُ قِرَاءَةٌ فقال لم يصح عن النبي صلى الله عليه وسلم۔

(نصب الرایۃ ۔ ۹/۲)

ابو عبداللہ حافظ نے ہمیں خبر دی کہتے ہیں میں نے سلمہ بن محمد فقیہ سے سنا وہ کہتے ہیں میں نے ابو موسیٰ رازی سے اس حدیث کے بارے میں معلوم کیا مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَقِرَأَةُ الْإِمَامِ لَهُ قِرَأَةٌ "کیسی ہے؟ انہوں نے کہا (اس قول کو) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف (منسوب) کرنا صحیح نہیں ہے۔

لہٰذا حضرت جابر رضی اللہ عنہ والی روایت ضعیف ہے۔

(۲) عن سهل بن العباس

سہل بن عباس ترمذی سے روایت ہے

الترمذی ثنا اسماعیل بن علیة عن ایوب عن ابی الزبیر عن جابر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من کان..... .... (رواه الدارقطنی ونصب الرایة ١/١٠)

ہم سے بیان کیا اسمٰعیل بن علیہ نے انہوں نے ایوب سے، ابوزبیر سے، جابرؓ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ....

قال الدارقطنی هذا حدیث منکر وسهل بن العباس متروك لیس بثقة، وقال الطبرانی لم یرفعه احد عن ابن علیة الا سهل بن العباس (نصب الرایة)

امام دارقطنی کہتے ہیں یہ حدیث منکر ہے۔ سہل بن عباس متروک ثقہ نہیں ہے اور طبرانی کہتے ہیں ابن علیہ سے صرف سہل بن عباس نے ہی اس حدیث کو مرفوع کہا ہے (اور وہ متروک ہے)۔

(٣) من طریق مالك عن وهب بن کیسان عن جابر بن عبد الله مرفوعًا سواء قال الدارقطنی هذا باطل لا یصح عن مالك ولا عن وهب بن کیسان وفیه عاصم بن عصام لا یعرف (نصب الرایة) (القرأة خلف الامام للامام البخاری)

امام مالک کے طریق سے پھر وہب بن کیسان سے (اور پھر) حضرت جابر بن عبداللہ سے (یہ حدیث) مرفوعاً روایت کی گئی ہے۔ امام دارقطنی کہتے ہیں: یہ (طریق بھی) باطل ہے (یہ حدیث) مالک سے اور نہ ہی وہب بن کیسان سے (ثابت) ہے اور اس سند میں عاصم بن عصام مجہول ہے۔

ص١٨ و ص٢٠)

(٤) عن جابر بن عبد الله عن النبي صلى الله عليه وسلم من كان له امام...... ولكن في اسناده ضعف (رواه الامام احمد في مسنده ونصب الراية)

حضرت جابرؓ بن عبداللہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ "مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ...... لیکن اس کی سند میں بھی ضعف ہے۔

(٥) حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔

عن النبي صلى الله عليه وسلم قال من كان له امام... ...... قال الدار قطني محمد بن الفضل متروك (رواه الدار قطني ونصب الراية)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ......... امام دار قطنی کہتے ہیں (اس حدیث کی سند میں) محمد بن فضل متروک ہے۔

محمد بن الفضل بن عطية بن عمر..... كذبوه

(تقريب التقريب)

محمد بن فضل بن عطیہ بن عمر کو ائمہ نے کذّاب کہا ہے۔

لہٰذا یہ سند بھی جھوٹی ہے۔

(٦) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں :-

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من كان له امام فقرأة الامام له قرأة (رواه الطبراني

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس کا امام ہو، تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے۔

فی الاوسط ۲/۱۱۱ ونصب الرایۃ)

یہ حدیث بھی جھوٹی ہے۔ ابوہارون عبدی کذاب ہے۔ یہ حدیث ایک اور سند سے بھی آئی ہے۔ اس میں اسمٰعیل بن عمرو بن نجیح ضعیف ہے (نصب الرایۃ) اسمٰعیل کی متابعت نضر بن عبداللہ نے کی ہے اور نضر بن عبداللہ الازدی مجہول ہے (تقریب التقریب ومیزان)

⑦ یہ حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ قال الدارقطنی لا یصح ھذا عن سھیل بن ابی صالح تفرد بہ محمد بن عباد الرازی و ھو ضعیف (نصب الرایۃ) یعنی امام دارقطنی کہتے ہیں: سہیل بن ابی صالح سے یہ (حدیث) صحیح نہیں ہے کیونکہ محمد بن عباد رازی نے تفرد کیا ہے اور وہ ضعیف ہے۔

نوٹ: "نصب الرایہ" کا حوالہ ہم اس لئے دے رہے ہیں کہ یہ احناف کی اپنی کتاب ہے۔

⑧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ کہتے ہیں:۔

عن النبی صلی اللہ علیہ و سلم قال یکفیك قرأۃ الامام خافت او جھر (رواہ الدارقطنی ۱/ ۳۳۰) و (نصب الرایۃ) (القرأۃ خلف الامام للامام البخاری)	نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام کی قرأت تمہیں کافی ہے۔ قرأت پوشیدہ ہو یا وہ بلند آواز سے کر رہا ہو۔

امام دارقطنی کہتے ہیں:۔

قال ابوموسیٰ قلت لاحمد ابن	ابوموسیٰ کہتے ہیں میں نے احمد بن حنبل سے

حنبل فی حدیث ابن عباس هذا فقال حدیث منکر۔ (نصب الرایۃ ۲/۱۱)

ابن عباس کی اس حدیث کے بارے میں معلوم کیا (کہ کیسی ہے؟) امام احمد نے کہا یہ حدیث منکر ہے۔

(۹) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں :۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان له امام فقرأۃ الامام له قرأۃ (رواہ ابن حبان فی کتاب الضعفآء ونصب الرایۃ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس کا امام ہو تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے۔

واعلّه بغنیم (نصب الرایۃ)

غنیم بن (سالم) کی وجہ سے اس حدیث کو معلول کہا ہے۔

قال ابن حبان روی العجائب والموضوعات (میزان)

ابن حبان کہتے ہیں یہ عجائبات اور موضوعات روایت کرتا ہے۔

قلت الظاہر انّ هذا غنیم بن سالم احد المشهورین بالکذب (میزان)

میں کہتا ہوں یعنی امام ذہبی کہتے ہیں غنیم بن سالم مشہور جھوٹ بولنے والوں میں سے ایک ہے۔

الغرض "مَنْ کَانَ لَهٗ اِمَامٌ فَقِرَأَۃُ الْاِمَامِ لَهٗ قِرَأَۃٌ" کے الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہیں۔ لہٰذا کالعدم ہے۔ علاوہ ازیں اگر ہم اس حدیث کو صحیح بھی تسلیم کرلیں پھر بھی یہ حدیث امام کے سکتوں میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کے خلاف نہیں ہے۔ جب امام قرأت کر رہا ہو تو مقتدی کو خاموش رہتے ہوئے امام کی قرأت سننا چاہیئے اس طرح امام

کی قرأت مقتدی کی قرأت ہوجائے گی اور "اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا" (اعراف) یعنی جب قرآنِ مجید پڑھا جائے تو (قرآنِ مجید) کو غور سے سنو اور خاموش رہو، کی بھی خلاف ورزی نہیں ہوگی۔ مختصراً وضاحت "صلوٰۃ المسلمین" میں ملاحظہ فرمائیے۔

قارئین کرام اب ہم ان آثار کی طرف آتے ہیں جو فیض احمد صاحب نے پیش کئے ہیں جن سے مذہب حنفیہ کو مضبوط کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔

اثر ① جو حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ قول ہے حدیث نبوی نہیں ہے اور صحیح حدیث میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کی صراحت موجود ہے اس لئے بھی کالعدم ہے۔ پھر ایک مرفوع حدیث حضرت جابرؓ ہی سے مروی ہے اور ضعیف ہے۔

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: من صلی صلاتها لَمْ یَقْرَأْ فیها بامّ القرآن فهی خداج الاوراء الامام (کنز العمال وضعّفه ۸/۲۸۸)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے جس نے کوئی نماز پڑھی (اور) اس میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی وہ (نماز) نامکمل ہے سوائے امام کے پیچھے۔

یہ حدیث ضعیف ہے۔

حضرت جابرؓ کہتے ہیں:۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تجزئ صلاۃ لا یقرأ فیها بفاتحة الکتاب الا ان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز جائز نہیں ہے جس میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی جائے سوائے اس کے کہ وہ

يكون وراء الامام (كنز   امام کے پیچھے ہو۔
العمال وضعفه ۸/۲۸۸)

لہٰذا یہ حدیث بھی ضعیف ہے۔

اثر ② جو حضرت ابن عمر رضؓ سے مروی ہے۔ حضرت ابن عمر رضؓ ٹھیک کہہ رہے ہیں کہ جب امام بلند آواز سے قرأت کر رہا ہو اس وقت مقتدی کو کچھ نہیں پڑھنا چاہیئے گویا اس وقت امام کی قرأت مقتدی کی ہی قرأت ہے۔ مگر ابن عمر رضؓ سکتات میں سورہ فاتحہ پڑھنے کو منع نہیں کر رہے ہیں اور ابن عمر رضؓ اس اصولِ شرعیہ کی خود بھی پابندی کرتے تھے۔ درج ذیل اثر اس بات کی مزید تائید کرے گا۔

یحییٰ البکاء سے مروی ہے:۔

سئل ابن عمر عن القرأة خلف الامام فقال ما كانوا يرون بأساً ان يقرأ بفاتحة الكتب فى نفسه (القرأة خلف الامام للامام البخارى ۱/۳۲ وفيه يحيىٰ البكاء وقال ابن سعد كان ثقةً ان شاء الله تعالىٰ، تهذيب التهذيب) (سنده حسن)

حضرت ابن عمر رضؓ سے امام کے پیچھے قرأت کرنے کے بارے میں معلوم کیا گیا۔ ابن عمر رضؓ نے کہا صحابہ کرام امام کے پیچھے اپنے تئیں سورہ فاتحہ کی قرأت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:۔

صلینا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ھل تقرءُن القراٰن معی اذا کنتم معی فی الصلوٰۃ قالوا نعم قال فلا تفعلوا الا بام القراٰن (کنز العمال ۸/۲۹۲) (سندہ حسن)

ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، آپ نے فرمایا جب تم میرے ساتھ نماز میں ہوتے ہو تو تم میرے ساتھ ساتھ قرآن پڑھتے ہو؟ صحابہ کرام نے عرض کی جی ہاں۔ آپ نے فرمایا ایسا نہ کیا کرو سوائے ام القرآن کے۔

لہٰذا حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے سکتات میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کی کسی حال میں بھی ممانعت نہیں کی۔ کیونکہ وہ خود اس حدیث کے راوی ہیں۔

اثر (۳) جو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں ہم بھی اسی بات کے قائل ہیں کہ امام کے ساتھ ساتھ نہ پڑھا جائے بلکہ سکتات میں سورۂ فاتحہ کو پڑھا جائے۔

اثر (۴) جو حضرت عمرؓ، حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ یہ حضرات بھی امام کے پیچھے سکتات میں سورۂ فاتحہ پڑھنے سے نہیں روک رہے ہیں۔ حضرت یزید بن شریک سے روایت ہے۔

انہ سأل عمر عن القرأۃ خلف الامام فقال اقرأ بفاتحۃ الکتاب قلت وان کنت انت قال وان کنت انا قلت وان جھرت قال وان جھرت (کنز العمال ۸/۲۸۵ ورواتہ

انہوں نے حضرت عمرؓ سے امام کے پیچھے قرأت کے بارے میں معلوم کیا، حضرت عمرؓ نے کہا سورۂ فاتحہ پڑھ لیا کرو، میں نے کہا اگر آپ (امامت) کر رہے ہوں، انہوں نے کہا اگر میں (امامت) کر رہا ہوں؟ اور اگر آپ

ثقات وسندہ صحیح) (عبدالرزاق ۱۳۱/۲ وفیہ جواب ثقہ ابن معین و یعقوب وابن حبان)

بلند آواز سے قرأت کر رہے ہوں حضرت عمرؓ نے کہا اگر میں بلند آواز سے قرأت کر رہا ہوں۔

حضرت حارث بن سوید اور یزید التیمی دونوں کہتے ہیں :-

امرنا عمر ابن الخطاب ان نقرأ خلف الامام (کنز العمال ۲۸۵/۸ و عبدالرزاق ۱۳۱/۲ و سندہ حسن لغیرہ)

ہمیں عمرؓ بن الخطاب نے حکم دیا کہ ہم امام کے پیچھے (سورۂ فاتحہ) کی قرأت کر لیا کریں۔

مندرجہ بالا حضرت عمرؓ کے قول سے معلوم ہوا کہ وہ (سورۂ فاتحہ) امام کے پیچھے پڑھنے سے منع نہیں فرما رہے بلکہ امام کے ساتھ ساتھ جس سے امام کو خلجان ہو جائے منع فرما رہے ہیں۔

اثر ⑤ جو حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے۔ جس میں یہی چیز ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود کہہ رہے ہیں کہ جب امام (بلند آواز) سے قرأت کر رہے ہوں تجھے اس وقت امام کی قرأت کافی ہے۔ لیکن سکتات میں پڑھنے سے منع نہیں فرما رہے ہیں۔

ابو وائل کہتے ہیں :-

جاء رجل الی عبد الله فقال یا ابا عبد الرحمن اقرأ خلف الامام؟ قال انصت للقران فان فی الصلوٰۃ شغلاً وسیکفیك

ایک شخص عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس آیا پھر اس نے کہا اے ابو عبدالرحمٰن میں امام کے پیچھے قرأت کر سکتا ہوں؟ حضرت عبداللہ نے کہا قرآن (کی قرأت کے

ذلك الامام (عبدالرزاق ۲/۱۳۸ و رواہ ابن ابی شیبۃ والبیہقی کتاب القرأۃ وسندہ حسن)

احترام میں تم خاموش رہو کیونکہ نماز میں خلل ہوتا ہے۔ اس موقع پر امام کی (قرأت) تمہیں کافی ہو جائے گی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اپنے بیان سے ان کا مطلب واضح ہے۔ لہٰذا ان کے قول سے غلط مطلب نہ نکالا جائے جو صحیح حدیث کے خلاف ہو۔ یہی بات حضرت سالم بن عبداللہ کہتے ہیں :۔

یکفیك قرأۃ الامام فیما یجھر فی الصلوٰۃ (عبدالرزاق ۲/۱۳۹ وسندہ صحیح)

نماز میں جب کہ امام بلند آواز سے قرأت کر رہا ہو، امام کی قرأت تمہیں کافی ہو جائے گی۔

یہی بات عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہہ رہے ہیں۔

ینصت للإمام فیما یجھر بہ فی الصلوٰۃ ولا یقرأ معہ۔ (عبدالرزاق ۲/۱۳۹ وسندہ صحیح)

نماز میں جب امام بلند آواز سے قرأت کر رہا ہو تو (بلند آواز کی وجہ سے) امام کے لئے خاموش رہا جائے اور امام کے ساتھ ساتھ نہ پڑھا جائے۔

اثر (۹) جو حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضرت عبداللہ بن عباس کا مقصد بھی بالکل واضح ہے یعنی اگر کوئی امام کے آگے آگے قرأت کر رہا ہے تو غلط کر رہا ہے اس وقت پڑھنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ لہٰذا کوئی نقصان نہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں :۔

لابد ان یقرأ بفاتحۃ الکتاب

امام بلند آواز سے قرأت کر رہا ہو یا

خلف (الامام) جهرا ولم يجهر (عبدالرزاق ۲/۱۳۰ وسنده صحيح ورواه البيهقي في كتاب القرأة)

بلند آواز سے قرأت نہ کر رہا ہو، امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ کی قرأت کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا مطلب بالکل صاف ہے اور سورۂ فاتحہ امام کے پیچھے پڑھنے کے سلسلہ میں وہ اپنے آپ کو بالکل بے بس سمجھتے ہیں۔

اثر ⑦ جو موسیٰؒ بن عقبہ سے مروی ہے۔ اس اثر میں بھی امام کے ساتھ ساتھ پڑھنے کی نفی ہے۔ سکتات میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کی نفی نہیں۔

اثر ⑧ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ ضعیف ہے۔ امام دارقطنی کہتے ہیں لا یصح (رواہ الدارقطنی ۱/۳۳۲ و کنز العمال وضعفہ ۸/۲۸۶) یعنی یہ اثر ضعیف ہے صحیح نہیں ہے۔

اثر ⑨ جو حضرت عمرؓ بن الخطاب سے منسوب ہے۔ منقطع ہے۔ اس کی کوئی سند نہیں۔ دیکھئے (القرأۃ خلف الامام للامام البخاری) یہ اثر مصنف عبدالرزاق میں بھی ہے (۲/۱۳۸) مگر منقطع ہے۔ اگر ہم اس اثر کو صحیح بھی تسلیم کرلیں تو مطلب وہی ہوگا جو ہم نے اوپر بیان کیا ہے یعنی جب امام بلند آواز سے قرأت کر رہا ہو اور مقتدی اس حالت میں پڑھیں کہ امام کو خلجان ہو تو صحابہ کرام ایسی حالت میں امام کے پیچھے پڑھنے کو برا سمجھتے تھے۔ اسی بنیاد پر انہوں نے یہ جملے کہے ہیں کہ اس کے منہ میں آگ ہو، پتھر ہو، مٹی ہو وغیرہ وغیرہ۔

اثر ⑩ جو حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے مروی ہے۔ ضعیف ہے۔ (القرأۃ خلف الامام للامام البخاری)

اثر (11) جو حضرت سعدؓ ابن ابی وقاص سے مروی ہے ضعیف ہے (حوالہ مذکور)۔

حضرت عمرؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عائشہؓ، امام حسن البصری اور دوسرے ائمہ تو خود امام کے پیچھے سکتہ میں پڑھنے کا حکم دیتے تھے۔

درج ذیل آثار ملاحظہ فرمائیے :۔

(1) حضرت ابو مریم کہتے ہیں :۔

سمعت ابن مسعود رضی الله عنه يقرأ خلف الامام (القرأة خلف الامام للامام البخاری ص۲۱)	میں نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا وہ امام کے پیچھے (سورۃ فاتحہ) کی قرأت کر رہے تھے۔

(2) حضرت ابو وائل کہتے ہیں :۔

عن ابن مسعود انصت للامام (حوالہ مذکور)	ابن مسعودؓ کہتے ہیں امام کے لئے خاموش رہو۔

(3) حضرت عبداللہ ابن المبارک کہتے ہیں :۔

دلّ ان هذا فی الجهر وانما يقرأ خلف الامام سكت الامام (حوالہ مذکور)	بے شک وہ امام کے پیچھے اس وقت پڑھتے تھے جب امام سکتہ کرتا۔ یہ چیز جہر پر دلالت کرتی ہے۔

(4) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں :۔

اقرأ خلف الامام قلت وان قرأت قال نعم وان قرأت وكذلك قال ابی بن كعب	تو پڑھ امام کے پیچھے میں نے کہا اگر آپ قرأت کر رہے ہوں؟ حضرت عمرؓ نے کہا ہاں اگر میں قرأت کر رہا ہوں اور اسی

وحذيفه بن اليمان وعبادة بن الصامت رضي الله عنهم ويذكر عن علي ابن طالب و عبد الله عمرو وابي سعيد الخدري وعدة من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم نحو ذلك (القرأة خلف الامام للامام البخاري ص۲ واسناده لا بأس بهم)

طرح حضرت ابی بن کعب، حضرت حذیفہ بن یمان، حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہم نے کہا ہے اور علی ابن ابی طالب عبداللہ بن عمرو، ابوسعید خدری اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد اصحاب سے یہی چیز روایت کی گئی ہے۔

٥) امام قاسم بن محمد کہتے ہیں :-

كان رجال ائمة يقرؤن خلف الامام (حوالہ مذکور)

متعدد ائمہ امام کے پیچھے قرأت کرتے تھے۔

٦) امام حسن البصری، سعید بن جبیر اور میمون بن مہران کہتے ہیں :-

وما لا احصي من التابعين واهل العلم ان يقرأ خلف الامام وان جهر وكانت عائشة رضي الله عنها تأمر بالقرأة خلف الامام (حوالہ مذکور)

تابعین میں سے اور اہلِ علم میں سے اتنے ہیں کہ جو امام کے پیچھے (سورۂ فاتحہ) کی قرأت کرتے تھے جن کا شمار نہیں ہے اگرچہ امام بلند آواز سے قرأت کرتا تھا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا امام کے پیچھے قرأت کا حکم دیا کرتی تھیں۔

مختصراً ہم نے نقل کر دیا ہے ورنہ دلائل اور بھی بہت ہیں۔ الغرض امام

کے پیچھے سورۂ فاتحہ سکتہ میں پڑھنے کی نہ کسی نے مخالفت کی اور نہ ممانعت۔

جو کچھ فیض احمد صاحب کہہ رہے ہیں اگر وہ مان لیا جائے تو درج ذیل حدیث کا انکار لازم آئے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

لا تقرؤا بشیء من القرآن اذا جهرت الا بام القرآن فانه لا صلوٰة لمن لم یقرأ بها (رواہ ابوداؤد والدارقطنی جزء ۱ ص ۳۱۹ وصححہ ابوداؤد والترمذی والدارقطنی وابن حبان والحاکم والبیہقی تلخیص ابن حجر جزء اول ص ۲۳۱)

جب میں بلند آواز سے قرأت کروں تو تم قرآن (مجید) میں سے کچھ نہ پڑھو سوائے سورۂ فاتحہ کے کیونکہ جو شخص سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔

الغرض حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت حذیفہ بن یمانؓ، حضرت عبادہ بن صامتؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت ابوسعید خدریؓ اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ کی قرأت کرنے کا حکم دے دیا کرتے تھے۔ یہ حکم عین احادیث صحیحہ کے موافق ہے۔

غلط فہمی | فیض احمد صاحب رقمطراز ہیں :۔

(۱) حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے :۔

قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما قرأ غیر المغضوب علیهم و

حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی۔ جب غیر المغضوب علیهم

لا الضآلین قال آمین واخفی بہا صوتہ (نماز مدلل ص۹۶)

ولا الضالین پڑھا تو فرمایا آمین اور اس میں اپنی آواز کو پوشیدہ کیا۔

(۲) حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:۔

انہ حفظ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سکتتین سکتۃ اذا کبر وسکتۃ اذا فرغ من قرأۃ غیر المغضوب علیھم ولا الضالین (نماز مدلل ص۹۷)

حضرت سمرہ بن جندبؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو سکتے یاد کئے ہیں ایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ فرماتے۔ دوسرا جب آپ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کی قرأت سے فارغ ہوتے۔

اس قوی مرفوع حدیث میں دو سکتوں کا ذکر ہے۔ پہلا سکتہ ثناء ودعاء کے لئے تھا اور دوسرا سکتہ آمین کے لئے۔

(۳) حضرت ابووائل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

لم یکن عمرؓ وعلیؓ یجھران بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ولا بآمین (نماز مدلل)

حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور آمین میں جہر نہیں کرتے تھے۔

(۴) خلیفہ راشد حضرت عمرؓ بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:۔

اربع یخفیھن الامام التعوذ وبسم اللہ الرحمٰن الرحیم وآمین واللھم ربنا ولک الحمد (حوالہ مذکور)

امام کو چار چیزیں آہستہ کہنی چاہئیں اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور آمین اور اللھم ربنا ولک الحمد۔

⑤ حضرت ابو وائل فرماتے ہیں :۔

کان علیؓ و ابن مسعود لا یجهران بسم الله الرّحمٰن الرّحیم ولا بالتعوذ ولا بالتامین ۔ (حوالہ مذکور)	حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور تعوذ اور آمین جہر سے نہیں کہتے تھے (بلکہ آہستہ کہتے تھے)۔

⑥ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :۔

یخفی الامام ثلاثاً التعوذ و بسم الله الرّحمٰن الرّحیم و اٰمین (حوالہ مذکور)	امام کو تین چیزیں آہستہ کہنی چاہئیں اعوذ باللہ الخ آمین ۔

⑦ حضرت ابراہیم نخعی تابعی فرماتے ہیں :۔

اربع یخفهن الامام التعوذ و بسم الله الرّحمٰن الرّحیم وسبحانك اللّٰهم و بحمدك و اٰمین ۔ (نماز مدلل ص۹۵)	امام نماز میں چار چیزیں آہستہ کہتا ہے۔ اعوذ باللہ الخ اور بسم اللہ الخ اور سبحانك اللهم الخ اور آمین ۔

⑧ اذ کان اکثر الصحابة والتابعین علی ذلك (نماز مدلل)	کیونکہ اکثر صحابہؓ و تابعین اسی اخفاء پر عمل پیرا تھے ۔

جواب | قارئین کرام اب آپ سلسلہ وار جوابات ملاحظہ فرمائیے :۔
① جو حدیث حضرت وائل بن حجر سے مروی ہے۔ جس میں "اخفی بها صوته" کے الفاظ فیض احمد صاحب نے نقل کئے ہیں اور ان کو صحیح بتایا ہے۔ مگر فیض احمد صاحب نے "اخفی بها صوته" کی جرح جو امام

زیلعی نے نقل کی ہے اُسے حذف کر گئے۔ حذف شدہ جرح درج ذیل ہے۔
امام دارقطنی کہتے ہیں :-

هکذا قال شعبة و اخفى بها صوته ويقال انه و هم فيه لان سفيان الثوری ومحمد بن سلمة بن کهیل وهما رواه عن سلمة فقالوا ورفع بها صوته وهو الصواب (نصب الرایة جلد ۱/۳۶۹)	اسی طرح شعبہ نے "اخفی بہا صوتہ" کے الفاظ کہے ہیں اور کہا گیا ہے کہ شعبہ کو اس سلسلہ میں وہم ہوا ہے۔ اس لئے کہ سفیان ثوری، محمد بن سلمہ بن کہیل اور ان دونوں کے علاوہ دوسرے ائمہ نے سلمہ سے "رفع بہا صوتہ" کے (الفاظ) روایت کئے ہیں اور یہی صحیح ہیں۔

صاحب "التنقیح" نے شعبہ کی حدیث پر طعن کیا ہے (نصب الرایۃ) کہتے ہیں :-

وقد اجمع الحفاظ البخاری و غیره علی انه و هم فيه ... وروی من اوجه فجهر بها (تلخیص ابن حجر جزء اوّل صـ۲۳۷ ونصب الرایة ۱/۳۶۹)	ائمہ حفاظ کا اتفاق ہے یعنی امام بخاری ان کے علاوہ اور ائمہ کا کہ شعبہ نے "اخفی بہا صوتہ" کے الفاظ روایت کرکے خطاء کی ہے کیونکہ مختلف طرق سے "جہر" کے الفاظ روایت ہوئے ہیں۔

جناب فیض احمد صاحب کا یہ کہنا کہ محدّث حاکم فرماتے ہیں: اس کی سند صحیح ہے۔ صحیح الاسناد (نماز مدلل ونصب الرایۃ ۱/۳۶۹) اس میں الفاظ

کا دھوکا دیا ہے۔ امام زیلعی نصب الرایۃ میں خود نقل کرتے ہیں اخرجہ الحاکم فی کتاب القرأۃ ولفظہ "خفض بہا صوتہ" (جس کے معنیٰ ہیں آواز بہت زیادہ بلند نہ کرنا) وقال صحیح الاسناد ولم یخرجاہ (نصب الرایۃ) یعنی امام حاکم نے اپنی کتاب "القرات" میں اس حدیث کو ان لفظوں کے ساتھ "خفض بہا صوتہ" نکالا ہے اور صحیح کہا ہے یعنی آپ نے نہ بہت بلند آواز سے (آمین) کہی اور نہ بالکل خفیہ آواز سے (آمین) کہی۔ فیض احمد صاحب تأثر یہ دے رہے ہیں کہ "اخفی بہا صوتہ" کے الفاظوں کے ساتھ حدیث کی سند کو امام حاکم نے صحیح کہا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ "اخفی بہا صوتہ" والی حدیث کو تو کسی نے صحیح ہی نہیں کہا۔ مزید برآں اگر آمین پوشیدہ تھی تو سنی کیسے گئی؟ باقی تفصیر ہماری کتاب "صلوٰۃ المسلمین" میں ملاحظہ فرمائیے۔

(۲) جو حدیث حضرت سمرہ بن جندبؓ سے مروی ہے۔ حضرت سمرہ بن جندبؓ سے دوسری جگہ اس کی وضاحت موجود ہے۔ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں :-

انّہ کان یسکت سکتتین اذا استفتح و اذا فرغ من القرأۃ کلھا (رواہ ابوداؤد والترمذی وصححہ احمد محمد شاکر فی تعلیقاتہ علی الترمذی) وفی روایۃ ابی داؤد "سکتۃ اذا کبر الامام حتی یقرأ وسکتۃ اذا فرغ من	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو سکتے فرماتے تھے، ایک اس وقت جب آپ نماز شروع کرتے، دوسرا اس وقت جب آپ پوری قرأت سے فارغ ہوتے یعنی جب آپ سورۂ فاتحہ اور دوسری سورۃ سے فراغت حاصل کرکے

فاتحۃ الکتاب وسورۃ عند الرکوع (باب ماجاء فی سکتتین فی الصلوٰۃ ۲/۲۰۱ وسندہ صحیح)

رکوع فرماتے تو رکوع سے قبل سکتہ فرماتے تھے۔

مندرجہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ دو سکتے سورۃ فاتحہ کے لئے ہوتے تھے (آمین) کے لئے نہیں۔ مزید وضاحت "صلوٰۃ المسلمین" ص۲۴۵ تا ص۲۵۴ پر ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

للامام سکتتان فاغتنموا القرأۃ فیھما بفاتحۃ الکتاب (جزء القرأۃ للبخاری ۱/۹۲ وسندہ حسن)

امام کے دو سکتے ہوتے ہیں۔ تم ان دونوں میں سورۃ فاتحہ کی قرأت کو لوٹ لو۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ دو سکتے سورۂ فاتحہ کے لئے دئے جاتے ہیں (آمین) کے لئے نہیں۔ فیض احمد صاحب کا اس حدیث سے (آمین) خفیہ کی دلیل لینا صبح کو رات کہنے کے مترادف ہے۔ مزید برآں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ آمین بالجہر کے قائل ہیں اور اسی بات کا حکم دے رہے ہیں۔ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا قال الامام (غیر المغضوب علیھم ولا الضالین) فقولوا آمین یحببکم اللہ (رواہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام (غیر المغضوب علیہم ولا الضالین) کہے تو تم (آمین) کہو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔

الطبرانی فی الکبیر ۷/ ۲۱۴ و
فیہ سعید بن بشیر وقد ثقہ
شعبۃ ودحیو قال ابوحاتم
محلہ الصدق (میزان) (وقال
ابوالبزار ہو عندنا صالح لیس بہ بأس
تہذیب وسندہ حسن)

حضرت سمرہؓ بن جندب کی اس حدیث کی متابعت حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ نے کی ہے جو مصنف عبدالرزاق ۲/ ۹۸ اور صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب فی التشہد فی الصلوٰۃ میں موجود ہے۔ الغرض جناب فیض احمد صاحب کا حدیث سمرہؓ سے غلط استدلال کرنا واضح ہے اور نماز مدلل کے ص۹۷ پر حدیث کو صحیح کہنا غلط ہے۔

قارئین کرام صرف دو حدیثیں جناب فیض احمد صاحب پیش کر سکے جو کالعدم ہو گئیں۔ اب آئیے آثار کی طرف جو حقیقت میں تو دلائل نہیں ہیں مگر ہم پھر بھی ان کے جوابات دیتے ہیں تاکہ عوام کو دھوکا نہ ہو۔

اثر (۳) جو حضرت ابووائل سے مروی ہے اور اثر (۴) (۵) (۶) (۷) اور (۸) سب ضعیف ہیں۔ امام شوکانی فرماتے ہیں کہ ابوعمرؒ کہتے ہیں:

من وجوہ لیست بالقائمۃ انہ	کہ امام چار باتوں کو پوشیدہ
قال یخفی الامام اربعًا التعوذ	کرے یعنی التعوذ، بسم اللہ الرحمٰن
وبسم اللہ الرحمٰن الرحیم	الرحیم، آمین اور ربنا لک الحمد مگر
وآمین وربنا لک الحمد و	یہ باتیں ثابت نہیں ہوتیں اگرچہ (مختلف)

روی علقمۃ والاسود عن عبد اللہ بن مسعود قال ثلاث یخفھن للامام الاستعاذۃ وبسم اللہ الرحمٰن الرحیم وآمین (نیل الاوطار جزء ۲ ص۱۷۴)

طُرُق سے یہ (چار) باتیں روایت کی گئی ہیں۔ علقمہ اور اسود نے حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ امام تین باتوں کو خفیہ کرے الاستعاذۃ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور آمین (مگر یہ باتیں ثابت نہیں ہوتی ہیں)۔

مزید برآں ابو وائل والی روایت میں ایک راوی ہے" ابو سعید البقال" اس کا نام سعید بن مرزبان العنسی ہے۔ ضعیف ہے۔ (تقریب) مزید وضاحت ملاحظہ فرمایئے۔

(۱) امام یحیٰی بن معین کہتے ہیں یہ کچھ نہیں ہے۔ یہ احادیث نہیں لکھتا تھا۔
(۲) امام عمرو بن علی ضعیف الحدیث و متروک الحدیث کہتے ہیں۔
(۳) امام ابوزرعہ لین الحدیث کہتے ہیں سچا ہے جھوٹا نہیں ہے۔
(۴) امام بخاری منکر الحدیث کہتے ہیں۔
(۵) امام ابو حاتم کہتے ہیں یہ حجت نہیں ہے۔
(۶) امام نسائیؒ ضعیف کہتے ہیں۔
(۷) امام مرّہ کہتے ہیں یہ ثقہ نہیں ہے۔
(۸) ابن عدی جملہ ضعفاء میں شمار کرتے ہیں۔
(۹) امام دارقطنی متروک کہتے ہیں۔
(۱۰) امام ساجی صدوق فیہ ضعف کے ساتھ تسلیم کرتے ہیں۔

(۱۱) امام عجلی ضعیف کہتے ہیں۔

(۱۲) ابن حبان کثیر الوہم فاحش الخطأ کہتے ہیں۔

(۱۳) امام ابن عیینہ ضعیف کہتے ہیں۔

ہم نے یہ تمام جرح (تہذیب التہذیب) سے نقل کی ہے۔

علاوہ ازیں یہ آثار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان صحیح احادیث کے بھی خلاف ہیں جو آمین بالجہر کے سلسلہ میں روایت کی گئی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی آمین بالجہر کہتے تھے اور آمین بالجہر کا حکم دیا کرتے تھے (رواہ ابوداؤد والترمذی، ابن ماجہ مسند امام احمد)

غلط فہمی | جناب فیض احمد صاحب فرماتے ہیں :-

بعض احادیث میں آمین بالجہر کا ذکر ہے۔ محققین نے مذکورہ بالا دلائل اور احادیث و آثار کے قرینہ سے مختلف توجیہات لکھی ہیں۔

بعض اوقات لوگوں کی تعلیم کے لئے جہر کیا گیا تا کہ ان کو معلوم ہو جائے کہ اس مقام پر آمین کی جاتی ہے۔ درج ذیل احادیث سے اس توجیہ کی تائید ہوتی ہے۔

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے :-

قال امین حتی یسمع من یلیہ من الصف الاوّل	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آمین فرماتے یہاں تک کہ پہلی صف میں جو لوگ آپ کے قریب ہوتے وہ سنتے۔
(نماز مدلل ص۹۹)	

(۲) حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے :-

فقال امین ما اراہ الا	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (جہر سے)

لیعلّمنا (نماز مدلّل) آمین فرمایا میرے خیال میں آپ ہمیں تعلیم دینا چاہتے تھے (اس لئے جہر کیا)

جواب | پہلی بات تو یہ کہ احادیث میں "آمین" بالجہر ثابت ہے۔ جس کو فیض احمد صاحب بھی تسلیم کرتے ہیں اور تسلیم کرنا پڑے گا کیونکہ آمین بالجہر کی احادیث صحیح روایات سے مروی ہیں۔ جن کو ائمہؒ نے صحیح کہا ہے۔ دوسری بات یہ کہ محققین کے وہ دلائل جو فیض احمد صاحب نے دئے تھے وہ تو سارے کالعدم ہو گئے اور ان دلائل کی توجیہات بھی ختم ہو گئیں۔ اب اُن کا ذکر کیا حیثیت رکھتا ہے۔

یہ تو صحیح ہے کہ بعض اوقات اکّا دکّا حدیث میں کسی صحابی نے وہ چیز جو خفیہ طور پر ثابت تھی جہر کر کے تعلیم دی ہے یعنی ان احادیث میں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خفیہ ہونا ثابت تھا مگر آمین کا خفیہ ہونا آپ سے ثابت نہیں آمین بالجہر کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تعلیم دی ہے۔ اس سلسلہ میں یہ کہنا کہ یہ تعلیماً تھا بڑی زیادتی ہے۔ مثلاً أنّ عمر بن الخطاب كان يجهر بهؤلاء الكلمات يقول "سبحانك اللّٰهم و بحمدك وتبارك اسمك وتعالى جدّك ولا إله غيرك" (صحیح مسلم ۱/۲۹۹) یعنی حضرت عمرؓ (تعلیماً) ان کلمات کو جہر سے پڑھ کر بتایا کرتے تھے لیکن سبحانک اللھم ..... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام خفیہ آواز سے ہی پڑھا کرتے تھے اور یہ چیز صحیح احادیث سے ثابت شدہ ہے۔ اچھا یہ بتائیے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جنازہ کی نماز میں سورۂ فاتحہ بلند آواز سے پڑھ کر لوگوں کو تعلیم دی (صحیح بخاری) کیا احناف بلند آواز سے یا

سرّی آواز سے سورۂ فاتحہ پڑھنے کو تیار ہیں؟ جناب فیض احمد صاحب آپ احناف کی حمایت میں ایسی بات کہہ جاتے ہیں جو احناف کو منظور نہیں ہوتی۔ الغرض آمین بالجہر تعلیماً تھا اس چیز سے لوگوں کو دھوکا نہ دیجئے۔ مزید برآں "لیُعَلِّمَنَا" کے الفاظ صحیح سند سے ثابت ہیں یا نہیں یہ چیز بھی قابلِ غور ہے۔

حضرت وائل رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں:۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قال (غیر المغضوب علیھم ولا الضالین) قال آمین (عبدالرزاق ۲/۹۵ وسندہ صحیح)	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہتے تو آمین کہتے۔

حضرت وائلؓ کہتے ہیں:۔

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرأ (ولا الضالین) فقال آمین یمدّ بھا صوتہ (مصنف ابن ابی شیبۃ ۲/۳۱۵ و مصنف عبدالرزاق ۲/۹۵ التعلیقات للالبانی علی المشکوٰۃ ۱/۲۶۷ وسندہ صحیح)	میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا انہوں نے (ولا الضالین) پڑھا تو آمین کہی (اور) اپنی آواز کو آمین کے ساتھ کھینچا۔

حضرت وائل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:۔

صلیت خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلما قرأ فاتحۃ الکتاب جھر بآمین	میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی آپ نے سورۂ فاتحہ پڑھی (تو) بلند آواز سے آمین کہی۔

(کنزالعمال ۸/۱۲۱ صحیح ما قیلہ)

حدیث ① جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ بے حد ضعیف ہے۔ ابوعبداللہ الدوسی اور بشر بن رافع ضعیف ہیں۔ وضاحت درج ذیل ہے:۔

(۱) علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ ابوعبداللہ الدوسی عن ابی ہریرۃ لا یعرف ما حدّث عنہ سوی بشر بن رافع (میزان) یعنی ابوعبداللہ الدوسی جو حضرت ابوہریرہ سے روایت کرتا ہے مجہول ہے۔ اس سے بشر بن رافع کے سوا کوئی اور روایت نہیں کرتا۔

(۲) ابواحمد الحاکم اس راوی کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس کا نام معلوم نہیں (تہذیب)۔

(۳) ابن القطان مجہول کہتے ہیں (تہذیب)۔

(۴) ابن حبان نے ثقہ کہا ہے۔ ابن حبان کا ثقہ کہنا غیر مفسر ہے۔

راوی بشر بن رافع الحارثی، ابوالاساط النجرانی کے بارے میں ضعیف ہونے کے دلائل:۔

① عبداللہ بن احمد ضعیف کہتے ہیں۔
② امام بخاری کہتے ہیں، اس کی حدیث کی کوئی متابعت نہیں کرتا۔
③ امام ترمذی ضعیف کہتے ہیں۔
④ امام نسائیؒ ضعیف کہتے ہیں۔
⑤ امام ابوحاتم ضعیف الحدیث و منکر الحدیث کہتے ہیں۔
⑥ امام حاکم لیس بالقوی کہتے ہیں۔

(۷) یعقوب بن سفیان لین الحدیث کہتے ہیں۔
(۸) امام عقیلی کہتے ہیں اس کے پاس منکر روایات ہیں۔
(۹) امام دارقطنی منکر الحدیث کہتے ہیں۔ رحمہ اللہ علیہم
(۱۰) ابن عبدالبر ضعیف و منکر الحدیث کہتے ہیں (فی الکنی)

ابن عبدالبر نے کتاب الانصاف میں کہا ہے۔ اس راوی کی احادیث میں نکارت ہے۔ تمام محدثین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس کی وہ احادیث جو اس نے روایت کی ہیں چھوڑ دی جائیں اور احتجاج موقوف کر دیا جائے اور پھر کسی عالم نے اس میں اختلاف نہیں کیا۔ امام ابن حبان بھی کہتے ہیں کہ یہ بعض باتیں متعمداً غلط کرتا تھا (تہذیب) مزید برآں ابن حبان کہتے ہیں کہ یہ موضوعات روایت کرتا تھا۔ علامہ ہیثمی ابو عبداللہ کو مجہول اور امام احمد بشر بن رافع کو ضعیف کہتے ہیں (مجمع الزوائد)

بحث درایتاً حدیث کے پہلے حصہ میں ہے "حتی یسمع من یلیہ من الصف الاوّل" یعنی یہاں تک کہ پہلی صف میں جو حضرات قریب ہوتے وہ سنتے اور حدیث کا اگلا حصہ اس کے خلاف ہے "فیرتج بہا المسجد" یعنی مسجد (آمین) کی آواز سے گونج اٹھتی متضاد ہے۔ لہٰذا یہ حدیث درایتاً بھی ضعیف ہے۔

ایک اور زاویہ سے بحث قارئین کرام اگر ہم اس حدیث کو صحیح بھی تسلیم کر لیں تب بھی یہ حدیث ہماری تائید میں ہے اور جناب فیض احمد صاحب کے رد میں۔ کیونکہ جناب فیض احمد صاحب نے حدیث کا وہ حصہ جو ان کے مذہب کے خلاف تھا حذف کر گئے۔ وہ حصہ یہ ہے " فیرتج بہا المسجد" یعنی

آمین کی آواز سے مسجد گونج اٹھتی ۔ حدیث کے اس حصہ میں آمین کا بلند آواز سے کہنا ثابت ہو رہا ہے۔ لہٰذا فیض احمد صاحب اس عبارت کو حذف کر گئے۔

حدیث ② جو حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ جرح اوپر ملاحظہ فرمائیے، یعنی ص۳۷ پر۔

غلط فہمی | جناب فیض احمد صاحب تحریر کرتے ہیں کہ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین نہیں ہے۔ ارشاد ربانی ہے :۔

قد افلح المؤمنون الذین	بلاریب اہل ایمان کامیاب ہوئے جو
هم فی صلوتهم خاشعون	اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں۔
(المؤمنون نماز مدلل)	

حضرت عبداللہ ابن عباس "خاشعون" کی تفسیر میں فرماتے ہیں :۔

مخبتون متواضعون لا یلتفتون	عاجزی تواضع کرنے والے نہ دائیں بائیں
یمیناً ولا شمالاً ولا یرفعون	التفات کرتے ہیں اور نہ نماز میں اپنے
اید یهم فی الصلوٰة (نماز مدلل)	ہاتھ اٹھاتے ہیں۔

جواب | مطلب یہ ہے کہ عاجزی وانکساری کا تقاضا یہ ہے جب نمازی نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو خضوع وخشوع کرتے ہوئے نماز ادا کرے، کسی قسم کی لغو حرکت نہ کرے، نماز حسن وخوبصورتی اور دلکشی کا مرقع ہو، نہ بار بار ہاتھوں کو حرکت دی جائے نہ نماز میں ہاتھوں کا غلط استعمال کیا جائے، کبھی کھجا رہے ہیں تو کبھی میل اتار رہے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ مگر ابن عباسؓ کے فعل سے رفع یدین عند الرکوع وعند الرفع نہ کرنے کی دلیل لینا مضحکہ خیز ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کی

نفی نہیں کر رہے ہیں بلکہ وہ ہاتھ جو بے جا اٹھتے ہیں ان کی نفی کر رہے ہیں۔
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ تو خود رفع یدین کرنے کے قائل ہیں اور خود رفع یدین کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے۔ حضرت عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں :۔

رأیت اباسعید الخدری و ابن عمر و ابن عباس و ابن الزبیر یرفعون ایدیھم نحو من حدیث الزھری (رواہ ابن ابی شیبۃ ۱/۲۳۵ وسندہ صحیح)

میں نے حضرت ابو سعید خدریؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابن الزبیرؓ کو (نماز) میں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا۔ امام زہری کی حدیث کے مثل یعنی رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرتے تھے۔

نوٹ : حدیث زہریؒ ابن عمرؓ والی حدیث ہے۔ جو صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہے جس میں رفع یدین کی صریحًا وضاحت موجود ہے۔
طاؤس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں :۔

رایت عبداللہ بن عمرو و عبداللہ ابن عباس وعبداللہ بن الزبیر یرفعون ایدیھم فی الصلوٰۃ (کنز العمال ۸/۹٦ وسندہ صحیح)

میں نے عبداللہ بن عمرو، عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کو نماز میں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا۔

حسن بن مسلم کہتے ہیں۔ میں نے طاؤس سے سنا اور ان سے نماز میں رفع

یدین کے بارے میں سوال کیا جارہا تھا۔ حضرت طاؤسؒ کہتے ہیں :۔

رایت عبد الله و عبد الله وعبد الله یرفعون ایدیهم فی الصلوٰة، لعبد الله بن عمر وعبد الله بن عباس و عبد الله بن الزبیر (عبدالرزاق ۲/۶۹ وسنده صحیح متصل)

میں نے عبداللہ، عبداللہ، عبداللہ کو نماز میں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا یعنی عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس اور عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہم۔

یہ وہ حقائق ہیں جن سے کسی کو انکار کی مجال نہیں۔

حضرت ابوحمزہؒ کہتے ہیں :۔

رأیت ابن عباس یرفع یدیه اذا افتتح الصلوٰة و اذا رکع و اذا رفع رأسه من الرکوع (رواه ابن ابی شیبة ۱/۲۶۶ وسنده صحیح متصل)

میں نے حضرت ابن عباسؓ کو رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا جب وہ نماز شروع کرتے (تو رفع یدین کرتے) اور جب رکوع کرتے (تو رفع یدین کرتے) اور جب رکوع سے سر اٹھاتے (رفع یدین کرتے)

لہٰذا حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سنّت کے مطابق نماز میں رفع یدین کر کے نماز ادا کرتے تھے۔

غلط فہمی | جناب فیض احمد صاحب کہتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے :۔

قال خرج علینا رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے

مالی اراکم رافعی اید یکم کانّھا اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلوٰۃ (نماز مدلل ص۱۰۰)	باہر تشریف لائے تو فرمایا کیا بات ہے۔ میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تم اپنے ہاتھ اٹھائے ہوئے ہو گویا کہ وہ ہاتھ سرکش گھوڑوں کی دم ہیں۔ نماز میں سکون اختیار کرو (رفع یدین نہ کرو)

یہ صحیح مرفوع قولی حدیث اس بات پر نص ہے کہ نماز کے دوران رفع یدین ممنوع ہے اس کے مقابلے میں سکون واجب و لازم ہے۔ فی الصلوٰۃ کا لفظ تکبیر تحریمہ سے سلام تک شامل ہے۔ تکبیر تحریمہ تو نماز کا آغاز ہے۔ پھر اس میں رفع یدین متواتر احادیث سے ثابت ہے۔ بالاجماع وہ اس ممانعت سے خارج اور مستثنیٰ ہے اس کے بعد رکوع وغیرہ ہر مقام کی رفع یدین کو یہ ممانعت شامل ہے۔ (نماز مدلل)

جواب | حضرت جابرؓ کی مندرجہ بالا حدیث سے رفع یدین نہ کرنے کی دلیل لینا مضحکہ خیز ہے کیونکہ اس حدیث میں نہ تو رکوع میں جانے کا ذکر ہے اور نہ رکوع سے اٹھنے کا یعنی جب رکوع میں جاتے تو رفع یدین نہ کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین نہیں کرتے ایسے الفاظ ہونے چاہئے تھے۔ دعویٰ خاص کے لئے دلیل بھی خاص دینی چاہئے۔ جناب فیض احمد صاحب دلیل تو عام پیش کر رہے ہیں اور دعویٰ خاص کر رہے ہیں۔ مزید برآں صحیح مسلم کی مندرجہ بالا حدیث میں "عند السلام" کے الفاظ وارد ہوئے ہیں جو آپ نے اسی موقع پر فرمائے تھے۔ حدیث ملاحظہ فرمایئے :-

حضرت جابرؓ بن سمرہ کہتے ہیں :-

كنا اذا صلينا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم قلنا السلام عليكم ورحمة الله السلام عليكم ورحمة الله واشارة بيده الى الجانبين، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم علام يومئون بايديكم كانها اذناب خيل شمس؟ انما يكفي احدكم ان يضع يده على فخذه ثم يسلم على اخيه من على يمينه وشماله۔ (صحیح مسلم)

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے۔ ہم (سلام پھیرتے وقت) اپنے دائیں اور اپنے بائیں طرف ہاتھوں سے اشارہ کرتے، یعنی السلام علیکم ورحمۃ اللہ، السلام وعلیکم و رحمۃ اللہ کے ساتھ اشارہ کرتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم سلام پھیرتے وقت نماز میں اپنے ہاتھوں سے اشارہ کرتے ہو گویا کہ وہ سرکش گھوڑوں کی دمیں ہیں۔ تم میں سے کسی کے لئے اتنا کافی ہے کہ وہ اپنا ہاتھ اپنی ران پر رکھ لے، پھر وہ اپنے بھائی کی طرف جو دائیں بائیں ہوں سلام پھیر دے۔

قارئین کرام مندرجہ بالا احادیث سے نماز میں دونوں طرف سلام پھیرتے وقت ہاتھوں سے اشارہ کرنے کی ممانعت ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شروع زمانہ میں ایسا کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصلاح فرماتے رہتے تھے۔ اس طرح آپ نے رفع یدین عند السلام سے روک کر صرف رانوں پر ہاتھ رکھنے کو کافی بتایا۔ لہٰذا نماز میں دونوں طرف ہاتھوں سے اشارہ کرنا یا ہاتھ اٹھا کر اشارہ کرنے سے منع فرمایا نہ کہ رفع یدین عند الرکوع و عند

الرفع سے۔ اس حدیث سے رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین نہ کرنے کی دلیل لینا علم متانت کے خلاف ہے۔ علاوہ ازیں فیض احمد صاحب نے جو صحیح مسلم کا متن نقل کیا ہے اس میں اور جو ہم نے نقل کیا ہے اس میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ ہم ان دونوں متنوں کو یکجا کر کے ترجمہ کرتے ہیں تاکہ حدیث کے دونوں متن آسانی سے سمجھ میں آجائیں۔

حضرت جابرؓ بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں نماز پڑھا کرتے تھے (ہم نماز میں سلام پھیرتے وقت) اپنے دائیں اور بائیں طرف ہاتھوں سے اشارہ کرتے یعنی السلام علیکم ورحمۃ اللہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سامنے سے گزرے (اور آپ نے ہمیں ایسا کرتے ہوئے دیکھا) آپ نے فرمایا کیا بات ہے کہ میں تمہیں اس حال میں دیکھ رہا ہوں کہ تم اپنے ہاتھوں کو اس طرح اٹھاتے ہو گویا کہ وہ سرکش گھوڑوں کی دمیں ہیں، تم اس طرح اپنے ہاتھوں کو اٹھا کر اشارہ کرتے ہو؟ جیسے سرکش گھوڑوں کی دمیں ہلتی ہیں نماز میں سکون اختیار کرو۔ صرف تم میں سے کسی کے لئے اتنا کافی ہے کہ وہ اپنا ہاتھ اپنی ران پر رکھ لے۔ پھر اپنے بھائیؓ کی طرف جو دائیں اور بائیں ہوں سلام پھیر دے (صحیح مسلم)۔

قارئین کرام مندرجہ بالا حدیث ایک ہی ہے اور روایت کرنے والے بھی ایک ہی ہیں یعنی حضرت جابرؓ بن سمرہ رضی اللہ عنہ۔ لیکن فیض احمد صاحب نے "سلام" کے الفاظ حذف کر دیئے کیونکہ سلام کے الفاظ نقل کرنے سے ان کا مقصد حل نہیں ہوتا تھا لہٰذا حذف کر گئے حدیث کا مطلب کیا تھا اور کیا کر گئے۔

(۱) اب اگر یہ صحیح قولی مرفوع حدیث ہے تو عند السلام ہاتھ نہ اٹھانے کی ہے۔

(۲) اس حدیث سے رفع یدین ممنوع نہیں ہوا۔

(۳) "فی الصلوٰۃ" کا لفظ تکبیر تحریمہ سے سلام تک کو شامل ہے۔ جناب فیض احمد صاحب اس حدیث سے تو تمام رفع یدین کی نفی ہوتی ہے اگر آپ یہ کہیں کہ تکبیر تحریمہ کا رفع یدین مستثنیٰ ہے کیونکہ آپ کے خیال میں تکبیر تحریمہ کا رفع یدین متواتر احادیث سے ثابت ہے۔

توجواباً عرض ہے کہ رفع یدین عند الرکوع و عند الرفع صحیح ترین اور متواتر احادیث سے ثابت ہے تو پھر یہ رفع یدین بھی مستثنیٰ ہوا۔

غلط فہمی | فیض احمد صاحب فرماتے ہیں :۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے :۔

قال الا اصلی بکم صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی فلم یرفع یدیہ الا فی اول مرۃ (ترمذی، ابو داؤد و نماز مدلل ص۱۰۱)

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے اپنے تلامذہ کو نماز کی عملی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا کہ کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں پھر آپ نے نماز پڑھی اور صرف پہلی دفعہ (تکبیر تحریمہ) میں رفع یدین کیا۔

امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن ہے (نماز مدلل)

جواب | قارئین کرام امام ترمذی خود لکھتے ہیں :۔ لم یثبت حدیث ابن مسعود ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یرفع یدیہ الا فی

اوّل مرّۃٍ (رواہ الترمذی ۲/۳۸) یعنی حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی حدیث ثابت نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک بار رفع یدین کرتے تھے۔ اب ہم امام ترمذی کی کونسی بات تسلیم کریں۔ امام ترمذی کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ حدیث سنداً تو حسن ہے اور متناً ضعیف۔ بقول ائمہؒ کے امام ترمذی کی حسن تقریباً ضعیف ہی نکلتی ہے۔

امام ابوداؤد اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:۔

قال عبد اللہ ابن مسعود الا اصلی بکم صلوٰۃ رسول اللہ علیہ وسلم قال فصلی فلم یرفع یدیہ الا مرّۃ۔	حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے کہا کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں؟ پھر انہوں نے نماز پڑھی صرف ایک مرتبہ رفع یدین کیا۔

مندرجہ بالا الفاظ نقل کرنے کے بعد امام ابوداؤد خود فرماتے ہیں:۔

ھذا مختصرًا من حدیث طویل ولیس ھو بصحیح علی ھذا اللفظ (رواہ ابوداؤد ۱/ ۱۹۹)	یہ طویل حدیث کا ایک ٹکڑا ہے اور یہ ان الفاظ کے ساتھ صحیح نہیں۔

الغرض یہ حدیث معلول ہے۔ اگر ہم اس حدیث کو صحیح بھی تسلیم کرلیں تب بھی یہ رفع یدین کرنے کے خلاف نہیں۔ اس حدیث میں بھی عندالرکوع وعند الرفع رفع یدین کرنے کی کوئی ممانعت نہیں۔ بلکہ جو حضرات تکبیر تحریمہ کے بعد بار بار رفع یدین کرتے ہیں یعنی جس طرح ایک فرقہ تکبیر تحریمہ کے بعد بار بار

رفع یدین کرتا ہے اس کی نفی ہے۔

غلط فہمی | جناب فیض احمد صاحب فرماتے ہیں :۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے :۔

کان النبی صلی اللہ علیہ و سلم اذا کبر لافتتاح الصلوٰۃ رفع یدیہ الی قریب من اذنیہ ثم لا یعود (رواہ ابوداؤد، طحاوی و دارقطنی، مصنف	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب آغاز نماز کی تکبیر (تکبیر تحریمہ) کہتے تو اپنے کانوں کے قریب تک رفع یدین فرماتے۔ پھر نہیں لوٹتے تھے (رفع یدین نہیں کرتے تھے)۔

ابن ابی شیبۃ، نماز مدلل ص۱۰۲)

جواب | قارئین کرام یہ حدیث بھی کئی طرح سے ضعیف ہے۔ یزید ابن ابی زیاد بد حافظہ ہونے کی وجہ سے ضعیف ہیں۔ ان کا حافظہ آخری عمر میں خراب ہو گیا تھا۔ معلوم نہیں حافظہ صحیح ہونے کی حالت میں بیان کیا ہے یا حافظہ خراب ہونے کے بعد۔ محدّثین کے نزدیک ایسی حدیث معلول ہوتی ہے۔ مزید برآں "ثنا سفیان عن یزید نحو حدیث شریك لَمْ یَقُل ثم لا یَعُوْد" (رواہ ابوداؤد) یعنی امام سفیان کہتے ہیں۔ شریک کی حدیث میں یزید ابن ابی زیاد نے "ثم لا یعود" کے الفاظ نہیں کہے۔

قال سفیان قال لنا بالکوفة بعدُ "ثم لا یعود" (رواہ ابوداؤد) یعنی سفیان کہتے ہیں یزید ابن ابی زیاد نے ایک مدّت کے بعد کوفہ میں "ثم لا یعود" کے الفاظ بیان کئے یعنی یزید ابن ابی زیاد "ثم لا یعود" کبھی بیان کرتے اور کبھی بیان نہ کرتے۔ میں پہلے ہی لکھ چکا ہوں کہ یزید ابن

ابی زیاد کا آخری عمر میں حافظہ خراب ہوگیا تھا جس کی وجہ سے وہ "ثم لا یعود" کا اضافہ غلطی سے کر دیا کرتے تھے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں :۔

وروی هذا الحدیث هشیم وخالد وابن ادریس عن یزید لم یذکروا ثم لا یعود (رواہ ابوداؤد)

یہ حدیث ہشیم، خالد اور ابن ادریس نے یزید ابن ابی زیاد سے روایت کی ہے لیکن "ثم لا یعود" بیان نہیں کیا۔

لہٰذا امام ابوداؤد نے اس بات کی خود ہی وضاحت کردی ہے کہ "ثم لا یعود" کے الفاظ نہیں ہیں پھر کیونکر یہ الفاظ قابلِ احتجاج ہو سکتے ہیں۔

مسند حمیدی میں ہے۔ امام سفیان کہتے ہیں کہ یزید ابن ابی زیاد کا (آخری عمر) میں حافظہ خراب ہوگیا تھا۔ جس کی وجہ سے "ثم لا یعود" کے الفاظ ان سے زیادہ ہوگئے (رواہ الحمیدی)

ابن عبدالبر نیل الاوطار میں فرماتے ہیں :۔

کل من روی عنه ترك الرفع فی الرکوع والرفع منه روی عنه فعله الا ابن مسعود وقال محمد بن نصر المروزی اجمع علماء الامصار علی مشروعیّه ذلك الا اهل الکوفة (نیل الاوطار)

رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین چھوڑنا ابن مسعود نے روایت کیا ہے اور کسی نے نہیں۔ محمد بن نصر مروزی کہتے ہیں کہ تمام شہروں کے علماء کا رفع یدین کرنے پر اجماع ہے سوائے اہلِ کوفہ کے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔"لا یصح ثم لا یعود" (نیل الاوطار)
یعنی "ثم لا یعود" کے الفاظ صحیح نہیں ہیں۔

حضرت براء بن عازبؓ والی حدیث جو ابوداؤد میں ہے اس کو امام بخاری امام احمد، امام یحییٰ، امام دارمی اور امام حمیدی نے ضعیف کہا ہے، یحییٰ بن محمد بن یحییٰ کہتے ہیں: میں نے سنا احمد بن حنبل سے وہ کہتے ہیں، ھذا حدیث واہٍ یعنی یہ حدیث بے کار ہے اور کہتے ہیں ایک عرصہ تک یزید "ثم لا یعود" کے الفاظ بیان نہیں کرتے تھے بعد میں بیان کرنے لگے (نیل الاوطار)
مطلب یہ ہے کہ کوفہ کے لوگوں نے "ثم لا یعود" کا اضافہ یزید سے کروایا اور پھر یزید حافظہ خراب ہونے کے سبب سے بیان کرنے لگے۔

امام بیہقی کہتے ہیں: عبدالرحمٰن ابن ابی لیلےٰ کے سلسلہ میں بھی اختلاف ہے۔

امام البزار کہتے ہیں کہ حدیث میں "ثم لا یعود" کے الفاظ نہیں تھے۔ (نیل الاوطار)

علامہ ابن حزم لکھتے ہیں:۔

ان صح قوله لا یعود دل علیٰ انه صلی الله علیه وسلم فعل ذلك لبیان الجواز (نیل الاوطار)	"لا یعود" کے الفاظ اگر صحیح ثابت ہو جائیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا ہے تو بیان جواز کے لئے بطور دلیل کافی ہو جاتا۔

علامہ ابنِ حزم "اِنْ صَحَّ" کے الفاظ استعمال کرکے "ثم لا یعود" کے الفاظ کو غلط ثابت کر رہے ہیں۔ شبہ کا اظہار کر رہے ہیں۔

امام شوکانی لکھتے ہیں :-

واحتجوا ایضاً بما روی عن
عبد الله بن مسعود من طریق
عاصم بن کلیب عن عبد
الرحمن ابن الاسود عن علقمة
عند احمد وابی داؤد و
الترمذی انه قال لاصلین
لکم صلوٰة رسول الله صلی
الله علیه وسلم فصلی فلم
یرفع یدیه الا مرّة واحدة
ورواه ابن عدی والدارقطنی
والبیهقی من حدیث محمد
بن جابر عن حماد عن ابراهیم
عن علقمة عنه بلفظ
صلیت مع النبی صلی الله
علیه وسلم وابی بکر وعمر
فلم یرفعوا ایدیهم الا
عند الاستفتاح و هذا
الحدیث حسنه الترمذی
وصححه ابن حزم ولکنه

احمد، ابوداؤد اور ترمذی کی وہ (حدیث)
جو انہوں نے عبداللہ بن مسعود سے روایت
کی ہے بطریق عاصم بن کلیب عبدالرحمٰن
بن اسود اور علقمہ (ایک جماعت نے
اس حدیث سے) حجت لی ہے جس میں
عبداللہؓ بن مسعود کہتے ہیں: میں تمہیں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز
پڑھ کر دکھاؤں؟ پھر انہوں نے نماز
پڑھی مگر ایک دفعہ رفع یدین کیا ابن
عدی، دارقطنی اور امام بیہقی نے محمد
بن جابر، حماد، ابراہیم اور علقمہ سے
ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے
کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ، ابوبکرؓ اور عمرؓ کے ساتھ نماز
پڑھی۔ پس وہ شروع نماز میں رفع یدین
کرتے۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے
حسن اور ابن حزم نے صحیح کہا ہے۔
لیکن ان کی تحسین و تصحیح ابن مبارک
کے قول سے متعارض ہے۔ عبداللہ بن

عارض هذا التحسين والتصحيح قول ابن المبارك لم يثبت عندی (نیل الاوطار)

مبارک کہتے ہیں میرے نزدیک یہ حدیث ثابت نہیں۔

قارئین کرام امام ترمذی کی حسن تقریباً ضعیف ہی ہوتی ہے اور ابن حزم کی تصحیح بھی اتنی پائے کی نہیں ہوتی۔ ابن حزم کسی حدیث کو صحیح کہہ دیتے تھے پھر اس سے رجوع کر لیتے تھے۔ تفسیر کتب و احادیث میں دیکھئے۔ عبداللہ بن مبارک کا قول (لَمْ يَثْبُتْ عِنْدِیْ) کی تائید درج ذیل ائمہ سے بھی ہوتی ہے۔

وقول ابن ابی حاتم هذا حديث خطأ (نیل الاوطار)

ابن ابی حاتم کا قول ہے (ابن مسعودؓ والی حدیث) صحیح نہیں ہے۔

امام احمد بن حنبل اور ان کے استاد یحییٰ بن آدم ضعیف کہتے ہیں اور امام ابوداؤد لیس بصحیح کہتے ہیں۔ امام دارقطنی (انّه لم يثبت) یعنی حدیث ابن مسعودؓ میں "ثم لا يعود" کے الفاظ ثابت نہیں۔

ابن حبان کہتے ہیں :-

هذا احسن خبر روی اهل الكوفة فی نفی رفع اليدين فی الصلوٰة عند الركوع و عند الرفع منه ، وهو فی الحقيقه اضعف شیء يعول عليه لأن له عللا تبطله (نیل الاوطار جزء ۲ ص۱۴)

اہل کوفہ نے نماز میں ترک رفع یدین کے سلسلہ میں عند الرکوع و عند الرفع جو بہترین خبر روایت کی ہے (وہ ابن مسعود کی حدیث ہے) اور حقیقت یہ ہے کہ وہ بھی بہت زیادہ ضعیف ہے جو اس کو معلول بنا رہی ہے بلکہ علّتیں ہیں جو اس کو باطل بنا رہی ہیں۔

مزید برآں امام ابن حجرؒ فرماتے ہیں :-

وھؤلاء الائمۃ انما طعنوا کلھم فی طریق عاصم بن کلیب اما طریق محمد بن جابر فذکرھا ابن الجوزی فی الموضوعات ، وقال عن احمد محمد بن جابر لاشئ ولایحدث عنه الامن ھو شر منه (نیل الاوطار جزء ۳ ص۱۴)

اور تمام ائمہ نے عاصم بن کلیب کی روایت میں طعن کیا ہے اور رہی محمد بن جابر کی روایت تو ابن جوزی نے موضوعات میں شمار کیا ہے اور امام احمد کے طریق سے کہا ہے کہ محمد بن جابر کچھ نہیں ہے اس سے شریر خبیث ہی روایت کرتا ہے۔

محمد بن جابر کے بارے میں مزید جرح ملاحظہ فرمایئے۔

امام یحیٰی بن معین کہتے ہیں :-

کان اعمی واختلط علیه حدیثه وکان کوفیًا فانتقل الی الیمامة وھو ضعیف (تہذیب)

(محمد بن جابر) نابینا ہو گئے تھے ان کے اوپر احادیث خلط ملط ہو گئی تھیں اور وہ کوفی ہیں۔ پھر وہ یمامہ کی طرف منتقل ہو گئے اور وہ ضعیف ہیں۔

امام عمرو بن علی کہتے ہیں :-

صدوق کثیر الوھم متروک الحدیث (تھذیب)

سچے، بہت وہمی، متروک الحدیث ہیں۔

امام ابن ابی حاتم کہتے ہیں : ان پر احادیث مخلوط ہو گئی تھیں (تہذیب)

امام ابوزرعہ کہتے ہیں : محمد بن جابر اہلِ علم کے نزدیک ساقط الحدیث

ہے (تہذیب)

عن حماد فیہ اضطراب — محمد بن جابر اور حماد کی روایت مضطرب ہوتی ہے۔

(تہذیب)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :۔

لیس بالقوی یتکلمون فیہ وروی مناکیر (تہذیب) — ائمہ نے (محمد بن جابر) پر کلام کیا ہے کیونکہ اس نے منکر روایات بیان کی ہیں اور یہ قوی نہیں ہے۔

امام نسائیؒ ضعیف کہتے ہیں (تہذیب)۔

امام ابن مہدی ضعیف کہتے ہیں (تہذیب)۔

امام یعقوب بن سفیان اور عجلی ضعیف کہتے ہیں (تہذیب)۔

امام دارقطنی کہتے ہیں۔ وہ اور اس کا بھائی تقریباً ضعیف ہیں (تہذیب)۔

ہم نے طوالت کے خوف سے چند مزید اقوال چھوڑ دیئے ہیں۔ مزید برآں اسی قسم کے اقوال میزان الاعتدال میں بھی مذکور ہیں۔ " ثم لا یعود " کی مزید تردید ملاحظہ فرمایئے :۔

واحتجوا ایضاً بما روی عن ابن عمر عند البیہقی فی الخلافیات بلفظ ، کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوۃ ثم لا یعود۔ (نیل الاوطار) — امام بیہقی نے خلافیات میں ابن عمرؓ کی حدیث ان الفاظ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شروع نماز میں رفع یدین کرتے پھر نہیں کرتے۔ بعض لوگوں نے اس حدیث سے حجت لی ہے۔

حافظ ابن حجر اس حدیث کے بارے میں کہتے ہیں :۔

وھو مغلوب موضوع (نیل الاوطار) یہ (حدیث) مغلوب جھوٹی ہے۔

غلط فہمی | جناب فیض احمد صاحب فرماتے ہیں :۔

(۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے :۔

قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ابی بکر و عمر فلم یرفعوا ایدیھم الا عند استفتاح الصلوٰۃ (نماز مدلل صـ۱۰۲)	حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے ساتھ نماز پڑھی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین صرف نماز کے شروع میں (تکبیر تحریمہ) میں رفع یدین کرتے تھے۔

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے :۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل فی الصلوٰۃ رفع یدیہ مدًّا (نماز مدلل صـ۱۰۲)	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں داخل ہوتے تو اچھی طرح رفع یدین فرماتے۔

اس حدیث میں صرف تحریمہ والی رفع یدین کا ذکر ہے۔ رکوع کی رفع یدین کا ذکر نہیں ہے اسی لئے امام ابوداؤد نے باب من لم یذکر الرفع عند الرکوع میں یہ حدیث ذکر کی ہے۔

جواب | حدیث ① جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے ضعیف ہے محمد بن جابر بہت زیادہ ضعیف ہے۔ جرح گذشتہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیے۔

حدیث (۲) جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ بھی ضعیف ہے۔ اس حدیث کی سند میں یحییٰ بن عبداللہ بن الضحاک ضعیف ہے (تقریب التقریب) مزید برآں اس راوی کو امام ابوزرعہ اور دوسرے ائمہؒ نے بھی ضعیف کہا ہے (میزان الاعتدال) لہٰذا یہ بھی ضعیف ہے۔ علاوہ ازیں عدم ذکر سے عدم شئے لازم نہیں آتا۔ دوسری صحیح احادیث متواترہ میں رفع یدین عندالرکوع وعندالرفع ثابت ہے دیکھئے صحیح بخاری وصحیح مسلم۔

غلط فہمی | فیض احمد صاحب لکھتے ہیں :۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے :۔

ترفع الایدی فی سبعة مواطن اذا قام الی الصلوٰة واذا رأی البیت وعلی الصفا والمروة وفی جمع وعرفات وعند الجمار (نماز مدلل ص۱۰۳)	سات مقامات پر ہاتھ اٹھائے جاتے ہیں (رفع یدین کیا جاتا ہے) جب[1] نماز کے لئے کھڑا ہو اور جب[2] بیت اللہ کو دیکھے، کوہ صفا[3] پر اور کوہ مروہ[4] پر، مزدلفہ[5] میں، عرفات[6] میں جمرات[7] کے پاس۔

اگر نماز میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ رکوع میں رفع یدین ہوتی تو مزور اُسے بھی ذکر کیا جاتا۔

جواب | حضرت عبداللہؓ بن عباس کی روایت کردہ یہ حدیث صحیح احادیث سے متعارض ہے۔ ضعیف بھی ہے۔ عطاء بن السائب، ابوعمر، الکوفی، جن کا حافظہ آخری عمر میں خراب ہو گیا تھا معلوم نہیں حافظہ خراب ہونے کے بعد اس قول کو روایت کیا ہے یا حافظہ صحیح کی حالت میں۔ مگر الحمد للہ اس کی

وضاحت موجود ہے۔

وکان عطاء تغیر باخرۃ وفی
روایہ جریر وابن فضیل و
طبقتہم ضعیفۃ۔
(تہذیب التہذیب ۷/۲۰۷)

عطاء کا آخری عمر میں حافظہ خراب ہوگیا
تھا۔ جریر اور ابن فضیل کی روایت
(حافظہ خراب ہونے کے بعد کی ہے)
(لہٰذا ایسی حدیث) کا درجہ ضعیف ہے۔

اور یہ روایت جو فیض احمد صاحب نے ص۱۰۳ پر نقل کی ہے اس میں "ابن فضیل" موجود ہے۔ ملاحظہ فرمائیے :۔

حدثنا ابن فضیل عن عطاء عن سعید بن جبیر عن ابن عباس (رواہ ابن ابی شیبۃ ونصب الرایۃ ۱/ ۲۹۱)۔

لہٰذا یہ بیان ضعیف ہے۔

اس سلسلہ کی اور بھی روایات مروی ہیں وہ بھی درج ذیل ہیں :۔

(۱) عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال لا ترفع الایدی الّا فی سبعۃ مواطن تکبیرۃ الافتتاح وتکبیرۃ القنوت وتکبیرات العیدین وذکر الاربعۃ فی الحج (نصب الرایۃ)

امام زیلعی کہتے ہیں (اور یہ احناف کے گھر کے آدمی ہیں یعنی گھر کی گواہی ہے) قلت غریب بہذا اللفظ یعنی میں کہتا ہوں یہ حدیث اس متن کے ساتھ غریب ہے یعنی ضعیف ہے۔

(۲) عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا ترفع الایدی الا فی سبعۃ مواطن ...... (نصب الرایۃ ورواہ الطبرانی فی الاوسط)

قارئین کرام یہ حدیث بھی ضعیف ہے۔ اس حدیث میں دو علتیں ہیں

(۱) محمد بن عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ ضعیف ہے اور (۲) روایت منقطع ہے۔
علّت (۱) کی وضاحت ملاحظہ فرمایئے :-

محمد بن عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ کو

① یحییٰ بن سعید ضعیف کہتے ہیں۔
② احمد بن حنبلؒ بدحافظ اور مضطرب الحدیث کہتے ہیں۔
③ امام مرّۃ ابن ابی لیلیٰ کو ضعیف کہتے ہیں اور کہتے ہیں عطاء کی روایت ابن ابی لیلیٰ سے بے حد ضعیف ہوتی ہے۔
④ شعبہ کہتے ہیں یہ مقلوب ہے۔
⑤ عجلی جائز الحدیث کہتے ہیں۔
⑥ ابوزرعہ لیس بالقوی کہتے ہیں۔
⑦ نسائیؒ لیس بالقوی کہتے ہیں۔
⑧ ابن حبان فاحش الخطاء ردی الحفظ کہتے ہیں۔ کہتے ہیں اس کی روایات میں بہت زیادہ نکارت ہوتی ہے۔
⑨ دارقطنی ردی الحفظ وکثیر الوھم کہتے ہیں۔
⑩ ابن المدینی بدحافظ اور واھی الحدیث کہتے ہیں۔

اگرچہ سچے ہیں اور کسی نے ان کو ثقہ بھی کہا ہے۔ لیکن ثقہ کے ساتھ ساتھ لین الحدیث بھی کہا ہے اور کہنے والے صرف یعقوب بن سفیان ہیں۔ مندرجہ بالا تمام اقوال تہذیب التہذیب میں دیکھیئے۔

علّت (۲) کی وضاحت ملاحظہ فرمایئے۔

امام شعبہ کہتے ہیں :-

لم يسمع الحكم من مقسم الا اربعة احاديث ليس هذا منها فهو مرسل وغير محفوظ لان اصحاب نافع خالفوا ۔ (نصب الراية ۱/ ۳۹۰)

حکم نے مقسم سے نہیں سنا مگر چار احادیث اور یہ حدیث اس میں شامل نہیں ہے ۔ یہ مرسل ہے ۔ غیر محفوظ ہے اس لئے کہ نافع کے ساتھیوں کی انہوں نے مخالفت کی ہے ۔

لہٰذا حدیث ضعیف ہے ۔

(۳) عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا ترفع الایدی الاّ فی سبعۃ مواطن فی افتتاح الصلوٰۃ ..... (حوالہ مذکور)

یہ حدیث بھی ضعیف ہے ۔ منقطع ہے ۔ علّت مندرجہ بالا ہے ۔

(۴) عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ترفع الایدی فی سبعۃ مواطن افتتاح الصلوٰۃ .... (حوالہ مذکور) اس روایت میں بھی محمد بن عبد الرحمٰن ابن ابی لیلیٰ ہے ۔ لہٰذا ضعیف ہے ۔

(۵) عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ...... (حوالہ مذکور) محمد بن عبد الرحمٰن ابن ابی لیلیٰ موجود ہے ۔ امام بیہقی بھی محمد بن عبد الرحمٰن ابن ابی لیلیٰ کی وجہ سے ضعیف کہتے ہیں (نصب الرایہ)

بہرحال یہ تمام روایات ضعیف ہیں ۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر کسی روایت میں رفع یدین کا ذکر نہیں ہے تو کوئی مضائقہ نہیں دوسری روایات جو صحیح ترین ہیں ان میں مل جاتا ہے اور ویسے بھی عدم ذکر سے عدم شے لازم نہیں آتا ۔

غلط فہمی | جناب فیض احمد صاحب فرماتے ہیں :۔

(۱) حضرت عباد تابعی سے روایت ہے :-

ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان اذا افتتح الصلوٰة رفع یدیه فی اوّل الصلوٰة ثم لم یرفعهما فی شیٔ حتی یفرغ (نماز مدلل ص۱۰۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو ابتداء نماز میں رفع یدین فرماتے پھر نماز سے فارغ ہونے تک کسی جگہ بھی رفع یدین نہیں فرماتے تھے۔

یہ حدیث مرسل جید ہے۔

(۲) حضرت اسود تابعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

رأیت عمر رضی الله عنه یرفع یدیه فی اول تکبیرة ثم لا یعود (نماز مدلل ص۱۰۴)

میں نے حضرت عمرؓ کو دیکھا کہ آپ نماز کی پہلی تکبیر (تکبیر تحریمہ) میں رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے۔

اس کی سند صحیح ہے۔ حافظ ابن حجرؒ شافعی فرماتے ہیں: رجالہ ثقات (الدرایۃ) محدث الماردینی یہ حدیث، محدث ابن ابی شیبہ کی سند سے نقل کر کے لکھتے ہیں: صحیح علی شرط مسلم۔ الجواہر النقی علی سنن البیہقی ۲/۲۵) علامہ عینی فرماتے ہیں :- اسناد صحیح، طحاوی فرماتے ہیں:- حدیث صحیح) (نماز مدلل ص۱۰۴)

جواب | اثر (۱) جو عبادؒ بن زبیر سے مروی ہے۔ شاذ ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ مرسل جید کیسے ہوگئی؟ مرسل روایت صحیح مرفوع حدیث کے خلاف ہو اس میں تعارض ہو تو وہ مردود ہوتی ہے۔ متعارض نہ بھی ہو تب بھی قابل احتجاج نہیں ہے۔ اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یہ مرسل صحیح ہے

تب بھی اس میں یہ کہاں ہے کہ رکوع میں جاتے وقت رفع یدین نہیں کیا اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین نہیں کیا۔ لہٰذا یہ بھی قابل احتجاج نہیں۔

اثر ② جو اسودؒ تابعی سے مروی ہے۔ یہ بھی شاذ ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ امام حاکم نے (کہا ہے) یہ متعارض ہے۔

بان هذه رواية شاذة لا يقوم بها حجة (نصب الراية ۱/۴۰۵) — یہ روایت شاذ ہے یعنی ضعیف ہے اس سے حجت ثابت نہیں ہوتی۔

الغرض ضعیف ہے ① جناب فیض احمد صاحب کا "اسنادہ صحیح" کہنا کالعدم ہو گیا۔ ② "رجالہ ثقات" کہنے سے حدیث صحیح نہیں ہوتی ہے۔ ③ محدث المادینی کا صحیح کہنا مناسب نہیں۔ ④ علامہ عینی کی تصحیح بھی کالعدم ⑤ طحاوی جانب دار ہیں لہٰذا ایسے امام کی تصحیح قابل اعتبار نہیں۔ مزید برآں "ثم لا یعود" کی نفی ائمہ نے بڑے وثوق سے کر دی ہے کہ یہ الفاظ ثابت نہیں ہیں دیکھئے سابقہ اوراق۔

غلط فہمی | جناب فیض احمد صاحب فرماتے ہیں :-

① ان علیا کان یرفع یدیه فی اول تکبیرة من الصلوٰة ثم لا یرفع بعد (نماز مدلل) — حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز کی پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

② حضرت مجاہد تابعی فرماتے ہیں :-

صلیت خلف ابن عمر فلم یکن یرفع یدیه الا فی التکبیرة — میں نے حضرت ابن عمر کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ نماز کی پہلی تکبیر میں رفع یدین

الاولیٰ من الصلوٰۃ (نماز مدلل)

کرتے تھے۔

اس کی سند صحیح ہے۔

③ حضرت ابراہیم نخعی تابعی فرماتے ہیں:۔

كان عبد الله بن مسعود لا يرفع يديه في شيء من الصلوٰة الا في الافتتاح

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ صرف نماز کے آغاز (تکبیر تحریمہ) میں رفع یدین کرتے تھے۔

(نماز مدلل)

مرسل جیّد ہے (طحاوی)

④ حضرت ابو اسحٰق تابعی فرماتے ہیں:۔

كان اصحاب عبد الله بن مسعود و اصحاب عليٍّ لا يرفعون ايديهم الا في افتتاح الصلوٰة

حضرت عبد اللہؓ بن مسعود اور حضرت علیؓ کے تلامذہ صرف نماز کے آغاز میں رفع یدین کرتے تھے۔

(نماز مدلل)

اس کی سند صحیح ہے۔

جواب اثر ① جو حضرت علیؓ سے مروی ہے۔ اس اثر کو مصنف ابن ابی شیبہ نے ۱/۲۶۷ پر روایت کیا ہے۔ اس اثر کی سند میں ابوبکر بن عبد اللہ بن قطاف النہشلی ہے۔ جب یہ راوی اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت کرے تو وہ روایت شاذ ہونے کی وجہ سے ضعیف قرار پاتی ہے۔ اسی بنیاد پر ابن حبان نے اس راوی پر کلام کیا ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں:۔

شیخ صالح غلب علیہ التقشف

(ابوبکر النہشلی) ان پر بدحافظہ کا غلبہ

حتی صار یھو ولا یعلمو و یخطیء ولا یفھم فبطل الاحتجاج بہ .... وان اعتبر معتبر بما وافق الثقات لم یجرح فی فعلہ (میزان الاعتدال ۴۹۶/۲)

ہے، یہاں تک کہ ان کو وہم ہونے لگا اور وہ نہیں جانتے تھے (کہ کیا بیان کر رہے ہیں) غلطیاں کرتے تھے اور غلطیاں محسوس نہیں کرتے تھے۔ اسی بنیاد پر ان سے حجّت لینا باطل ہے..... اگر کوئی اُن پر اعتبار کرنے والا اعتبار کرے تو اس وقت کرے جب وہ ثقہ کی موافقت کریں تو وہ اچھے ہیں ثقہ ہیں اور پھر ان کے فعل میں کوئی قباحت نہیں۔

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں :-

وقال ابن سعد وھو نھشلی من انفسھم وکان مرجئا و کان عابدًا ناسکًا ولہ احادیث ومنھم من یستضعفہ۔ (تہذیب التہذیب ۴۵/۱۲)

ابن سعد کہتے ہیں وہ اپنے تئیں نہشلی (اچھے) ہیں وہ مرجیؒ، عابد عامل تھے، ان کی کچھ احادیث ہیں ان میں سے بعض کو ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

لہٰذا اسی بنیاد پر یہ اثر بھی ضعیف ہے۔ پھر یہ کوئی مرفوع حدیث نہیں ہے۔ اثر ہے صحیح مرفوع احادیث سے متعارض ہے۔

اثر (۲) جو ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اس اثر کو مصنف ابن ابی شیبہ نے ۲۶۹/۱ پر روایت کیا ہے۔ اس اثر کی سند میں حصین بن عبدالرحمن السلمی ہیں۔ ان کا حافظہ آخری عمر میں خراب ہو گیا تھا۔ معلوم نہیں

کس حالت میں اس اثر کو روایت کیا ہے۔ پھر حضرت ابن عمرؓ سے مرفوعًا رفع یدین صحیح بخاری وصحیح مسلم میں ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدین عندالرکوع وعندالرفع کرتے تھے۔ لہٰذا یہ اثر بھی ضعیف ہے۔

اثر ③ جو ابراہیم نخعی سے مروی ہے۔ یہ اثر بھی ضعیف ہے کیونکہ ابراہیم نخعی کی روایات مغیرہ بن مقسم سے ضعیف ہوتی ہیں (تہذیب التہذیب) لہٰذا مرسل جید کہنا غلط ہے۔

اثر ④ جو ابو اسحٰق سے مروی ہے، یہ اصل میں ابو اسحاق السبیعی ہیں۔ ان کا نام عمرو بن عبداللہ ہے۔ آخری عمر میں ان کا حافظہ بھی خراب ہو گیا تھا۔ (تقریب التقریب) حافظہ خراب ہونے کے بعد یہ اثر روایت کیا ہے یا حافظہ جب ٹھیک تھا۔ اس شبہ کی بنیاد پر یہ اثر بھی ضعیف ہے۔ مزید برآں جن حضرات نے ان کو صحیح کہا ہے بے شک ان کو سہو ہوا ہے۔

الغرض قارئین کرام آپ نے ان تمام مرسل روایات کا حشر دیکھ لیا۔ یہ تمام ضعیف ہیں۔ صحیح مرفوع احادیث کے خلاف ہیں۔ کسی صحابی کا قول اور فعل جبکہ وہ صحیح حدیث کے خلاف ہو قابلِ احتجاج نہیں ہوتا۔ یہ امر تمام ائمہ کے نزدیک مسلّم ہے تو پھر اقوال تابعین کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے۔

غلط فہمی | جناب فیض احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں :-

بعض صحیح احادیث میں رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کا ذکر ہے (نماز مدلل)

جواب | ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ صحیح احادیث میں رفع یدین کا ذکر ہے جس کو جناب فیض احمد صاحب تسلیم کر رہے ہیں اور یہ بات مان رہے ہیں کہ رفع یدین کرنا

صحیح احادیث سے ثابت ہے۔

غلط فہمی | جناب فیض احمد صاحب فرماتے ہیں :-

بعض محققین نے مذکورہ بالا صحیح احادیث و آثار کی روشنی میں اس کی یہ توجیہہ کی ہے کہ رفع یدین کا عمل ابتدائی دور کا واقعہ ہے جو بعد میں متروک ہو گیا (نماز مدلل ص۱۰۶)

جواب | قارئین کرام مندرجہ بالا تحریر حقیقت پر مبنی نہیں۔ ہم سابقہ صفحات میں یہ ثابت کر چکے ہیں کہ کوئی مرفوع صحیح حدیث رفع یدین نہ کرنے کے سلسلہ میں ثابت نہیں۔ بلکہ صحیح ترین احادیث میں رفع یدین کرنے کا واضح ثبوت موجود ہے۔ مزید برآں موقوف اور مرسل احادیث اس وقت کام آتی ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز صحیح طور پر ثابت ہو جائے۔ پھر مزید تقویت کے لئے ان آثار کو پیش کیا جاتا ہے اور اگر موقوف و مرسل حدیث صحیح احادیث کے خلاف ہوں تو انہیں تسلیم نہیں کیا جاتا کجا کہ وہ آثار ضعیف اور مخدوش ہوں۔

" رفع یدین کا عمل ابتدائی دور کا واقعہ ہے اور بعد میں متروک ہو گیا"

جناب فیض احمد صاحب کی یہ عبارت خود ساختہ ہے جو مذہب پرستی کی غماز ہے۔ ورنہ کسی صحیح حدیث سے اس کا ترک ثابت کریں۔

غلط فہمی | جناب فیض احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں :-

سجدہ میں رفع یدین کا ثبوت (نماز مدلل ص۱۰۷)

جواب | قارئین کرام مندرجہ بالا عبارت جو فیض احمد صاحب نے نقل کی ہے اس سلسلہ میں جتنی بھی احادیث ہیں وہ تمام کی تمام ضعیف، منقطع

اور شاذ ہیں۔ لہذا قابلِ عمل نہیں۔ کیا احناف سجدوں میں رفع یدین کرنے کو تیار ہیں؟ نہیں ہیں تو پھر ان احادیث کو پیش کرنے کا کیا مطلب ہے؟ جماعت المسلمین نے اس سلسلہ میں ایک پمفلٹ تحریر کیا ہے۔ قارئین سے درخواست ہے اس کا مطالعہ فرمائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدوں میں رفع یدین کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اس کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہم کی احادیث میں نفی موجود ہے (صحیح بخاری و صحیح مسلم، ابوداؤد و دارقطنی) میں ملاحظہ فرمایئے۔

غلط فہمی جناب فیض احمد صاحب فرماتے ہیں:۔

نماز میں ہر تکبیر میں رفع یدین کا ثبوت موجود ہے (نماز مدلل ص ۱۰۹)

جواب جناب فیض احمد صاحب نے اس سلسلہ میں جتنی بھی احادیث پیش کی ہیں وہ تمام کی تمام ضعیف ہیں۔ وضاحت درج ذیل ہے۔

(۱) "یرفع یدیہ فی کل تکبیرۃ من الصلوٰۃ (مسند احمد) اس حدیث کی سند میں حجاج بن ارطاۃ ضعیف ہیں" (تہذیب وتقریب)

(۲) ایک اور روایت وائلؓ بن حجر سے مروی ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں:۔ "یرفع یدیہ مع التکبیر" (رواہ احمد ۴/۳۱۶) اس حدیث کی سند میں عبدالرحمٰن بن عامر الیحصبی ہے۔ اس راوی کی ائمہؒ نے نہ توثیق کی اور نہ تصدیق۔ لہٰذا یہ حدیث بھی ضعیف ہے۔ اگر ہم صحیح بھی مان لیں تو "التکبیر" معرفہ ہے اور اس سے مراد تکبیر تحریمہ ہے۔

(۳) ایک اور روایت ہے جس میں یہ الفاظ ہیں" یرفع یدیہ مع

التکبیرۃ (رواہ احمد) "المسعودی" اس روایت میں ضعیف ہیں (تقریب التقریب) اگر صحیح بھی تسلیم کرلیں تو "مع التکبیر" سے مراد تکبیر تحریمہ ہی ہے اور ابو داؤد میں بھی یہ الفاظ آئے ہیں "یرفع یدیہ مع التکبیرۃ" المسعودی اس سند میں بھی موجود ہے۔

(۴) ایک اور روایت ابن ماجہ میں ہے۔ "یرفع یدیہ مع کل تکبیرۃ فی الصلوٰۃ المکتوبۃ"

علامہ ہیثمی نقل کرتے ہیں :۔

ھذا اسناد فیہ رفدۃ بن قضاعۃ وھو ضعیف وعبداللہ لم یسمع من ابیہ (مجمع الزوائد) یعنی اس روایت میں رفدہ بن قضاعہ ضعیف ہے اور عبداللہ نے اپنے والد سے نہیں سنا۔ لٰہذا یہ حدیث بھی ضعیف ہے۔

غلط فہمی | جس طرح ان مختلف مقامات کی رفع یدین صحیح احادیث سے ثابت ہونے کے باوجود ائمہ اربعہ کے ہاں دوسری صحیح احادیث کے قرینہ سے ابتدائی دور پر محمول ہے اور متروک و منسوخ ہے (نماز مدلل ص۱۰۹)

جواب | قارئین کرام مختلف مقامات کے رفع یدین کا نقشہ تو آپ نے دیکھ ہی لیا کہ وہ کس حد تک صحیح ہے سوائے تیسری رکعت کے شروع کا رفع یدین جو صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس پر عمل کرتے تھے اور اہل حق آج بھی اس پر عمل پیرا ہیں۔ سجدوں میں رفع یدین کرنا اور ہر تکبیر پر رفع یدین کرنا، یہ احادیث اس لئے متروک العمل ہیں کہ یہ شذوذ، منقطع، ضعیف اور باطل اسناد سے مروی ہونے کی وجہ سے

محدثین نے ان احادیث کو باطل قرار دے کر کالعدم کر دیا جس کا ثبوت ہم اوپر دے چکے ہیں۔ آپ انصاف سے کہہ سکتے ہیں کہ یہ احادیث قابلِ عمل نہیں اگر یہ احادیث صحیح ہوتیں تو صحابہ کرام اور بعد میں آنے والے اس پر عمل کرتے جس طرح عند الرکوع و عند الرفع پر عمل مسلسل چلا آرہا ہے ان احادیث پر بھی عمل ہوتا۔ الغرض یہ توجیہہ بھی بے کار ہے۔

غلط فہمی | اسی طرح رکوع والی رفع یدین بھی صحیح احادیث سے ثابت ہونے کے باوجود حنفیہ و مالکیہ محققین علماء اور محدثین و فقہاء کے ہاں مذکورہ بالا صحیح احادیث و آثار کی وجہ سے متروک ہے (نماز مدلل ص۱۰۹)

جواب | قارئین کرام ہم بھی تو یہی کہہ رہے ہیں کہ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت اور تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کرنا صحیح احادیث سے ثابت ہے ہم نے کیا غلط کہا۔ اس کے دلائل ہم سابقہ صفحات میں دے آئے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود احناف ان صحیح احادیث پر عمل نہیں کرتے اور تاویلات کر کے صحیح احادیث کو چھوڑ دیتے ہیں۔

رہا معاملہ "مالکیہ" کا تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "موطا" میں رفع یدین کرنے کی حدیث نقل فرماتے ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں :-

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ	بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وسلم کان اذا افتتح الصلوٰۃ	جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے
رفع یدیہ حذو منکبیہ	اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے کندھوں
و اذا رفع رأسہ من الرکوع	کے سامنے لے آتے اور جب رکوع

رفعهما كذلك ايضًا۔ سے سر اٹھاتے اور جب رکوع میں جاتے تو رفع یدین کرتے۔ (موطا امام مالک)

لہٰذا امام مالک بھی رفع یدین کرتے تھے اور تمام محققین بھی رفع یدین کرتے تھے۔ امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے: "اذا صح الحديث فهو مذهبي" یعنی جب حدیث صحیح ثابت ہو جائے تو وہ میرا مذہب ہے اور صحیح احادیث میں رفع یدین موجود ہے اب احناف کو امام صاحب کی بات مانتے ہوئے صحیح حدیث پر عمل کرنا چاہیئے۔ مگر احناف کے دور حاضر کے عالم جناب یوسف لدھیانوی صاحب نے لوگوں کو عجیب وغریب دھوکا دینے کی کوشش کی ہے۔ وہ اپنی کتاب "اختلافِ امت اور صراطِ مستقیم" کے ص ۹۵ اور ص ۹۶ پر دو حدیث نقل کرتے ہیں اور حضرت ابن عمرؓ سے رفع یدین نہ کرنا ثابت کرتے ہیں۔ یوسف لدھیانوی صاحب لکھتے ہیں:-

حدیث ابن عمرؓ

قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا افتتح الصلوٰة رفع يديه حتى يحاذي بهما وقال بعضهم حذو منكبيه واذا اراد ان يركع وبعد ما يرفع رأسه من الركوع لا يرفعهما وقال بعضهم ولا يرفع

ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب نماز شروع کرتے تب تو اپنے دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھاتے۔ اور جب رکوع کا ارادہ کرتے اور رکوع سے اٹھتے تو ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے اور سجدوں کے درمیان بھی نہیں اٹھاتے تھے۔

بین السجدتین والمعنیٰ
واحد (اختلاف امت اور صراط
مستقیم صـ۹۵)

پہلا فریب تو یہ ہے کہ "وَلَا یَرْفَعُهُمَا" کو "لَا یَرْفَعُهُمَا" کر دیا یعنی واؤ حذف کر دیا، واؤ حذف کرنے سے فائدہ یہ ہوا کہ ولا یرفعهما کا تعلق سابقہ عبارت سے مل گیا اور اگلی عبارت سے کٹ گیا اگر واؤ عبارت میں موجود رہتا تو جو ترجمہ جناب یوسف لدھیانوی صاحب نے کیا ہے وہ نہ ہوتا بلکہ اگلی عبارت "وَلَا یَرْفَعُهُمَا" سے تعلق ہوتا اور اسی وجہ سے دوسرا فریب یہ دیا کہ "والمعنیٰ واحد" کا ترجمہ جناب یوسف صاحب نے کیا ہی نہیں۔ اس جملہ کا ترجمہ کرنے سے ان کا فریب کھل کر سامنے آجاتا۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کی حدیث کی عبارت اس طرح سے ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں :۔

قال رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا افتتح الصلوٰة رفع یدیه حتی یحاذی بهما وقال بعضهم حذو منکبیه واذا اراد ان یرکع وبعد ما یرفع رأسه من الرکوع ولا یرفعهما وقال بعضهم	میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب آپ نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے یہاں تک کہ دونوں ہاتھوں کو سامنے لے آتے اور بعض نے کہا ہے کہ اپنے کندھوں کے سامنے لے آتے اور جب رکوع کا ارادہ کرتے (تو رفع یدین کرتے) اور بعد اس کے کہ جب آپ رکوع سے سر

ولا یرفع بین السجدتین والمعنی واحد۔

اٹھاتے (تو رفع یدین کرتے) اور بعض نے کہا ہے کہ وَلَا یَرْفَعُهُمَا اور وَلَا یَرْفَعُ بَیْنَ السَّجْدَتَیْنِ کے ایک ہی معنیٰ ہیں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدوں میں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

نوٹ: خط کشیدہ الفاظ قابل غور ہیں۔

مزید برآں حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما اور کتب احادیث میں بھی مروی ہے ملاحظہ فرمایئے:۔

اخبرنا سفیان بن عینیة عن الزهری عن سالم عن ابیه قال رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا افتتح الصلوٰة رفع یدیه حتی یحاذی منکبیه وقبل ان یرکع واذا رفع من الرکوع ولا یرفعهما بین السجدتین۔

(صحیح بخاری وصحیح مسلم)

ہمیں سفیان بن عیینہ نے خبر دی، زہری سے پھر سالم سے پھر ابن عمر سے ابن عمر کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب آپ نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے یہاں تک کہ اپنے (دونوں ہاتھوں کو) اپنے دونوں کندھوں کے سامنے لے آتے اور اس سے قبل کہ آپ رکوع کرتے (رفع یدین کرتے) اور جب رکوع سے سر اٹھاتے (تو رفع یدین کرتے) اور دونوں سجدوں کے درمیان رفع یدین نہ کرتے۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی سند وہی ہے جو یوسف صاحب نے نقل کی ہے۔ ایک اور روایت ملاحظہ فرمائیے:۔

اخبرنا سفیان بن عینیۃ عن الزھری عن سالم عن ابیہ قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوٰۃ واذا رکع وبعد ما یرفع ولا یرفع یدیہ بین السجدتین۔ ترجمہ وہی ہے

(رواہ ابن ابی شیبۃ ۱/۲۳۴)

صحیح بخاری وصحیح مسلم کی حدیث جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اس میں کوئی عبارت الجھی ہوئی نہیں صاف ہے بہ نسبت ابوعوانہ کے، اس میں یہ عبارت وقال بعضھم یعنی یہ الفاظ کہے یا یہ الفاظ کہے، نہیں ہے۔ پھر مندرجہ بالا حدیث بھی ابن عمرؓ سے ہی ہے جو اپنے مصنف تک متواتر ہے۔ جب یہ حدیث صحیح بخاری وصحیح مسلم میں موجود ہے تو پھر ابوعوانہ کا حوالہ دینا اس کا کیا مطلب ہے؟ ضرور کسی فریب کا ارادہ ہے اور الحمدللہ وہ فریب پکڑا گیا۔ لہٰذا حدیث کی عبارت سے واؤ حذف کرکے اپنے مذہب کو تقویت دینے والی حرکت سے جناب یوسف صاحب کو توبہ کرنی چاہیئے کیونکہ متن حدیث میں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کے الفاظ میں ہیرا پھیری کرنا بہت بڑا جرم ہے۔ اس جرم سے توبہ کرلیں اس سے پہلے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے روبرو ہوں۔

یوسف لدھیانوی صاحب نے دوسری روایت جو مسند حمیدی سے پیش کی ہے اب ذرا وہ ملاحظہ فرمائیے :-

حدثنا الحمیدی (قال حدثنا سفیان) قال حدثنا الزھری قال اخبرنی سالم بن عبداللہ عن ابیه قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اذا افتتح الصلوٰۃ رفع یدیه حذو منکبیه واذا اراد ان یرکع وبعد ما یرفع رأسه فلا یرفع ولا بین السجدتین (اختلافِ امت اور صراطِ مستقیم ص۹۶ جزء ۲)

حمیدی سفیان سے وہ زہری سے وہ سالم بن عبداللہ سے وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب نماز شروع کرتے دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے۔ اور جب رکوع کا ارادہ کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین نہیں کرتے تھے اور نہ دونوں سجدوں کے درمیان۔

قارئین کرام مندرجہ بالا عبارت میں جو قوسین میں یعنی (حدثنا سفیان) یہ مسند حمیدی جو ہندوستان سے چھپی ہے اس میں (حدثنا سفیان) نہیں ہے بلکہ حدثنا الحمیدی قال حدثنا الزھری یعنی حمیدی سفیان سے روایت کرتے ہیں اور سفیان زہری سے، حمیدی زہری سے روایت نہیں کرتے۔ یعنی درمیان سے سفیان غائب ہیں اور یوسف صاحب نے قوسین میں (حدثنا سفیان) خود لکھا ہے۔

لہٰذا یہ سند منقطع ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ وہ صحیح بات کی پیروی کرنے والوں کی غیب سے مدد فرما دیتا ہے اور دھوکا وفریب دینے والوں کی عقل خراب کر دیتا ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ جس مقام پر احناف نے " فَلَا " بڑھایا ہے وہاں سفیان بن عینیہ نہیں ہیں اور جہاں " فلا " نہیں ہے وہاں سفیان بن عینیہ موجود ہیں۔ " فلا " ہندوستان سے چھپنے والی مسند حمیدی میں بڑھایا گیا ہے۔ مسند حمیدی جو مدینہ منورہ سے چھپی ہے اس میں " فلا " کے الفاظ نہیں ہیں۔ عبارت یہ ہے :۔

اذا افتتح الصلوٰة رفع یدیہ حذو منکبیہ واذا اراد ان یرکع وبعد ما یرفع رأسہ من الرکوع ولا یرفع بین السجدتین (مسند حمید نسخہ مدینہ منوّرہ)

نوٹ :۔ مندرجہ بالا حدیث کے الفاظ میں " فلا " نہیں ہے۔

مزید برآں درج ذیل وضاحت سے بھی اس کی قلعی کھل کر سامنے آجائے گی۔ سفیان بن عینیہ سے روایت کرنے والے اٹھارہ ۱۸ اشخاص راوی ہیں جنہوں نے " فلا " روایت نہیں کیا اور صرف حمیدی " فلا " روایت کر رہے ہیں۔ اس لحاظ سے بھی اس دھوکا وفریب کی قلعی کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ مزید وضاحت ملاحظہ فرمایئے :۔

(۱) صحیح مسلم

صحیح مسلم میں سفیان بن عینیہ سے روایت کرنے والے چھ اشخاص ہیں۔ نام درج ذیل ہیں :۔

(۱) یحییٰ بن یحییٰ التیمی (۲) سعید بن منصور (۳) ابوبکر ابن ابی شیبہ۔

(۴) عمرو بن الناقد (۵) زہیر بن حرب (۶) ابن نمیر کلہم عن سفیان بن عیینہ۔

② ترمذی

ترمذی میں سفیان بن عیینہ سے روایت کرنے والے تین اشخاص ہیں۔
نام درج ذیل ہیں :۔

(۷) قتیبۃ (۸) ابن ابی عمر قال حدثنا سفیان بن عیینہ عن الزہری عن سالم عن ابیہ (۹) حدثنا الفضل بن الصباح البغدادی حدثنا سفیان بن عیینۃ حدثنا الزہری بہذا الاسناد نحو حدیث ابن ابی عمر۔

③ ابوداؤد

ابوداؤد میں سفیان بن عیینہ سے ایک آدمی روایت کرتا ہے۔

(۱۰) حدثنا احمد بن حنبل ثنا سفیان عن الزہری عن سالم عن ابیہ

④ ابن ماجہ

ابن ماجہ میں سفیان بن عیینہ سے تین اشخاص روایت کرتے ہیں۔

(۱۱) علی بن محمد (۱۲) ہشام بن عمّار (۱۳) ابو عمر العزیز قالوا ثنا سفیان ابن عیینۃ عن الزہری عن سالم عن ابن عمر۔

⑤ جزء الرفع یدین

جزء الرفع یدین میں سفیان بن عیینہ سے ایک آدمی روایت کرتا ہے۔

(۱۴) ثنا علی بن عبداللہ ثنا سفیان ثنا الزہری عن سالم عن ابیہ

⑥ بیہقی

بیہقی میں روایت کرنے والا ایک آدمی ہے۔

(۱۵) سعدان بن نصر المخزمی ثنا سفیان بن عینیہ عن الزہری عن سالم عن ابیہ۔

⑦ طحاوی

طحاوی میں سفیان بن عینیہ سے ایک آدمی روایت کرتا ہے۔

(۱۶) یونس بن عبدالاعلیٰ قال ثنا سفیان بن عینیہ عن الزہری عن سالم عن ابیہ۔

⑧ مسند امام احمد

مسند احمد میں ایک آدمی روایت کرتا ہے۔

(۱۷) حدثنا عبداللہ حدثنی ابی ثنا سفیان عن الزہری عن سالم عن ابیہ۔

⑨ مصنف ابن ابی شیبہ

مصنف ابن ابی شیبہ میں ایک آدمی روایت کرتا ہے۔

(۱۸) حدثنا ابوبکر الحمیدی قال اخبرنا سفیان بن عینیہ عن الزہری عن سالم عن ابیہ۔

اٹھارہ محدثین سفیان بن عینیہ سے اس حدیث کو روایت کرتے ہیں. لیکن ان میں سے کسی نے بھی " فلا " روایت نہیں کیا صرف حمیدی روایت کر رہے ہیں۔ کسی صورت میں بھی ایک آدمی کی بات تسلیم نہیں کی جائے گی. ایک آدمی غلطی کر سکتا ہے اتنے آدمی غلطی نہیں کر سکتے. لیکن حقیقت یہ ہے جیسا ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ امام حمیدی بھی " فلا " روایت نہیں کرتے ہیں۔ ان کے اصل نسخہ میں " فلا " نہیں ہے۔ اس کا الحاق بعد میں احناف نے کیا ہے اور یہ چوری پکڑی گئی۔ افسوس مذہب پرستی کیا کیا گل

کھلائی اور کیسے کیسے فریب بتاتی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔
قارئین کرام ہم نے مندرجہ بالا بحث کو جملہ معترضہ کے تحت نقل کر دیا ہے
اب ہم پھر اسی طرف آتے ہیں۔

(۱) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ
(۲) حضرت عبداللہ بن عمرؓ
(۳) حضرت عبداللہ بن عباسؓ
(۴) حضرت علیؓ
(۵) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہم
(۶) عباد تابعی
(۷) ابراہیم نخعی
(۸) ابو اسحاق
(۹) مجاہد رحمۃ اللہ علیہم
(۱۰) اسود بن ہلال

مندرجہ بالا تمام حضرات سے جو ترک رفع یدین کی احادیث منسوب کی گئی ہیں ان میں سے ایک بھی حدیث یا اثر پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتا جس کا ثبوت ہم سابقہ صفحات میں دے آئے ہیں۔ رفع یدین کی مزید تفسیری معلومات ہماری کتاب "صلوٰۃ المسلمین" میں ملاحظہ فرمائیے۔

غلط فہمی | جناب فیض احمد صاحب فرماتے ہیں:۔
عورت کھل کر سجدہ نہ کرے بلکہ اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے ملا کر سجدہ کرے۔

① حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کی نماز کے متعلق ارشاد فرمایا :۔

واذا سجدت الصقت بطنها بفخذيها كاستر ما يكون لها (نماز مدلل ص۱۱۶ کنز العمال بحوالہ بیہقی کامل ابن عدی)	عورت جب سجدہ کرے تو اپنا پیٹ اپنی رانوں سے ایسے چپکا لے کہ اس کے لئے زیادہ سے زیادہ پردہ کا موجب ہو۔

② حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے :۔

اذا سجدت المرأة فلتضم فخذيها (حوالہ مذکور)	کہ عورت جب سجدہ کرے تو اپنی دونوں رانوں کو ملا لیا کرے۔

جواب | حدیث ① جو حضرت عبداللہ ابن عمر سے مروی ہے بے حد ضعیف ہے۔ ضعف درج ذیل ہے۔

امام بیہقی نے اس حدیث کو اپنی سنن میں روایت کیا ہے۔ "باب ما یستحب للمرأة من ترك التجافی الرکوع والسجود" اور پھر ضعیف لکھا ہے۔ اس حدیث کی سند میں حکم بن عبداللہ ابو مطیع البلخی ضعیف ہے۔

(۱) قال ابن معین لیس بشیء، وقال مرة ضعیف (میزان)	امام ابن معین کہتے ہیں یہ کچھ نہیں ہے اور کبھی ضعیف کہتے ہیں۔
(۲) وقال البخاری ضعیف، صاحب رای (میزان، لسان)	امام بخاریؒ ضعیف اور صاحب رائے کہتے ہیں۔
(۳) وقال النسائی ضعیف۔ (میزان)	امام نسائیؒ ضعیف کہتے ہیں۔

(۴) وقال ابن الجوزی فی الضعفآء (میزان الاعتدال ولسان) — امام ابن جوزی ضعفآء میں شمار کرتے ہیں۔

(۵) قال احمد لا ینبغی ان یروی عنه شیٔ (لسان المیزان ومیزان) — امام احمد کہتے ہیں اس سے کچھ بھی روایت کرنا جائز نہیں۔

(۶) وقال ابو داؤد ترکوا حدیثه وکان جهمیًا۔ (لسان ومیزان) — امام ابو داؤد کہتے ہیں کہ ائمہ نے اس کی حدیث کو چھوڑ دیا تھا اور یہ جہمی تھا۔

(۷) وقال ابن عدی هو بین الضعف، عامة مایرویه لایتابع علیه (لسان المیزان و میزان) — ابن عدی کہتے ہیں اس کا ضعف ظاہر ہے۔ اس سے جو عام روایتیں مروی ہیں جن کا کوئی متابع نہیں۔

لہٰذا یہ حدیث باطل ہے۔

حدیث ② جو حضرت علیؓ سے مروی ہے۔ معلول ہے۔ اس میں کئی علّتیں ہیں۔

(۱) ابو اسحٰق عمرو بن عبداللہ، ان کا آخری عمر میں حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ معلوم نہیں حافظہ خراب ہونے کے بعد روایت کیا ہے یا حافظہ جب درست تھا۔

(۲) ابوبکر ابن ابی شیبہ، ان کا بھی حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ لہٰذا ان کا معاملہ بھی مخلوط ہے۔

(٣) حارث بن عبداللہ الاعور کذّاب ہے۔ محدثین نے اس کو جھوٹا کہا ہے۔ یہ متشدّد قسم کا شیعہ تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ پر فوقیت دیا کرتا تھا (تقریب التقریب وتہذیب التہذیب) مزید برآں امام یحییٰ بن معین اور امام نسائیؒ اس راوی کو کبھی ضعیف لیس بالقوی اور کبھی ثقہ کہتے ہیں یعنی اس راوی کی صحت میں مشکوک ہیں۔

(٤) یہ حضرت علیؓ کا قول ہے حدیث نہیں ہے۔

لہٰذا یہ قول بھی باطل ہے۔ علاوہ بریں عورتوں کے سجدے کے سلسلہ میں مراسیل ابوداؤد میں ایک روایت ہے وہ بھی مرسل ہونے کی وجہ سے ناقابلِ احتجاج ہے۔ مزید وضاحت آگے آرہی ہے۔

<u>غلط فہمی</u> | دوسرے سجدہ کے بعد سیدھا کھڑا ہو جائے بیٹھے نہیں۔

① حضرت ابوحمید رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:۔

فسجد ثم کبّر فقام لم یتورك۔ (نماز مدلل ص١١١، ابوداؤد)

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا۔ پھر تکبیر کہی پس کھڑے ہوئے اور تورک نہیں کیا یعنی دوسرے سجدہ کے بعد بیٹھے نہیں۔

② حضرت ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث میں ہے:۔

فسجد ثم کبّر فانتھض قائماً۔ (نماز مدلل ص١١١، مسند امام احمد ص٣٤٣ ج٥ واسنادہ حسن)

پس سجدہ کیا پھر تکبیر کہی پس سیدھے کھڑے ہوئے۔

③ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث میں ہے کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی کو تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا :۔

ثم اسجد حتی تطمئن ساجدًا	پھر اطمینان سے سجدہ کیجئے پھر سر اٹھائیے
ثم ارفع حتی تستوی قائمًا	یہاں تک کہ سیدھا کھڑا ہو جائیے۔

(نماز مدلل)

④ حضرت نعمان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :۔

ادرکت غیر واحدٍ من	میں نے بہت سے صحابہ کرامؓ کو پایا
اصحاب النبی صلی اللہ علیہ	کہ وہ جب پہلی رکعت اور تیسری رکعت
وسلم فکان اذا رفع رأسه	کے سجدے سے اپنا سر اٹھاتے تو
من السجدة فی اول رکعةٍ و	اسی حالت میں کھڑے ہو جاتے اور
الثالثة قام کما هو ولم یجلس	بیٹھتے نہیں تھے۔

(نماز مدلل)

جواب حدیث ① جو حضرت ابو حمید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔

روایتاً بحث قارئین کرام مندرجہ بالا حدیث شاذ ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اس حدیث کی سند میں عیسٰی بن عبد اللہ ہے اس نے اپنے سے زیادہ ثقہ راوی عبد الحمید بن جعفر کی مخالفت کی ہے۔ عیسٰی بن عبد اللہ کو علی بن مدینی نے مجہول کہا ہے اور ابن حبان نے ثقہ (تہذیب) عبد الحمید بن جعفر ثقہ ہے۔ صحیح مسلم کا راوی ہے۔ امام احمد امام یحیٰی بن معین ، امام یحیٰی بن سعید، امام دارمی ، امام ابن حبان، امام ابن سعد اور امام ساجی رحمۃ اللہ علیہم نے ثقہ کہا ہے (تہذیب)

الغرض یہ روایت شاذ ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے اور صحیح بخاری میں ترک کرنے کا ثبوت موجود ہے یہ حدیث اس کے بھی خلاف ہے۔

درایتاً بحث | قارئین کرام جناب فیض احمد صاحب نے حدیث پوری نقل نہیں کی بلکہ وہ الفاظ جو ان کے مذہب کے خلاف تھے حذف کر دئے۔ وہ الفاظ ملاحظہ فرمائیے:۔

ثم رفع رأسه من الركوع فقال سمع الله لمن حمده اللهم ربنا لك الحمد ورفع يديه ثم قال الله اكبر	پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع سے سر اٹھایا پھر سمع اللہ لمن حمدہ اللھم ربنا لک الحمد کہا اور رفع یدین کیا۔ پھر اللہ اکبر کہا۔

(رواہ ابو داؤد باب افتتاح الصلوٰۃ ۱/۱۹۵)

جناب فیض احمد صاحب اور احناف کو اس حدیث کو صحیح تسلیم کرتے ہوئے رکوع سے اٹھ کر رفع یدین کرنا چاہیئے۔ انصاف یہی ہے۔ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ حدیث ایک ہی ہو اس کا بعض حصہ تو مانا جائے اور بعض حصہ چھوڑ دیا جائے۔ لہذا یہ حدیث نہ روایتاً صحیح ہے اور نہ درایتاً۔

حدیث (۲) جو حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے یہ حدیث بھی ضعیف ہے۔

روایتاً بحث | اس حدیث کی سند میں دو راوی متکلم فیہ ہیں (۱) "لیث ابن ابی سلیم" ان کا آخری عمر میں حافظہ خراب ہو گیا تھا معلوم نہیں کس حالت میں بیان کیا ہے (تقریب التقریب)

اس راوی سے امام مسلم نے مقروناً روایت کیا ہے۔ یحیٰی بن معین، ابن ابی حاتم، امام ترمذی، امام حاکم، یعقوب بن شیبہ، عثمان ابن ابی شیبہ، امام ساجی، امام ابوداؤد، سفیان الثوری اور ابوزرعہ نے ضعیف اور مضطرب الحدیث لیس بالقوی کہا ہے (تہذیب التہذیب)

راوی (۲) شہر بن حوشب ہیں۔ ان کی وہ روایت جو متعارض نہ ہو حسن ہوتی ہے (کتاب الاذکار للنووی)۔ تورّک کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور حدیث صحیح ہے تو پھر ان کی روایت کردہ حدیث نہیں مانی جاتی۔ ان کو اکثر محدثین نے ضعیف اور بعض نے صدوق یا ثقہ کہا ہے (تہذیب)

درایتاً بحث | قارئین کرام حدیث میں "اذا کان جالسًا" کے الفاظ چھوڑ دیئے ہیں جو حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت میں موجود ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے :۔

و یکبّر کما نھض بین الرکعتین اذا کان جالسًا (رواہ احمد ۵/۳۴۴)	جب دو رکعتوں کے درمیان بیٹھتے تھے (تو) جب کھڑے ہوتے اللہ اکبر کہتے۔

حضرت ابو مالک رضی اللہ عنہ سے دو رکعت کے درمیان بیٹھنا ثابت ہوا۔ لہٰذا یہ دلیل بھی کالعدم ہے۔

حدیث (۳) جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ جناب فیض احمد صاحب نے صحیح بخاری کے حوالہ سے لفظ "قائمًا" استعمال کیا ہے جی ہاں صحیح بخاری میں لفظ "قائمًا" استعمال ہوا ہے اور فیض احمد صاحب

کھڑے ہونا اس سے مراد لے رہے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ تفسیر درج ذیل ہے :-

حافظ ابن حجرؒ لفظ "قائماً" کے بارے میں فرماتے ہیں :-

یمکن ان یحمل ان کان محفوظاً علی الجلوس للتشهد (فتح الباری)	ممکن ہے لفظ (قائماً) محفوظ ہو لیکن اس کو جلوس پر تشہد کے لئے محمول کیا جائے گا۔

آگے فرماتے ہیں :-

ویقویه روایة اسحاق المذکورة قریباً وکلام البخاری ظاهرة فی ان ابا اسامة خالف ابن نمیر (فتح الباری ۲/۲۶۹)	اسحاق کی مذکورہ روایت مزید مضبوط کرے گی، امام بخاریؒ کا کلام کرنا کہ ابن نمیر نے اسامہ کی مخالفت کی ہے عیاں ہے۔
لکن رواه اسحاق بن راهویه فی مسنده عن ابی اسامة کما قال ابن نمیر بلفظ۔	لیکن اسحاق بن راہویہ اپنی مسند میں ابو اسامہ سے روایت کرتے ہیں جیسا کہ ابن نمیر نے (درج ذیل) لفظ بھی روایت کیا ہے۔
ثم اسجد حتی تطمئن ساجداً ثم اقعد حتی تطمئن قاعداً ثم اسجد حتی تطمئن ساجداً ثم اقعد حتی تطمئن قاعداً ثم افعل ذلك فی کل رکعة	پھر تم سجدہ کرو یہاں تک کہ سجدہ میں اطمینان ہو جائے، پھر تم بیٹھ جاؤ یہاں تک کہ بیٹھنے میں اطمینان ہو جائے، پھر تم سجدہ کرو یہاں تک کہ سجدہ میں اطمینان ہو جائے، پھر تم بیٹھ جاؤ یہاں

تک کہ بیٹھتے اطمینان ہو جائے۔ پھر تم تمام رکعتوں میں ایسا ہی کرو۔ (فتح الباری ۲/۲۷۹)

مسند اسحاق بن راہویہ کی اس روایت سے معلوم ہوا کہ ابو اسامہ نے لفظ "قائماً" کی جگہ "قاعداً" بھی استعمال کیا ہے۔ جس کے معنی بیٹھنا ہیں۔ پھر متفق علیہ بات یہ ہے کہ صحیح بخاری میں بھی لفظ "قائماً" کی جگہ "جالساً" استعمال ہوا ہے اور یہی لفظ اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اس پر عمل کیا جائے۔ پھر تمام روایات میں راوی بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے لفظ "جالساً" کہاں روایت ہوا ہے وہ درج ذیل ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

ثم اسجد حتی تطمئن ساجدا ثم ارفع حتی تطمئن جالسا ثم اسجد حتی تطمئن ساجدا ثم ارفع حتی تطمئن جالسا (صحیح بخاری کتاب الاستئذان)

پھر تم سجدہ کرو یہاں تک کہ (سجدے) میں اطمینان ہو جائے، پھر تم سر اٹھاؤ یہاں تک کہ آرام سے بیٹھ جاؤ پھر تم سجدہ کرو یہاں تک کہ سجدہ میں اطمینان ہو جائے پھر تم سر اٹھاؤ یہاں تک کہ اطمینان سے بیٹھ جاؤ۔

مندرجہ بالا حدیث جلسہ استراحت پر کھلی دلیل ہے۔ اب قارئین کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا فعل بھی ملاحظہ فرمائیے:-

ثم یقول الله اکبر ویرفع ویثنی رجله الیسری فیقعد

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ اکبر کہتے اور (اپنا سر) اٹھاتے، اپنے

علیھا ثم یعتدل حتی یرفع کل عظم الی موضعه (رواہ ابوداؤد عن ابی حمید وفی روایۃ الترمذی ثم نھض وسندہ صحیح)	اُلٹے پیر کو موڑ لیتے، پھر اس پر بیٹھ جاتے پھر حالتِ اعتدال میں آجاتے یہاں تک کہ ہر ہڈی اپنی اپنی جگہ پر لوٹ آتی اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو جاتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جلسہ استراحت کرنے کا حکم دیا ہے اور خود بھی جلسہ استراحت فرماتے تھے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے، آپ کا قول بھی موجود ہے اور فعل بھی۔ لہٰذا جناب فیض احمد صاحب کو جو "قائما" کے لفظ سے مغالطہ ہوا اب وہ انشاء اللہ دور ہو جائے گا۔

مزید برآں جناب فیض احمد صاحب نے جو اثر پیش کیا ہے اب اس کی کوئی حیثیت باقی تو نہیں رہتی مگر ہم پھر بھی اس پر بات کرتے ہیں۔

④ جو حضرت نعمان بن عیاش سے مروی ہے۔ قارئین کرام نہ یہ مرفوع حدیث ہے اور نہ موقوف یہ مرسل ہے ایک تابعی کا قول ہے۔ صحیح احادیث سے متعارض ہے۔ لہٰذا حجت بھی نہیں۔

غلط فہمی | متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل احادیث میں یہی منقول ہے کہ وہ دوسرے سجدہ کے بعد سیدھے کھڑے ہو جاتے تھے اور جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے اس سلسلہ میں حضرت[۱] عمرؓ، حضرت[۲] علیؓ، حضرت[۳] عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت[۴] عبداللہ بن عمرؓ، حضرت[۵] عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت[۶] ابوسعید خدریؓ کی احادیث و آثار مصنف ابن ابی شیبہ ،

نصب الرایہ ص۲۸۹ ج۱ فتح القدیر میں ملاحظہ ہوں۔ (نماز مدلل ص۱۱۸)

جواب اثر (۱) اور اثر (۲) جو حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ سے مروی ہیں ضعیف ہیں۔

ان عمر و علیاً و اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانوا ینہضون فی الصلوٰۃ علی صدور اقدامھم (رواہ ابن ابی شیبۃ ۱/۳۳۱)

حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نماز میں اپنے قدموں کے سروں پر کھڑے ہوتے تھے۔

یہ اثر ضعیف ہے۔ اس اثر کی روایت ہیں عیسٰی بن میسرہ یعنی عیسٰی ابن عیسٰی متروک ہے۔ علی بن المدینی ضعیف کہتے ہیں، یحیٰی بن سعید منکرالحدیث کہتے ہیں۔ یحیٰی بن معین کہتے ہیں یہ کچھ بھی نہیں ہے، عمرو بن علی، ابوداؤد، نسائیؒ اور دارقطنی متروک کہتے ہیں۔ امام ابوحاتم لیس بالقوی مضطرب الحدیث کہتے ہیں، ابوالقاسم ضعیف الحدیث کہتے ہیں، امام حاکم لیس بالقوی کہتے ہیں اور اسی طرح ابن حبان، عجلی، ساجی، عقیلی، یعقوب بن شیبہ اور دوسرے محدثین نے ضعیف کہا ہے (تہذیب التہذیب)

اس سلسلہ کا ایک اور اثر ہے وہ بھی حضرت علیؓ سے مروی ہے۔

عن عبید بن ابی الجعد قال کان علی ینھض فی الصلوٰۃ علی صدور قدمیہ (رواہ ابن ابی شیبہ ۱/۲۳۱)

عبید بن ابی جعد کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نماز میں اپنے قدموں کے سروں پر کھڑے ہوتے تھے۔

یہ اثر بھی ضعیف ہے۔ اس اثر میں عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم ضعیف ہے (تہذیب)

اثر ③ جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے ضعیف ہے۔

عن عبد الرحمٰن بن یزید قال کان عبد اللہ ینھض فی الصلوٰۃ علی صدور قدمیہ	عبدالرحمٰن بن یزید کہتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود نماز میں اپنے قدموں کے سروں پر کھڑے ہوتے تھے۔

(رواہ ابن ابی شیبۃ)

یہ اثر بھی ضعیف ہے۔ اس اثر میں بھی وہی علت ہے جو درج ذیل ہے:۔

(۱) عمارہ بن بشر شامی، دمشقی صرف مقبول ہے (تقریب التقریب) امام ذہبی کہتے ہیں عمارہ کی کسی نے توثیق نہیں کی (میزان)

(۲) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے حافظے میں بھول واقع ہوگئی تھی ممکن ہے کہ ان کو جلسہ استراحت یاد ہی نہ رہا ہو اور ویسے بھی یہ صحیح مرفوع حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہے۔ لہٰذا مردود ہے۔

اثر ④ جو حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے ضعیف ہے۔

عن ابن عمر انہ کان ینھض فی الصلوٰۃ علی صدور قدمیہ	ترجمہ مندرجہ بالا ہے

(رواہ ابن ابی شیبۃ)

اس اثر کی سند میں عمر بن حمزہ العمری ضعیف ہے۔ امام احمدؒ کہتے ہیں اس کے پاس منکر احادیث ہیں۔ امام یحیٰی بن معین کہتے ہیں، یہ عمر بن محمد بن زید سے زیادہ ضعیف ہے، امام نسائیؒ ضعیف کہتے ہیں۔ ابن حبان ثقہ

کہتے ہیں اور کہتے ہیں یہ غلطیاں کرتا ہے۔ امام حاکم نے اس راوی کی حدیث لی ہے اور کہا ہے کہ اس کی تمام احادیث اچھی ہیں (تہذیب التہذیب)

اگر عمر بن حمزہ کی روایت کردہ حدیث کسی صحیح حدیث سے متعارض نہ ہو تو امام حاکم کا قول اس راوی کے سلسلہ میں ٹھیک ہو سکتا ہے۔ لہٰذا یہ اثر بھی ضعیف ہے۔

اثر ⑤ جو حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے

ان ابن عباس و ابن عمر
کان یفعلان ذلك۔ ترجمہ وہی ہے۔

(مصنف عبدالرزاق ۱۷۹/۲)

یہ اثر بھی ضعیف ہے۔ عطیۃ العوفی ضعیف ہے۔ ضعفہ ابوحاتم والنسائی واحمد و ابن حبان (تہذیب) وروی ابن المدینی عن یحیٰی قال عطیۃ، و ابوہارون، و بشر بن حرب عندی سواءً (میزان وتہذیب) یعنی ابن المدینی یحیٰی سے روایت کرتے ہیں کہ یحیٰی نے کہا ہمارے نزدیک عطیۃ ابوہارون اور بشر بن حرب ضعف میں سب برابر ہیں۔

امام ذہبی کہتے ہیں وقال النسائی وجماعۃ ضعیف (میزان) یعنی امام نسائیؒ اور (ائمہ) کی ایک جماعت نے ضعیف کہا ہے۔ لہٰذا یہ اثر بھی احتجاج کے لائق نہیں۔

اثر ⑥ جو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے مروی ہے۔ یہ اثر اگرچہ صحیح ہے لیکن عبداللہ بن زبیرؓ نے کسی مجبوری یا بیماری کی وجہ سے ایسا کیا ہو گا۔ ایسا تو ہو نہیں سکتا کہ کوئی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی خلاف ورزی

کرے، ضرور کوئی مجبوری ہوگی۔ جب کسی صحابی کا فعل حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے متعارض ہو تو حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صحیح مانا جائے گا اور صحابی کے فعل کو غلطی پر محمول کیا جائے گا۔

اثر ⑦ جو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ضعیف ہے۔

عطیہ العوفی کہتے ہیں:

ترجمہ	متن
ترجمہ وہی ہے جو پہلے گذر چکا ہے	رأیت ابن عمر و ابن عباس و ابن الزبیر و ابا سعید الخدری یقومون علی صدور اقدامھم فی الصلوٰۃ۔

(نصب الرایہ ۱/ ۳۸۹)

عطیہ العوفی ضعیف ہے۔ جرح اوپر گذر چکی ہے۔ مزید براں متعدد صحابہ کرام سے جلسہ استراحت نہ کرنے کے سلسلہ میں جو آثار ہیں وہ تمام ضعیف ہونے کی وجہ سے ناقابل احتجاج ہیں۔ گذارش ہے کہ جلسہ استراحت نہ کرنے کے سلسلہ میں کوئی صریح مرفوع صحیح حدیث پیش کیجئے۔ مندرجہ بالا آثار سے بھی وضاحت سے جلسہ استراحت نہ کرنے کا ثبوت نہیں ملتا محض کھینچا تانی ہے۔

الغرض کسی صحیح مرفوع حدیث سے ترک جلسہ استراحت ثابت نہیں۔ بلکہ مذکورہ احادیث جو گذشتہ صفحات پر ہم نے نقل کی ہیں وہ اس بات پر کھلی دلیل ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلسہ استراحت فرمایا کرتے

تھے اور جلسہ استراحت کا حکم دیا کرتے تھے۔

غلط فہمی | بعض احادیث میں "تورک" کا لفظ وارد ہے "تورک" کی دو صورتیں معروف و مشہور ہیں۔

(۱) دایاں پاؤں کھڑا رکھنا۔ بایاں پاؤں دائیں طرف نکالنا اور سرین پر بیٹھنا۔

(۲) دایاں اور بایاں پاؤں دائیں طرف نکالنا اور سرین پر بیٹھنا۔

تو یہ تورک حالت عذر (بیماری وغیرہ) پر محمول ہے جیسا کہ درج ذیل حدیث میں واضح ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نماز میں بیٹھنے کا مسنون طریقہ افتراش ہے۔ (ان تنصب رجلك اليمنى وتُثنّي اليسرىٰ) تو ایک شخص نے سوال کیا کہ آپ تو تربّع و تورّك کرتے ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ نے جواب دیا ان رجلای لا تحملانی (بخاری) کہ میرے پاؤں مجھے نہیں اٹھا سکتے (موطا امام مالک، نماز مدلل ص۱۲۱)

یعنی میں معذور ہوں۔ پاؤں کے سہارے نہیں بیٹھ سکتا اس لئے تورک کرتا ہوں۔

موطا امام مالک ص۷۱ پر حضرت ابن عمرؓ سے یہ الفاظ مروی ہیں۔

انما افعل هذا من اجل انی اشتکی۔ کہ میں بیمار ہوں اس لئے تورک کرتا ہوں۔

جواب | جناب فیض احمد صاحب لکھتے ہیں کہ بعض احادیث میں "تورك" کا لفظ وارد ہوا ہے۔

ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ "تورّک" سنّت ہے تورّک کرنا چاہیئے۔ الحمد للہ جناب فیض احمد صاحب تورّک کو تسلیم کر کے ہمارے کچھ قریب آنے جا رہے ہیں۔

تعریف نمبر (۱) کے بارے میں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ صورت احادیث میں آئی ہے مگر

تعریف نمبر (۲) کے بارے میں ہم کچھ نہیں کہتے کہ یہ صورت صحیح حدیث میں ہے یا نہیں۔

مزید برآں جناب فیض احمد صاحب کا یہ کہنا کہ یہ تورک حالت عذر (بیماری وغیرہ) پر محمول ہے یہ محض ان کی اختراع ہے ان کا یہ مفروضہ درج ذیل حدیث کی روشنی میں ردّ ہو جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن عبداللہ کہتے ہیں :۔

انه كان يرى عبد الله بن عمر يتربع فى الصلوٰة اذا جلس قال ففعلته و انا يومئذٍ حديث السنّ فنهانى عبد الله وقال انما سنة الصلوٰة ان تنصب رجلك اليمنى وتثنى رجلك اليسرٰى فقلت له فانك تفعل ذلك فقال ان رجلىّ لا تحملانى (صحيح

وہ عبداللہ بن عمرؓ کو جب وہ نماز میں بیٹھتے تربّع کرتے ہوئے دیکھتے تھے یعنی آلتی پالتی مار کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے تھے۔ کہتے ہیں میں نے بھی ایسا ہی کیا اور میں اُن دنوں کم عمر تھا۔ عبداللہ بن عمر نے مجھے منع کیا اور کہا نماز کی سنّت اس طرح ہے کہ تم اپنا سیدھا پیر کھڑا کر لو اور الٹے پیر کو موڑ لو (پھر اس پر بیٹھ جاؤ) میں

بخاری کتاب الاذان باب سنۃ الجلوس فی التشہد وفی موطا ایضًا)

نے کہا آپ تو ایسا کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے کہا: میرے پیر میرا بوجھ نہیں سنبھال سکتے۔

قارئین کرام اس حدیث میں "تربع" کرنے کا تو ثبوت مل رہا ہے لیکن "تورّک" کرنے کا ثبوت قطعًا نہیں مل رہا ہے، معلوم نہیں فیض احمد صاحب نے لفظ تورّک کا کہاں سے اضافہ کیا۔

لفظ "تَرَبُّع" کے معنی ہیں آلتی پالتی مارنا۔ چار زانوں بیٹھنا۔ چوکڑی مار کر بیٹھنا۔ اس قسم کا فعل نماز میں مجبورًا ہی ہو سکتا ہے۔ صحیح حالت میں ناگزیر ہے لیکن تربّع کو تورک کے معنی میں استعمال کرنا یہ لوگوں کو فریب دینے کے مترادف ہے۔ علاوہ بریں "تورك" کے معنی جناب فیض احمد صاحب نے خود تعریف نمبر (۱) میں بیان کر دئے ہیں وہاں دیکھئے۔

قیاس کر کے اور عبداللہ بن عمرؓ کے فعل کو بے محل پیش کر کے سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں چھوڑا جا سکتا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تورّک کیا ہے اور کرنے کا حکم دیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت محمد بن عمرو بن عطاء کہتے ہیں:۔

سمعت اباحمید الساعدی فی عشرة من اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم منهم ابوقتادة قال ابوحمید انا اعلمکم بصلاة رسول الله

میں نے ابوحمیدؓ ساعدی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دس اصحاب کے درمیان سنا، ان میں سے ایک ابوقتادہؓ تھے۔ حضرت ابوحمیدؓ ساعدی نے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و

صلى الله عليه وسلم قالوا
فلم؟ فوالله ما كنت باكثرنا
له تبعًا ولا اقدمنا له صحبة،
قال بلى قالوا فاعرض، قال
كان رسول الله صلى الله
عليه وسلم اذا قام الى
الصلوٰة يرفع يديه حتى
يحاذي بهما منكبيه ثم
يكبر حتى يقر كل عظم في موضعه
معتدلًا ثم يقرأ، ثم يكبر
فيرفع يديه حتى يحاذي
بهما منكبيه، ثم يركع و
ويضع راحتيه على ركبتيه
ثم يعتدل فلا يصب رأسه
ولا يقنع، ثم يرفع رأسه
فيقول سمع الله لمن حمده
ثم يرفع يديه حتى يحاذي
بهما منكبيه معتدلًا، ثم
يقول الله اكبر ثم يهوي
الى الارض فيجافي يديه عن

سلم کی نماز تم سب سے زیادہ جانتا
ہوں، صحابہ کرام نے کہا تم نے ہمارے
مقابلہ میں (زیادہ) رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی پیروی نہیں کی اور نہ تم نے
ہمارے مقابلہ میں زیادہ صحبت اختیار
کی پھر تم (نماز ہمارے مقابلہ میں) زیادہ
کیسے جانتے ہو؟ حضرت ابوحمیدؓ نے
فرمایا: ہاں اسی حالت میں، صحابہ کرام
نے کہا اچھا تو پیش کرو، حضرت ابوحمیدؓ
نے کہا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو رفع یدین
کرتے یہاں تک کہ اپنے دونوں ہاتھوں
کو اپنے دونوں کندھوں کے سامنے لے
آتے پھر اللہ اکبر کہتے یہاں تک کہ ہڈی
حالتِ اعتدال میں آجاتی، پھر آپ
قرأت کرتے، پھر اللہ اکبر کہتے اور رفع
یدین کرتے یہاں تک کہ اپنے دونوں ہاتھوں
کو اپنے دونوں کندھوں کے سامنے لے
آتے، پھر رکوع کرتے اور اپنی دونوں
ہتھیلیاں اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھ

جنبه ثم يرفع رأسه ويثني
رجله اليسرى فيقعد عليها،
ويفتح اصابع رجليه اذا سجد
ثم يقول الله اكبر ويرفع
رأسه ويثني رجله اليسرى
فيقعد عليها حتى يرجع كل
عظمٍ الى موضعه ثم يصنع
الاخرى مثل ذلك ثم اذا
قام من الركعتين كبّر
ورفع يديه حتى يحاذي
بهما كما كبّر عند افتتاح
الصلوٰة ثم يصنع ذلك
في بقية صلاته حتى اذا
كانت السجدة التي فيها
التسليم اخر رجله اليسرى
وقعد متورّكًا على شقه
الايسر قالوا صدقت هكذا
كان رسول الله صلى الله عليه
وسلم (ابوداؤد وسندہ صحیح)

لیتے، پھر حالتِ اعتدال میں آجاتے نہ
اپنے سر کو اوپر کرتے اور نہ نیچے، پھر (رکوع
سے) اپنا سر اٹھاتے اور سمع اللہ لمن حمدہ
کہتے پھر رفع یدین کرتے حتیٰ کہ اپنے
دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں کندھوں
کے سامنے لے آتے یعنی اعتدال میں
آجاتے، پھر اللہ اکبر کہتے اور پھر زمین کی
طرف جھک جاتے (سجدہ کرتے) سجدہ
میں اپنے دونوں ہاتھ اپنے پہلوؤں
سے دور رکھتے، پھر سجدے سے اپنا
سر اٹھاتے اور اپنے بائیں پیر کو موڑ لیتے
اور اس پر بیٹھ جاتے اور جب سجدہ
کرتے تو اپنے پیروں کی انگلیوں کو
کھول دیتے، پھر اللہ اکبر کہتے اور اپنا
سر اٹھاتے اور اپنے بائیں پیر کو موڑ کر
اس پر بیٹھ جاتے حتیٰ کہ ہر ہڈی اپنی
اپنی جگہ پر لوٹ آتی، پھر دوسری مرتبہ
بھی ایسا ہی کرتے پھر جب دو رکعت
پڑھ کر کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر کہتے اور
رفع یدین کرتے حتیٰ کہ اپنے دونوں ہاتھوں

کو اپنے دونوں کندھوں کے درمیان لے
آتے جس طرح نماز شروع کرتے وقت
تکبیر کہی تھی تکبیر کہتے، پھر اپنی تمام بقیہ
نماز میں ایسا ہی کرتے، پھر جب آپ
کا وہ سجدہ ہوتا جس میں آپ سلام پھیر
دیا کرتے تھے تو اُلٹے پیر کو باہر نکال کر
دونوں پیروں کو ایک طرف کر لیتے اور
اپنے اُلٹے کولے کو (زمین پر) ٹکا کر
یعنی سرین کے بل تورک کرتے ہوئے
بیٹھ جاتے۔ صحابہ کرام کی جماعت نے
کہا تم نے سچ بیان کیا (یقیناً) اسی
طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی نماز ہے۔

قارئین کرام اس حدیث میں رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت اور تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کرنا اور تورک کرنا اس طرح ثابت ہے جس طرح رات کے بعد دن کا نکلنا اور پھر دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت نے اس طریقہ نماز کی تصدیق بھی کر دی۔ اب بھی اگر کوئی نہ ماننے اور ضد اور ہٹ دھرمی کا شکار رہے تو ہم انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنے کے اور کیا کہہ سکتے ہیں۔

تورک کرنے کی مزید وضاحت ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت ابوحمید رضی اللہ

عنہ کہتے ہیں :

اذا جلس فی الرکعة الاخرة قدم رجله الیسر ونصب الاخری وقعد علی مقعدته
(صحیح بخاری)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری رکعت میں بیٹھتے تو اپنے بائیں پیر کو (زمین سے) ٹکا دیتے اور دوسرے پیر کو کھڑا کر دیتے اور اپنی بیٹھنے کی جگہ پر بیٹھ جاتے (یعنی تورک فرماتے)۔

حضرت قاسم بن محمدؒ نے تشہد میں بیٹھنے کا طریقہ بیان کیا :۔

فنصب رجله الیمنی وثنی رجله الیسری وجلس علی ورکه الایسر ولم یجلس علی قدمه ثم قال ارانی هذا عبد الله بن عبد الله بن عمر وحدثنی ان اباه کان یفعل ذلك (موطا امام مالک)

اپنے سیدھے پیر کو کھڑا کر لیتے اور اپنے الٹے پیر کو موڑ لیتے اور اپنے الٹے سرین پر بیٹھ جاتے اور اپنے قدم پر نہیں بیٹھتے پھر کہا کہ عبداللہ بن عبداللہ بن عمر نے مجھے اسی طرح کر کے دکھایا تھا۔ عبداللہ کہتے ہیں کہ ان کے والد نے ان سے اسی طرح بیان کیا تھا اور وہ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

الغرض حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنے بیٹے کو تورک کرنے کا ہی حکم دیا تھا اپنے لڑکے کو بتایا کہ یہ طریقہ سنت ہے اور میں "تربع" مجبوری کی وجہ سے کر رہا ہوں۔ علاوہ ازیں ابوداؤد اور دوسری احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام "تورک" کرتے تھے۔ ایک روایت مسند امام احمد ۲۳۳/۳ پر حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "تورک" کرنے سے منع فرمایا ہے۔ مزید برآں البانی

صاحب نے اس حدیث کو اپنی صحیحہ میں نقل کیا ہے اور صحیح کہا ہے (الاحادیث الصحیحہ ۴/۲۴۴) مگر یہ حدیث حماد بن سلمہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ حماد کا آخری عمر میں حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ امام مسلم نے حماد بن سلمہ سے استشہاداً روایت کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ صحیح مسلم کا راوی نہیں ہے۔ امام بیہقی نے بھی اس حدیث پر کلام کیا ہے۔ امام احمد نے بھی اس حدیث کو چھوڑ دیا تھا۔

غلط فہمی | عورت جب بھی نماز میں بیٹھے تو جمہور علماء (حنفیہ، مالکیہ اور حنبلیہ) کے ہاں وہ تورّک کرے (نماز مدلل ص۱۲۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :۔

انہ سئل کیف کان النساء یصلین علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کنّ یتربّعن (نماز مدلل ص۱۲۲)	حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے سوال کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس عہد میں عورتیں کیسے نماز پڑھتی تھیں۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا عورتیں تربّع و تورّک کرتی تھیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی مرفوع حدیث ص۱۱۶ پر کنز العمال بیہقی وغیرہ کے حوالہ سے گزر چکی ہے جس کے الفاظ ہیں :۔ واذا سجدت الصقت بطنها بفخذيها كاستر ما يكون لها۔ جس سے یہ اصول مستنبط ہوتا ہے تربع بھی تورّک کی ایک صورت ہے۔

جواب | مندرجہ بالا حدیث ضعیف ہے۔ عمر بن حمزہ بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب المدنی ضعیف ہے (تقریب التقریب) مزید برآں "تربّع و تورّک" کی وضاحت ہم کر چکے ہیں وہاں ملاحظہ فرمائیے۔

جناب فیض احمد صاحب نے جو حضرت عبداللہ بن عمرؓ والی حدیث ص ۱۱۴ پر نقل کی ہے ہم اس کا جواب گزشتہ صفحات پر دے آئے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ "تربع" آلتی پالتی مار کر بیٹھنے کو کہتے ہیں اور "تورک" دایاں پاؤں کھڑا رکھنا بایاں پاؤں دائیں طرف نکالنا اور سرین پر بیٹھنے کو کہتے ہیں۔ تربع کا لفظ تو عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث میں ہے لیکن "تورک" کا لفظ فیض احمد صاحب خود اختراع کرتے ہیں تاکہ ان کے عقیدے کو جو انہوں نے بنا رکھا ہے سہارا مل جائے۔ بہرحال قارئین کرام دھوکا نہ کھائیے۔

عورتوں کے سجدہ کے سلسلہ میں اور بھی آثار منقول ہیں ہم ان پر بھی بحث کرتے ہیں تاکہ مزید یہ آثار پیش کر کے آپ کو دھوکا نہ دیں ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے معلوم کیا گیا کہ عورت (سجدہ) نماز میں کس طرح کرے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے جواب دیا:۔

تجتمع و تحتضر (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/ ۲۷۰)	سمٹ کر اور چمٹ کر (نماز میں سجدہ) کرے۔

بکیر بن عبداللہ بن الاشج کی ملاقات حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نہیں ہوئی۔ لہذا منقطع ہے۔ امام حاکم کہتے ہیں بکیر بن عبداللہ کی روایت صرف تابعین سے ہے (تہذیب) مزید برآں حضرت عبداللہ بن عباس کا اپنا قول ہے اپنا خیال ہے جو ہمارے لئے دلیل نہیں۔

(۲) براہیم نخعی کہتے ہیں:۔

اذا سجدت المرأة فلتضم فخذیها ولتضع بطنها علیها	جب عورت سجدہ کرے تو اس کو چاہئے اپنے سرین کو چمٹا لے اور اپنے پیٹ

کوان کے اوپر رکھ لے۔ (حوالہ مذکور) (کنز العمال وضعفہ ۵۴۹/۷)

ابراہیم نخعی کا یہ قول ضعیف ہے۔

قال وجعل یضعف حدیث مغیرہ ابراھیم وحدہ۔ (تہذیب)	ابو حاتم کہتے ہیں امام احمد نے مغیرہ کی وہ روایت جو صرف ابراہیم سے منقول ہو ضعیف قرار دیا۔

کیونکہ امام احمد کہتے ہیں :۔

انّما سمعہ من حماد ومن یزید بن الولید والحارث العکلی وعبیدۃ وغیرھم (تہذیب)	مغیرہ نے حمّاد، یزید بن الولید، حارث العکلی، عبیدہ اور دوسرے ائمہؒ سے سنا ہے۔
لیّن احمد بن حنبل روایتہ عن ابراھیم النخعی (میزان)	امام احمد بن حنبل نے (مغیرہ) کی وہ روایت جو ابراہیم نخعی سے ہو کمزور قرار دیا ہے۔

یہ روایت عن مغیرۃ عن ابراہیم ہے۔ الغرض ضعیف ہے۔

③ مجاہد کہتے ہیں :۔

انہ کان یکرہ ان یضع الرجل بطنہ علی فخذیہ اذا سجد کما یضع المرأۃ (رواہ ابن ابی شیبۃ ۳۰۲/۱)	وہ برا سمجھتے تھے کہ مرد اپنے پیٹ کو اپنی رانوں پر رکھے جس طرح عورت سجدہ کرتے ہوئے رکھتی ہے۔

یہ قول بھی ضعیف ہے۔ لیث ابن ابی سلیم ضعیف ہے۔ ان کا آخری عمر میں حافظہ خراب ہوگیا تھا تو محدثین نے ان کی احادیث سے صرف نظر کیا۔ (تقریب وتہذیب التہذیب) علاوہ ازیں اس اثر کی سند میں ایک راوی جریر ہے کہتے ہیں تغیر نظر یعنی یہ راوی بھی ضعیف ہے۔

(۴) امام حسن البصریؒ کہتے ہیں :۔

المرأۃ تضطم فی السجود　　　عورت سجدہ میں سمٹ کر (نماز پڑھے)

(حوالہ مذکور)

یہ امام حسن البصری کا قول ہے۔ ضعیف ہے۔ اس اثر کی سند میں ایک راوی ہے ہشام بن زیاد بن ابی یزید القرشی ابو المقدام بن ابی ہشام المدنی مولی عثمان۔ اس راوی کو درج ذیل ائمہؒ نے ضعیف کہا ہے۔

(۱) عبداللہ بن احمد ضعیف کہتے ہیں۔
(۲) ابوزرعہ ضعیف کہتے ہیں۔
(۳) یحییٰ بن معین ضعیف کہتے ہیں۔
(۴) امام بخاریؒ کہتے ہیں : اس پر ائمہؒ نے کلام کیا ہے۔
(۵) امام ابوداؤد کہتے ہیں : یہ ثقہ نہیں ہے۔
(۶) امام ترمذی ضعیف کہتے ہیں۔
(۷) امام نسائیؒ ضعیف کہتے ہیں۔
(۸) علی بن جنید متروک کہتے ہیں۔
(۹) ابوحاتم ضعیف کہتے ہیں۔

امام حسن البصری سے اس کی روایات منکر ہیں۔

(۱۰) امام ابن حبان کہتے ہیں یہ ثقات سے موضوعات روایت کرتا ہے۔

(۱۱) امام دارقطنی، ابن سعد، عجلی، یعقوب بن سفیان اور دوسرے ائمہؒ نے ضعیف کہا ہے۔

مندرجہ بالا تمام اقوال تہذیب التہذیب سے ماخوذ ہیں۔

(۵) ابراہیم نخعی سے ایک اور روایت ہے۔

اذا سجدت المرأۃ فلتلزق بطنها بفخذيها ولا ترفع عجيزتها ولا تجافی کما يجافی الرجل (حوالہ مذکور)	جب عورت سجدہ کرے پس اس کو چاہئے کہ اپنا پیٹ اپنے سرین سے چمٹا لے اور اپنی کمر کو بلند نہ کرے اور جس طرح کوئی بغلیں کھول لیتا ہے اس طرح بغلیں بھی نہ کھولے۔

یہ ابراہیم نخعی کا قول ہے لہٰذا حجت نہیں۔ حجت صرف قرآن مجید اور صحیح احادیث ہیں۔ قرآن مجید اور صحیح احادیث میں عورت کی نماز اس طریقہ سے ہے جس طریقہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی ہے۔ یہ تمام آثار ضعیف ہیں اور صحیح احادیث سے متعارض ہیں لہٰذا مردود ہیں۔ ابراہیم نخعی خود کہتے ہیں عورت اس طرح سجدہ کرے جیسے مرد کرتا ہے۔ یہ قول آگے آرہا ہے۔

غلط فہمی | فقہاء اسلام نے یہاں پر اس اصول کو پیش نظر رکھ کر گفتگو کی ہے فقہ حنفی کی معروف کتاب ہدایہ ص ۹۳ ج ۱ میں ہے:۔

وان كانت امرأۃ جلست على اليتها اليسرى واخرجت	اگر عورت ہو تو اپنے بائیں سرین پر بیٹھ جائے اور اپنے دونوں پاؤں دائیں

رجلیھا من الجانب الایمن — طرف نکال لے۔ کیونکہ یہ اس کے لئے زیادہ
لانّہ استرلھا (نماز مدلل ص۱۲۲) — پردہ کی چیز ہے۔

جواب | قارئین کرام فقہاء اسلام کون ہوتے ہیں کہ وہ عورتوں کے لئے طریقہ نماز ایجاد کریں، کیا اللہ تعالیٰ نے شریعت سازی کا اختیار فقہاء احناف کے ذمہ کر دیا ہے کہ وہ لوگوں کے لئے قانون سازی کرتے رہیں جبکہ قانون ساز، شریعت ساز صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

ام لھم شرکؤا شرعوا لھم من الدین ما لم یأذن بہ اللہ (شوریٰ ۲۱) — کیا انہوں نے (اپنے) شریک بنا لئے ہیں جو ان کے لئے دین سازی کرتے رہتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو (اس دین سازی) کی اجازت نہیں دی۔

قارئین کرام جناب فیض احمد صاحب کی مندرجہ بالا تحریر سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ فقہاء احناف نے اس قسم کے سینکڑوں مسائل بنائے اور پھر شرک فی الشریعت کے مرتکب ہوئے تو ہم نے کونسی غلط بات کی۔ ہمارا کہنا بھی یہی ہے کہ اس قسم کے سینکڑوں مسائل فقہاء احناف نے بنائے جن کا قرآن مجید اور صحیح احادیث سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ خواتین کے سجدہ کا وضع کردہ طریقہ فقہاء احناف کا خود ساختہ فعل ہے لہٰذا مردود ہے۔ مزید برآں یہ چیز اگر اچھی ہوتی یا پردہ کے لحاظ سے بہتر ہوتی تو کیا اللہ تعالیٰ پر یہ چیز مخفی رہ سکتی تھی؟ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے اس کو سب کچھ معلوم ہے۔ آج فقہاء احناف اللہ تعالیٰ کی شریعت میں اضافہ کر کے اللہ تعالیٰ کو بتا رہے ہیں کہ یہ تیری شریعت ناقص ہے، اے اللہ عورت کا سجدہ تو اس طرح ہونا چاہئے تھا۔ گویا احناف

نے دین کو ناقص مان کر درج ذیل آیت کا بھی انکار کر دیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ (مائدہ - ۳)	آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے بحیثیت دین اسلام کو پسند کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ (زمر-۳)	آگاہ ہو جاؤ دین تو خالص اللہ کے لئے ہے۔

بہر حال جو چیز اللہ اور رسول نے نہیں بتائی وہ دین ہے ہی نہیں۔

عورت اور مرد کی نماز ایک ہی طریقہ سے ہے

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں :۔

اتینا النبی صلی اللہ علیہ و سلم و نحن شببۃ متقاربون فاقمنا عندہ عشرین یومًا ولیلۃً وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحیمًا رفیقًا فلما ظنّ انا قد اشتھینا او قد اشتقنا۔ سالنا عمن ترکنا	ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور ہم تقریبًا جوان تھے۔ ہم نے آپ کے پاس بیس دن اور رات قیام کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے رحیم اور با اخلاق تھے۔ پھر جب آپ کو اس بات کا اندیشہ ہوا کہ ہم گھر جانے کے مشتاق ہیں تو آپ نے ان کے

بعدنا فاخبرناہ قال ارجعوا الی اھلیکم فاقیموا فیھم وعلموھم ومروھم وذکر اشیاء احفظھا ولا احفظھا وصلوا کما رأیتمونی اصلی
(صحیح بخاری)

بارے میں جن کو ہم گھر چھوڑ آئے تھے سوال کیا (یعنی عورتیں بچّے اور دیگر افراد) پھر ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے بارے میں خبر دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنے اہل وعیال میں لوٹ جاؤ، ان میں نماز قائم کرو، ان کو نماز کی تعلیم دو، ان کو نماز پڑھنے کا حکم دو۔ پھر آپ نے چند چیزوں کا ذکر فرمایا، بعض چیزیں یاد رہیں اور بعض بھول گئے (نماز پڑھتے وقت) نماز اس طرح پڑھنا جس طرح تم نے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

مندرجہ بالا حدیث سے چند باتیں ثابت ہوئیں :۔

1. آپ کے پاس وفود کا آنا۔
2. بغرض دینی تعلیم قیام کرنا۔
3. اہل وعیال کے بارے میں معلومات کرنا۔
4. امام کا گھر واپس جانے کا حکم دینا۔
5. وفود کو دینی تعلیم دینا۔
6. نماز قائم کرنے کا حکم دینا۔

⑦ امام کا حکم دینا کہ خواتین اور بچوں کو نماز کا حکم دیتے رہنا۔
⑧ عورت اور مرد کی نماز کا ایک ہی طریق سے ہونا۔ وغیرہ وغیرہ

قارئین کرام اس حدیثِ بالا میں مرد، عورت، بوڑھا، جوان اور بچے سب شامل ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو مستثنیٰ قرار نہیں دیا۔
اب خواتین کو نماز اس طرح پڑھنی چاہئے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے، ہاں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے لئے کوئی علیحدہ طریقہ وضع کرتے اور وہ صحیح حدیث میں ہوتا تو ہم ضرور اس پر عمل کرتے اور کراتے۔ لیکن احادیثِ صحیحہ میں ہمیں طریقہ صرف یہی ملتا ہے کہ عورت اور مرد کی نماز ایک ہی طریقہ سے ہے۔

اب جبکہ مرفوعاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ عورت اور مرد کی نماز ایک طریقہ سے ہے۔ اب ایک دو اثر بھی ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت مکحولؒ کہتے ہیں:۔

ان امّ الدرداء کانت تجلس فی الصلوٰۃ کجلسۃ الرجل وھی فقیہۃ (رواہ ابن ابی شیبۃ ۱/۳۰۲ وفتح الباری وسندہ حسن)	حضرت امّ درداءؓ نماز میں اس طرح بیٹھتی تھیں جس طرح مرد بیٹھتا ہے اور مکحول کہتے ہیں وہ بڑی فقیہہ تھیں۔

ابراہیم نخعی کہتے ہیں:۔

یقعد المرأۃ فی الصلوۃ کما یقعد الرجل (رواہ ابن ابی شیبۃ ۱/۳۰۲ وسندہ صحیح)	(ایک سوال کے جواب میں کہا) عورت نماز میں ویسے ہی بیٹھتی ہے جس طرح مرد بیٹھتا ہے۔

غلط فہمی | علماء احناف کے ہاں بہتر صورت یہ ہے کہ جب کلمہ شہادت پر پہنچے تو دائیں ہاتھ کی چھوٹی اور ساتھ والی انگلی کو بند کرے۔ بیچ والی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنائے۔ شہادت کی انگلی کو کھلا رکھے۔ لَا اِلٰہ پر شہادت کی انگلی کو اٹھائے اور اِلَّا اللہ پر رکھ دے۔ حلقہ کی یہ کیفیت نماز کے اختتام پر باقی رکھے۔ (نماز مدلل ص۱۲۵)

جواب | قارئین کرام مندرجہ بالا پورا طریقہ خود ساختہ ہے۔ علماء احناف کی شریعت سازی ہے۔ اگرچہ جناب فیض احمد صاحب نے خود تسلیم کر لیا ہے کہ "احناف کے نزدیک یہ بہتر صورت ہے"۔ ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ قرآن وحدیث سے ماخوذ نہیں بلکہ علماء احناف کی اپنی اختراع ہے اور یہی ہمارا کہنا ہے کہ احناف کے بیشتر مسائل یا تو بے ثبوت ہیں یا ان کی اپنی قیاس آرائیاں ہیں یا ضعیف احادیث پر استوار ہے اور بعض تو قرآن وحدیث کے بالکل خلاف ہیں۔

غلط فہمی | حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے :۔

كان النبی صلی الله علیه و سلم یشیر باصبعه اذا دعا ولا یحرکها	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب دعاء کرتے (تشہد پڑھتے) اپنی انگلی سے اشارہ کرتے تھے اور اسے حرکت نہیں دیتے تھے۔

(نماز مدلل ص۱۲۹)

جواب | مندرجہ بالا حدیث صحیح ہے مگر " ولا یحرکها " کے الفاظ شاذ و منکر ہیں۔ مندرجہ بالا حدیث کی روایت میں " محمد بن عجلان " راوی ہے جس نے یہ الفاظ روایت کئے ہیں۔ یہ حدیث دوسرے راویان نے بھی روایت کی

ہے مگر انہوں نے یہ الفاظ بیان نہیں کیۓ مثلاً

(۱) عثمان بن حکیم

(۲) عبید اللہ بن عمر

(۳) ایوب

(۴) مسلم بن ابی مریم

مندرجہ بالا چاروں راوی صحیح مسلم کے راوی ہیں انہوں نے "ولا یحرکھا" کے الفاظ صحیح مسلم میں بیان نہیں کیۓ خود محمد بن عجلان نے صحیح مسلم میں یہ الفاظ روایت نہیں کیۓ یعنی کبھی محمد بن عجلان یہ الفاظ روایت کرتے اور کبھی نہ کرتے۔ کیونکہ یہ صرف صدوق ہیں یعنی ان کے حافظہ میں کچھ بھول ہے۔ (تقریب) ابوداؤد اور دارمی میں "یحرکھا یدعو بھا" کے الفاظ عاصم بن کلیب نے وائل بن حجر کی روایت میں بیان کیۓ ہیں۔ مزید برآں یہ روایت (نسائی ۱/۱۲۶) پر بھی ہے۔ عاصم بن کلیب نے "لا" نہیں کہا، عاصم بن کلیب بھی صحیح مسلم کا راوی ہے ثقہ ہے اور حافظہ صحیح ہے (میزان) لہٰذا "ولا یحرکھا" کے الفاظ منکر و شاذ ہیں۔ اس سلسلہ میں جو احادیث پیش کی گئی ہیں یعنی حرکت دینے کے بارے میں وہ سب صحیح ہیں۔

اگر ہم ان الفاظ کو بھی صحیح مان لیں تو "ولا یحرکھا" کا مطلب یہ ہوگا کہ زیادہ حرکت نہ دی جائے جیسے فرقہ اہل حدیث دیتا ہے۔ علاوہ بریں یہی چیز مشکوٰۃ المصابیح التعلیقات للالبانی ۱/۲۸۷ پر بھی مذکور ہے یعنی یہ الفاظ شاذ و منکر ہیں۔

غلط فہمی | "نماز میں درود شریف کے بعد دعاء"

حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :-

قال قلت یا رسول اللہ علمنی دعاءً ادعوبہ فی صلوٰتی قال قل اللّٰھم انی ظلمت نفسی ظلمًا کثیرًا ولا یغفر الذنوب الا انت فاغفر لی مغفرۃ من عندك وارحمنی انك انت الغفور الرحیم۔ (نماز مدلل ص۱۳۲)	حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے ایسی دعا تعلیم فرمایئے جو میں اپنی نماز میں مانگا کروں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یوں کہو اللھم انی اھ کر اے اللہ، میں نے اپنی ذات پر بہت ظلم کیا۔ صرف آپ گناہوں کو بخش سکتے ہیں۔ تو اپنی طرف سے اور محض اپنے فضل سے میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم فرما بیشک آپ ہی بہت بخشنے والے بڑے مہربان ہیں۔

جواب | قارئین کرام اس دعاء کا پڑھنا امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض نہیں۔ جو دعاء اس مقام پر پڑھنا فرض ہے وہ درج ذیل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

اذا تشھد احدکم فلیستعذ باللہ من اربع یقول اللھم (صحیح مسلم)	جب تم میں سے کوئی تشہد سے (فارغ) ہو تو وہ چار باتوں سے اللہ کی پناہ طلب کرے۔

دوسری روایت میں اس طرح الفاظ آئے ہیں :-

اذا فرغ احدکم من التشھد	جب تم میں سے کوئی آخری تشہد سے

الآخر فليستعذ باللہ من اربع (صحیح مسلم)	فارغ ہو تو وہ چار باتوں سے اللہ کی پناہ طلب کرے۔
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا فرغ احدکم من التشھد الاخر فلیتعوذ من اربع (رواہ احمد وسندہ صحیح)	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب تم میں سے کوئی آخری تشہد سے فارغ ہو تو وہ اللہ سے چار باتوں کے ذریعہ پناہ طلب کرے۔

وہ چار باتیں جن کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے درج ذیل ہیں:-

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَھَنَّمَ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ۔ (اے اللہ میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں دوزخ کے عذاب سے، قبر کے عذاب، زندگی اور موت کے فتنہ سے اور مسیح دجّال کے فتنہ کے شر سے)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مندرجہ بالا دعاء کو اس طرح سکھاتے تھے جس طرح قرآن مجید کی کسی سورۃ کو سکھلاتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:-

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یعلمھم ھذا الدعاء کما یعلمھم السورۃ من القرآن (صحیح مسلم)	بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو یہ دعاء اس طرح سکھاتے تھے جس طرح قرآن مجید کی کسی سورۃ کو سکھاتے ہیں۔

قارئین کرام یہ وہ دعاء ہے جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو نماز میں پڑھنے کا حکم دیا کرتے تھے۔ لہٰذا اس دعاء کا پڑھنا فرض ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اس دعاء کے بعد جو دل چاہے دعاء مانگ سکتے ہو (رواہ النسائی وصححہ النووی بلوغ الامانی)

مندرجہ بالا دعاء کے بعد اگر کوئی چاہے تو پھر وہ دعاء پڑھ سکتا ہے جو دعاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کو بتائی تھی۔

غلط فہمی | نماز کے بعد دعاء :-

عن الاسود بن عبد الله عن ابيه قال صليت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم الفجر فلما سلّم انحرف ورفع يديه ودعاء (نماز مدلل ص۱۳۴)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ صبح کی نماز پڑھی جب آپ نے سلام پھیرا تو قبلہ سے منہ پھیر لیا اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعاء کی۔

جواب | مندرجہ بالا حدیث ضعیف ہے۔ اس حدیث کی سند میں عبداللہ بن حاجب بن عامر بن المتفق ابن اخی تقیط بن عامر مجہول ہے (تقریب التقریب) اور اسود عامری صرف مقبول ہے (تقریب) مزید برآں صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں قبلہ کی طرف منہ کر کے دعاء کرنے کا ثبوت موجود ہے اور اس حدیث میں قبلہ سے منہ پھیر کر دعاء کرنے کا۔ لہٰذا یہ حدیث صحیحین کے بھی خلاف ہے۔ الغرض باطل ہے۔ صحیحین کی احادیث ملاحظہ فرمائیے:۔

(۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کی طرف دیکھا کہ وہ ہزاروں ہیں اور صحابہ کرام کی جماعت صرف

تین سو[٣١٩] انیس افراد پر مشتمل ہے۔ پھر آپ دعاء فرماتے ہیں :۔

فاستقبل نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم القبلة ثم مدّ یدیہ جعل یہتف بربہ (صحیح مسلم باب الامداد بالملائکة ١٣٨٤/٢)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی طرف اپنا چہرہ (مبارک) کیا۔ پھر آپ نے اپنے ہاتھوں کو دراز کیا اور اپنے رب سے فریاد کرنے لگے۔

(٢) استقبل النبی صلی اللہ علیہ وسلم وتہیّأ ورفع یدیہ وقال اللّٰھم اھد دوسًا (جزء رفع یدین للبخاری وسندہ صحیح)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنا چہرہ مبارک) قبلہ کی طرف کیا (اور اللہ سے) لَو لگائی، اپنے ہاتھوں کو بلند کیا اور فرمایا: اے اللہ دوس قبیلہ کو ہدایت دے دے۔

(٣) حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں :۔

اراد ان یدعو استقبل القبلة (صحیح بخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء کا ارادہ کیا تو آپ نے قبلہ کی طرف چہرہ کر لیا۔

مندرجہ بالا احادیث سے قبلہ کی طرف چہرہ کر کے دعاء کرنا سنّت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ یہ احادیث صحیح ترین ہیں۔

غلط فہمی | حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے :۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اللہ اربعین یومًا فی جماعةٍ یدرك التکبیرة

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص چالیس دن جماعت سے اس طرح نماز پڑھتا رہے کہ تکبیر اولیٰ فوت

الاولیٰ کتب له برأتان برأة من النار وبرأة من النفاق (نماز مدلل ص۱۱۴) — نہ ہو۔ تو اس کے لئے دو براتیں لکھ دی جاتی ہیں۔ ایک دوزخ کی آگ سے دوسری نفاق سے۔

جواب امام ترمذیؒ لکھتے ہیں :۔

وقد روی هذا الحدیث عن انسٍ موقوفاً ولا اعلم احدًا رفعه الا ما روی سلم بن قتیبة عن طعمة بن عمرو عن حبیب بن ابی ثابت عن انسٍ۔ — یہ حدیث انس سے موقوفاً روایت کی گئی ہے۔ میں نہیں جانتا کسی نے (اس حدیث) کو مرفوع کہا ہو سوائے مسلم بن قتیبہ نے طعمہ بن عمرو سے اور طعمہ نے حبیب بن ابی ثابت سے اور حبیب نے انس سے روایت کیا ہے۔

آگے امام ترمذی لکھتے ہیں :۔

وانما یروی هذا الحدیث عن حبیب بن ابی حبیب البجلی عن انسٍ بن مالك قول حدثنا وکیع عن خالد بن طهمان عن حبیب بن ابی حبیب البجلی عن انس نحوه (رواه الترمذی ۲/۸) — بات دراصل یہ ہے کہ یہ حدیث حبیب بن ابی حبیب سے پھر انس بن مالک سے روایت کی گئی ہے کہ یہ ان کا قول ہے کیونکہ ہم سے وکیع نے بیان کیا پھر خالد بن طہمان سے پھر حبیب بن ابی حبیب سے پھر انس سے اسی طرح روایت کیا ہے اور مرفوع نہیں کیا۔

امام ترمذی مندرجہ بالا حدیث کے مرفوع اور موقوف ہونے پر بحث کر رہے ہیں موقوف کو تو وہ جانتے ہیں اور مرفوع کو صرف مندرجہ بالا سند

سے جانتے ہیں مگر پھر معلول سمجھتے ہیں ورنہ حدیث پر صحیح اور حسن ہونے کا حکم لگاتے۔ اسی وجہ سے امام ترمذی نے سکوت کرکے اس کے ضعف کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ دوسری بات وہ یہ ثابت کر رہے ہیں کہ یہ حبیب بن ابی حبیب سے مروی انس بن مالک کا قول ہے اور یہ مرفوع حدیث نہیں ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نہیں ہے یہ صرف حضرت انسؓ کا قول ہے جو قابل دلیل نہیں۔

غلط فہمی | نماز وتر میں دعاء قنوت دائمی ہے اور رکوع سے پہلے ہے (نماز مدلل ص۱۴۷)

جواب | نماز وتر میں دعاء قنوت دائمی ہے بالکل درست ہے۔ لیکن دعاء قنوت پڑھنا صرف رکوع سے پہلے ہے یہ بات درست نہیں کیونکہ دعاء قنوت رکوع سے پہلے بھی پڑھی جا سکتی ہے اور رکوع کے بعد بھی، دونوں طریقے سنّت ہیں۔

رکوع کے بعد قنوت پڑھنا سنّت ہے۔ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-

علمنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی وتری اذا رفعت رأسی ولم یبق الا السجود (رواہ الحاکم وصححہ ھو واحمد محمد شاکر)	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے میرے وتر میں جب میں (رکوع) سے سر اٹھاؤں (دعاء پڑھنے) کی تعلیم دی اور پھر سجدے میں گئے۔

مندرجہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ دعاء قنوت رکوع کے بعد بھی پڑھی جا سکتی ہے لیکن زیادہ تر رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھنا بہتر ہے۔ لہٰذا

صرف یہ کہنا کہ رکوع سے پہلے قنوت پڑھا جائے غلط ہے۔ جناب فیض احمد صاحب نے جو دعاء قنوت میں ہاتھ اٹھانے کی دلیل پیش کی ہے اس میں ہماری تائید ہوتی ہے اور احناف کی مخالفت۔ کیونکہ تمام احناف کا اس پر عمل نہیں ہے۔ تمام احناف رفع یدین کرکے ہاتھ باندھ لیتے ہیں اور پھر دعائے قنوت پڑھتے ہیں۔ یہ طریقہ صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔ لہٰذا غلط ہے۔

غلط فہمی قنوت کے الفاظ "اللّٰھم انا نستعینک"

جواب قارئین کرام یہ دعاء قنوتِ نازلہ میں پڑھنے کی ہے۔ یہ دعاء قنوت وتر کی نہیں ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان لایقنت الا اذا دعاء لقوم اودعا علی قوم (رواہ ابن خزیمہ عن انسٍ وسندہ صحیح۔ صحیح ابن خزیمہ جزء اول ص۳۱۴)	نبی صلی اللہ علیہ وسلم قنوتِ نازلہ نہیں پڑھتے تھے مگر آپ جب کسی قوم پر بددعا فرماتے۔

اور حضرت حسن بن علی رضی عنہما سے مصنف عبدالرزاق ۱۱۶/۳ پر مروی ہے کہ انہوں نے اسی موقع کے لئے یہ الفاظ پڑھ کر بتائے تھے یعنی اللّٰھم انا نستعینك ونستغفرك .... مزید برآں جو دعاء قنوتِ وتر میں پڑھی جاتی ہے وہ درج ذیل ہے۔ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کہتے ہیں :۔

علّمنی رسول اللہ صلی اللہ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے

وسلم کلمات اقولھن فی الوتر (رواہ الترمذی ۲/۳۲۸ ھذا حدیث حسن قال احمد محمد شاکر حدیث الحسن فی القنوت حدیث صحیح)

چند کلمات کی تعلیم دی (تاکہ) میں ان کلمات کو وتر میں پڑھتا رہوں۔

وہ کلمات یہ ہیں :۔

اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ فِیْمَنْ ھَدَیْتَ ، وَعَافِنِیْ فِیْمَنْ عَافَیْتَ ، وَتَوَلَّنِیْ فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ ، وَبَارِكْ لِیْ فِیْمَا اَعْطَیْتَ ، وَقِنِیْ شَرَّمَا قَضَیْتَ ، فَاِنَّكَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْكَ ، اِنَّهٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ ، وَلَا یَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ ۔

یہ دعاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بتائی تھی لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی ان کلمات کو پڑھا کرتے تھے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقنت فی صلوٰۃ الصبح وفی وتر اللیل بھذہ الکلمات

نبی صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں صبح کا وتر اور رات کی (نماز) کے وتر میں یہی کلمات پڑھا کرتے تھے۔

(رواہ البیہقی وسندہ حسن)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دعاء کی تعلیم دیا کرتے تھے اور خود بھی اس دعاء کو وتر میں پڑھا کرتے تھے۔ جناب فیض احمد صاحب نے جو دلائل اللھم انا نستعینك ..... پڑھنے کے دئے ہیں وہ سب

قنوتِ نازلہ کے ہیں وتر کے نہیں ہیں اور جو دلائل دیئے ہیں وہ سب آثار ہیں۔ کوئی بھی صحیح مرفوع حدیث پیش نہیں کی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں کیا۔ دوسری گذارش یہ ہے کہ قنوتِ نازلہ بھی قنوت ہے اور قنوت الوتر بھی قنوت ہے۔ صرف یہ کہدینا کہ قنوت میں اللّٰھُمَّ انا نستعینك پڑھا کرتے تھے کافی نہیں۔ الفاظ اس طرح ہونے چاہئیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کی نماز میں قنوت وتر میں پڑھا کرتے تھے۔ ایسے الفاظ کسی بھی صحیح حدیث میں نہیں ہیں. لہٰذا قابل احتجاج بھی نہیں۔

رہا معاملہ سفیان اور نخعی کے قول کا تو جواباً عرض ہے کہ حدیث کے مقابلہ میں کسی کا قول حجت نہیں ہوتا۔

غلط فہمی | نماز وتر تین رکعت ایک سلام کے ساتھ ہیں (نماز مدلل)

جواب | تین رکعت وتر اگر ایک سلام سے جائز ہوتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر سے منع کیوں فرماتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لا توتروا بثلث اوتروا بخمس اوسبع ولا تشبھوا بصلوٰۃ المغرب (رواہ الدارقطنی قال المولف رواتہ کلھم ثقات واخرج الحاکم فی المستدرك بھذا الاسناد والمتن وقال ہذا صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ وکذا اخرجہ)

تین رکعت وتر مت پڑھو پانچ رکعت وتر پڑھ لو یا سات رکعت وتر پڑھ لو لیکن (تین رکعت وتر پڑھ کر) نماز مغرب سے مشابہت مت کرو۔

البیہقی وقد صححہ ابن حبان وقال الحافظ
فی الفتح وقد صححہ الحاکم من طریق عبداللہ بن
الفضل واسنادہ علی شرط الشیخین۔ التعلیق
المغنی علی سنن الدارقطنی جزء دوم ص۲۵)

تین رکعت وتر ایک سلام سے پڑھنا مندرجہ بالا احادیث کے خلاف ہے۔
حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ مطہرہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں :۔

الوتر سبع او خمس وانی لاکرہ ان یکون ثلاثا بتراء (وروی محمد بن نصر نیل الاوطار جزء۲ ص۳۰۱ قال العراقی ایضاً صحیح)	وتر سات ہوتے ہیں۔ پانچ بھی ہوتے ہیں مگر میں تین دم کٹے ناپسند کرتی ہوں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں :۔

الوتر سبع او خمس ولا نحب ثلاثا بتراء (روی محمد بن نصر ایضاً باسناد وقال العراقی صحیح نیل الاوطار ص۳۰۱ جزء۲ ومصنف عبدالرزاق وسندہ صحیح ۳/۲۳)	وتر سات ہوتے ہیں، پانچ بھی ہوتے ہیں (لیکن) تین دم کٹے ہم پسند نہیں کرتے۔

الغرض تین رکعت وتر ایک سلام سے جائز ہوتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت عائشہ صدیقہ رض اور حضرت ابن عباس رض منع نہ فرماتے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رض کہتے ہیں :۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

وسلم قال الوتر حق و لیس	وتر حقیقت میں ایک رکعت ہے اور
کالمغرب (مصنف عبدالرزاق	مغرب کی طرح تین (رکعت) نہیں ہیں۔
۳/۲ وسندہ صحیح)	یعنی تین ایک سلام سے نہیں ہیں۔

مزید تحقیقی معلومات کے لئے ہماری کتاب صلوٰۃ المسلمین کا مطالعہ کیجئے۔ تاکہ جو روایات فیض احمد صاحب نے نقل کی ہیں ان کی حقیقت معلوم ہو جائے۔

غلط فہمی | جناب فیض احمد صاحب فرماتے ہیں :۔

"تراویح کی بیس رکعت" (نماز مدلل)

جواب | قارئین کرام جناب فیض احمد صاحب نے بیس رکعت تراویح کے سلسلہ میں کچھ آثار پیش کئے ہیں وہ بھی ضعیف اور منقطع ہیں۔ کاش کہ جناب فیض احمد صاحب بیس رکعت تراویح کے سلسلہ میں کوئی صحیح مرفوع حدیث پیش کرتے۔ جو آثار پیش کئے ہیں وہ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں۔ اس سے قبل کہ ہم ان آثار کے ضعف ثابت کریں ہم سب سے پہلے ابن عباس والی وہ حدیث جو مرفوعًا آئی ہے پیش کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں :۔

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم	نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے مہینہ
یصلی فی شہر رمضان فی غیر	میں بغیر جماعت کے بیس رکعت نماز
جماعةٍ بعشرین رکعةً والوتر	(تراویح) پڑھا کرتے تھے اور ایک
(رواہ البیہقی ۲/۴۹۶ وسندہ ضعیف)	رکعت وتر۔

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد امام بیہقی خود لکھتے ہیں :۔

تفرد به ابو شيبة ابراهيم بن عثمان العبسى الكوفى وهو ضعيف (رواه البيهقى)

ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان العبسی کوفی نے تفرد کیا ہے اور وہ ضعیف ہے۔

قال احمد ويحيى وابوداؤد ضعيف (تهذيب)

امام احمد ویحییٰ اور امام ابو داؤد نے ابو شیبہ کو ضعیف کہا ہے۔

وقال الترمذى منكر الحديث وقال النسائى متروك الحديث وقال ابوحاتم ضعيف الحديث (تهذيب التهذيب)

امام ترمذی منکر الحدیث کہتے ہیں اور امام نسائی متروک الحدیث کہتے ہیں اور امام ابو حاتم ضعیف الحدیث کہتے ہیں۔

وقال ابن سعد كان ضعيفا فى الحديث وقال الدارقطنى ضعيف (تهذيب)

ابن سعد کہتے ہیں یہ حدیث میں ضعیف ہے اور دارقطنی بھی ضعیف کہتے ہیں۔

غرضیکہ یہ حدیث بالکل ضعیف ہے۔ اب آئیے آثار کی طرف۔

(۱) حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں :۔

كانوا يقومون على عهد عمر بن الخطاب رضى الله عنه فى شهر رمضان بعشرين ركعة قال وكانوا يقرؤن بالمئين وكانوا يتكؤن على عصيهم فى

ماہ رمضان میں عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ بیس۲۰ رکعت (نماز تراویح) کا قیام کرتے تھے اور کہتے ہیں دو دو سو آیات کی تلاوت کرتے تھے اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں

عهد عثمان بن عفان رضي الله عنه من شدة القيام

شدت قیام کے سبب لوگ اپنی لاٹھیوں پر سہارا لیا کرتے تھے۔

(رواہ البیہقی ۲/۴۹۶)

مندرجہ بالا اثر کی سند میں ایک راوی یزید بن عبد اللہ بن خصیفہ ہے اگرچہ یہ ثقہ ہے مگر کبھی یہ منکر روایات بھی بیان کرتا ہے۔ اسی بنیاد پر کچھ ائمہ نے اس کو منکر الحدیث کہا ہے۔ مثال کے طور پر، امام ابو داؤد کہتے ہیں:۔

قال احمد منكر الحديث

امام احمد بن حنبل نے منکر الحدیث کہا ہے۔

(تہذیب التہذیب و میزان الاعتدال)

مزید برآں مندرجہ بالا روایت امام بیہقی نے بھی نقل کی ہے اور وہ بھی سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے یعنی سائبؓ بن یزیدؓ گیارہ رکعت تراویح روایت کر رہے ہیں ذرا ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:۔

امر عمر بن الخطاب رضي الله عنه ابي بن كعب وتميم الداري ان يقوما للناس باحدى عشرة ركعة وكان القاري يقرأ بالمئين حتى كنا نعتمد على العصي من طول القيام وما كنا تنصرف الا في فروع الفجر هكذا اني هذه

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت اُبی بن کعب اور حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ وہ دونوں لوگوں کے لئے گیارہ رکعت (نماز تراویح) کے ساتھ قیام کرتے رہیں اور قاری دو دو سو آیات کی تلاوت کرتا تھا یہاں تک کہ ہم طویل قیام کے سبب اپنی لاٹھی پر سہارا لیتے اور ہم

هکذا فی هذه الروایۃ — طلوع فجر کے وقت ہی واپس ہوتے تھے۔

(رواہ البیہقی ۲/۴۹۶)

قارئین کرام پہلے اثر میں بیس۲۰ کا عدد آیا ہے اور دوسرے اثر میں گیارہ۱۱ کا عدد آیا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کونسا عدد صحیح حدیث کے مطابق ہے اور کونسا عدد صحیح حدیث کے خلاف ہے۔ ظاہر ہے کہ گیارہ کا عدد صحیح حدیث کے موافق ہے اور بیس۲۰ کا عدد صحیح حدیث کے خلاف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام احمدؒ نے اس راوی کی وہ روایات جو صحیح حدیث سے متعارض ہیں نہیں مانیں اور اس کو منکر کہا ہے۔

وہ روایت جو گیارہ۱۱ رکعت کے سلسلہ میں آئی ہے اس کو بڑے بڑے ائمہ حدیث بیان کر رہے ہیں مثال کے طور پر:۔

عن الزھری قال اخبرنی عروۃ ان عائشۃ رضی اللہ عنھا اخبرتہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی احدی عشرۃ رکعۃ	امام زہری سے روایت ہے امام زہری کہتے ہیں کہ مجھے عروہ نے خبر دی، (عروہ کہتے ہیں) کہ عائشہ صدیقہ طاہرہ مطہرہ رضی اللہ عنہا نے عروہ کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (تراویح) کی گیارہ رکعت پڑھا کرتے تھے۔
(صحیح بخاری)	

حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ مطہرہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:۔

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی من اللیل ثلاث عشرۃ	نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تیرہ۱۳ رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔ ان میں وتر اور

رکعۃ، منھا الوتر و رکعتا الفجر — فجر کی دو رکعت بھی ہوتیں (یعنی گیارہ رکعت نماز تراویح پڑھتے) (صحیح بخاری)

حضرت ابوسلمہؓ بن عبدالرحمن نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا۔

کیف کانت صلاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان فقالت ما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علیٰ احدی عشرۃ رکعۃ (صحیح بخاری) — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رمضان میں نماز کس طرح ہوتی تھی؟ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں اور رمضان کے علاوہ گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھا کرتے تھے۔

حضرت عروہ بن زبیر بن العوام، حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیقؓ اور حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمن نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے گیارہ رکعت روایت کی ہیں اور یہ لوگ بہت بڑے بڑے امام ہیں ان کی تعریف مت پوچھئے اگر لکھنا شروع کر دوں تو کتابیں بھر جائیں گی۔ تو یزید بن عبداللہ بن خصیفہ نے اپنے سے بڑے بڑے اماموں کی مخالفت کی ہے۔ لہٰذا یہ روایت جو بیس ۲۰ کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہے وہ شاذ بھی ہوئی اور منکر بھی۔

بحث درایتاً جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیس ۲۰ رکعت نماز تراویح ثابت نہیں ہیں تو بھلا عمر رضی اللہ عنہ ایسی بات کا حکم کیسے دے سکتے تھے جو سنت کے خلاف ہو۔ ہم اوپر نقل کر آئے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب اور حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہما کو گیارہ رکعت

تراویح پڑھانے کا ہی حکم دیا تھا اور یہی چیز حدیث کے مطابق ہے۔ امام مالکؒ نے بھی اپنی کتاب "موطا" میں نقل کی ہے۔

ایک اور روایت جو حضرت سائبؓ بن یزید سے مروی ہے وہ بھی ضعیف ہے ملاحظہ ہو۔ سائب بن یزید کہتے ہیں :۔

كان القيام على عهد عمر بثلاث وعشرين ركعة (عمدة القارى ۵/۳۵۷)	حضرت عمرؓ کے دور میں تئیس رکعت نماز تراویح کا قیام ہوتا تھا۔

اس روایت میں حارث بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن سعد بن ابی ذباب صدوق يهم (قال ابن حجر فی التقریب) یعنی صدوق ہے لیکن وہم ہوتا ہے۔

وقال ابو حاتم يروى عنه الدار وردى احاديث منكرة ليس بالقوى (تهذيب)	ابو حاتم کہتے ہیں دراوردی اس سے منکر احادیث روایت کرتے ہیں اور یہ قوی نہیں ہے۔
قال ابن معين مشهور (تهذيب)	ابن معین کہتے ہیں یہ صرف مشہور ہے۔
قال ابوزرعة ليس به بأس (تهذيب)	ابوزرعہ کہتے ہیں اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔
وقال ابن حزم ضعيف وقال ابو حاتم ليس بالقوى (ميزان) (والكاشف)	ابن حزم ضعیف کہتے ہیں اور ابو حاتم لیس بالقوی کہتے ہیں۔

لہٰذا یہ اثر بھی ابن ابی ذباب کی وجہ سے ضعیف ہے اور صحیح مرفوع حدیث

کے بھی خلاف ہے۔

(۲) یزید بن رومان کہتے ہیں :۔

کان الناس یقومون فی زمان عمر بن الخطاب فی رمضان بثلاث وعشرین رکعة (رواہ مالك ۱/ ۱۱۵ اور رواہ البیهقی ۲/۴۹۶)

رمضان میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ تیئس ۲۳ رکعت نماز کا قیام کرتے تھے۔

امام زیلعی کہتے ہیں وَیَزِیْدُ بْنُ رُوْمَان لَمْ یُدْرِكْ عُمَرَ (نصب الرایة ۲/۱۵۴) یعنی یزید بن رومان نے حضرت عمرؓ کو نہیں پایا۔

امام نووی کہتے ہیں :۔

رواہ البیهقی ولکنه مرسل فان یزید بن رومان لم یدرك عمر وکذلك ضعّفه العینی بقوله فی عمدة القاری شرح صحیح بخاری ۵/۳۵۷ سندہ منقطع)

امام بیہقی نے (اس اثر کو) روایت کیا ہے اور مرسل مانا ہے کیونکہ یزید بن رومان نے عمرؓ کو نہیں پایا اسی وجہ سے عینی نے اس اثر کو ضعیف کہا ہے عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں اس کی سند کو منقطع مانا ہے۔

لہٰذا یہ اثر ضعیف منقطع ہونے کی وجہ سے اور صحیح مرفوع حدیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے کالعدم ہے۔

(۳) حضرت یحییٰ بن سعید سے روایت ہے :۔

ان عمر بن الخطاب أمر رجلاً ان یصلّی بهم عشرین رکعة

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کسی شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس ۲۰

(رواہ ابن ابی شیبۃ ۲/۲۸۵) رکعت نماز پڑھاتا رہے۔

یہ اثر بھی منقطع ہے۔ علامہ مبارکپوری (التحفہ ۲/۸۵) میں کہتے ہیں۔ یہ اثر منقطع ہے۔ قال النیموی فی (آثار السنن) رجالہ ثقات لکن یحیٰی بن سعید الانصاری لم یدرک عمر یعنی نیموی آثار السنن میں کہتے ہیں راوی تو تمام ثقہ ہیں مگر یحیٰی بن سعید انصاری نے عمر رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا لہٰذا سند منقطع ہے۔ علامہ مبارکپوری اور نیموی کی تائید علی بن مدینی کے اس قول سے بھی ہوتی ہے۔

قال ابن المدینی فی العلل لا اعلمہ سمع من صحابی غیر انس (تہذیب التہذیب والکاشف)

ابن المدینی (کتاب) العلل میں کہتے ہیں کہ میں نہیں سمجھتا انس رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور صحابی سے یحیٰی نے سنا ہو۔

الغرض یہ روایت بھی ضعیف ہے، منقطع ہے۔ شاذ بھی ہے اور صحیح مرفوع حدیث کے خلاف بھی۔

(۴) حضرت ابوالحسناء کہتے ہیں :-

ان علیًا امر رجلاً یصلّی بھم فی رمضان عشرین رکعۃ۔ (رواہ ابن ابی شیبۃ ۲/۲۸۵) (رواہ البیہقی ۲/۴۹۷)

حضرت علی رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب نے کسی شخص کو حکم دیا کہ وہ رمضان میں لوگوں کو بیس رکعت نماز (تراویح) پڑھایا کرے۔

یہ اثر بھی ضعیف ہے۔ امام بیہقی کہتے ہیں اس اثر کی سند میں ضعف ہے (رواہ البیہقی ۲/۴۹۷) حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں "ابوالحسناء" مجہول ہے (تقریب التقریب) امام ذہبی کہتے ہیں "ابوالحسناء" لا یعرف

ابو الحسناء مجہول ہے (میزان) دوسری خاص بات یہ بھی ہے کہ یہ روایت معضل معلوم ہوتی ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں: روی عن الحکم بن عیینۃ عن حنش عن علیؓ فی الاضحیۃ (تہذیب التہذیب) یعنی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابو الحسناء اور علی کے درمیان سے دو راوی غائب ہیں۔ الغرض یہ اثر معضل بھی ہے۔

⑤ ابو عبدالرحمٰن حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہتے ہیں:۔

عن علیٍ رضی اللہ عنہ قال دعا القرآء فی رمضان فامر منھم رجلا یصلی بالناس عشرین رکعۃ قال وکان علی رضی اللہ عنہ یوتر بھم	حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رمضان میں قرآء کو بلایا اور ان میں سے کسی کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت نماز پڑھاتا رہے۔ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ ان کو وتر پڑھایا کرتے تھے۔

(رواہ البیہقی ۴۹۶/۲)

یہ اثر بھی ضعیف ہے۔ اس اثر میں دو علتیں ہیں (۱) عطاء بن سائب کا آخری عمر میں حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ ابن حجر کہتے ہیں عطاء بن السائب، ابو محمد صدوق اختلط (تقریب) یعنی عطاء بن سائب ابو محمد صدوق ہیں ان کا حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ معلوم نہیں یہ اثر جب ان کا حافظہ ٹھیک تھا بیان کیا ہے یا حافظہ خراب ہونے کے بعد۔ لہٰذا کالعدم ہے۔

(۲) دوسری علت حماد بن شعیب کی ہے۔ حماد بن شعیب بہت زیادہ ضعیف ہے۔

① وقال البخاری فیہ نظر   امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں فیہ

(لسان) نظر یعنی یہ راوی ضعیف ہے۔

② وقال النسائی ضعیف (لسان المیزان) امام نسائی (بھی) ضعیف کہتے ہیں۔

③ وقال ابوحاتم لیس بالقوی (لسان) امام ابوحاتم لیس بالقوی کہتے ہیں۔

④ وقال ابوزرعة ضعیف (لسان) امام ابوزرعہ ضعیف کہتے ہیں۔

⑤ ونقل ابن الجارود عن البخاری انه قال فیه منکر الحدیث وفی موضع آخر ترکوا حدیثه (لسان) امام ابن جارود نے امام بخاری سے نقل کیا ہے کہ امام بخاری نے اس راوی کو منکر الحدیث کہا ہے اور دوسری جگہ پر (کہا ہے) کہ ائمہ نے اس کی حدیث کو چھوڑ دیا تھا۔

⑥ وقال الساجی فیه ضعف (لسان) امام ساجی کہتے ہیں اس میں ضعف ہے۔

⑦ ضعّفه ابن معین وغیره (میزان) امام ابن معین اور دوسرے ائمہ نے اس راوی کو ضعیف کہا ہے۔

الغرض حضرت علیؓ سے روایت کردہ دونوں اثر ضعیف ہیں۔

(٦) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے بھی دو طریق سے اثر مروی ہیں مگر وہ بھی ضعیف ہیں۔

کان ابی بن کعب یصلّی بالناس حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ماہ

فی رمضان بالمدینۃ عشرین رکعۃ ویوتر بثلاث (رواہ ابن ابی شیبۃ ۲/۲۸۵)	رمضان میں لوگوں کو مدینہ میں بیس رکعت نماز تراویح پڑھایا کرتے تھے اور تین رکعت وتر پڑھایا کرتے تھے۔

یہ اثر منقطع ہے۔ عبدالعزیز بن رفیع کی ملاقات حضرت اُبی بن کعبؓ سے نہیں ہوئی۔ حضرت ابی بن کعبؓ کی وفات ۲۰، ۲۲ھ میں ہوئی ہے۔ (الکاشف وتہذیب) اور عبدالعزیز بن رفیع کی وفات ۱۲۰ھ میں یا ۱۳۰ھ کے بعد ہوئی ہے (الکاشف وتہذیب) یعنی ایک سو سال کے لگ بھگ فرق ہے۔ غرضیکہ یہ اثر منقطع ہے۔

یہی بات علامہ النیموی الھندی نے اور علامہ مبارکپوری نے بھی کہی ہے۔ دیکھئے (صلوٰۃ التراویح للالبانی) دوسری بات یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابیؓ بن کعب کو گیارہ رکعت تراویح پڑھانے کا حکم دیا تھا جو موطا کے حوالے سے پہلے گذر چکا ہے۔ یہ اثر اس صحیح ترین حدیث کے بھی خلاف ہے۔ صحیح بخاری وصحیح مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان وغیر رمضان میں تراویح کی گیارہ رکعت پڑھا کرتے تھے۔ غرضیکہ ضعیف ہے۔

(۷) دوسرا اثر ملاحظہ ہو۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

ان عمر أمر ابیًّا ان یصلی بالناس فی رمضان فقال ان الناس یصومون النهار ولا یحسنون	حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابیؓ بن کعب کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو رمضان میں نماز پڑھائیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا

ان يقرؤا فلو قرأت القرآن عليهم بالليل ۔ فقال يا امير المؤمنين هذا شئ لم يكن، فقال قد علمت ولكنه احسن فصلى بهم عشرين ركعة

(رواه الضياء المقدسي في المختارة ۱/۳۸۴ وصلاة التراويح للالباني)

لوگ دن میں روزے دار ہوتے ہیں اور قرآن شریف کو اچھی طرح نہیں پڑھ سکتے۔ کاش کہ تم رات کو ان کے سامنے قرآن شریف پڑھ کر سناؤ (تو کتنا اچھا ہو) حضرت ابی بن کعب نے کہا اے امیر المؤمنین یہ کچھ ایسا کام ہے جو پہلے نہیں ہوا؟ حضرت عمرؓ نے کہا مجھے معلوم ہے، لیکن اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ پھر حضرت ابیؓ نے لوگوں کو بیس ۲۰ رکعت نماز (تراویح) پڑھائی۔

یہ اثر بھی ضعیف ہے۔

روایتاً بحث | اس اثر کی سند میں ایک راوی ہے ابو جعفر، اس کا نام عیسیٰ ابن ابی عیسیٰ بن ماہان ہے۔ اس راوی کے سلسلہ میں محدثین کے مختلف اقوال آئے ہیں۔ مثلاً

(۱) امام یحییٰ بن معین کبھی کہتے ہیں یہ ثقہ ہے۔ کبھی کہتے ہیں کہ یہ احادیث تو لکھتا تھا لیکن غلطیاں کرتا تھا اور کبھی کہتے ہیں کہ یہ نیک ہے۔ مطلب یہ ہے کہ صحیح فیصلہ نہیں کر پاتے (تہذیب)

(۲) امام علی بن المدینی ثقہ کہتے ہیں مگر غلطیاں بھی کرتا ہے (تہذیب)

(۳) ابن عمار الموصلی ثقہ کہتے ہیں (تہذیب)

(۴) امام ابو حاتم ثقہ کہتے ہیں، صدوق صالح الحدیث کہتے ہیں (تہذیب)

(۵) ابن سعد ثقہ کہتے ہیں (تہذیب)

(٦) امام حاکم ثقہ کہتے ہیں (تہذیب)

قارئین کرام جن ائمہ نے اس راوی کو ثقہ یا صدوق یا صالح الحدیث کہا ہے۔ انہوں نے بھی یہ تسلیم کیا ہے کہ یہ راوی غلطیاں کرتا ہے اور حافظہ کا اچھا نہیں ہے۔

اب وہ محدثین جنہوں نے ضعیف کہا ہے۔

(۱) امام احمدؒ بن حنبل نے کہا ہے کہ یہ قوی نہیں ہے (تہذیب)

(۲) عمرو بن علی کہتے ہیں یہ بزرگ ہے لیکن وہمی ہے (تہذیب)

(۳) ابوزرعہ ضعیف کہتے ہیں (تہذیب)

(۴) زکریاء الساجی صدوق لیس بالمتین کہتے ہیں (تہذیب)

(۵) امام نسائیؒ لیس بالقوی کہتے ہیں (تہذیب)

(٦) ابن خراش صدوق کہتے ہیں مگر حافظہ کا اچھا نہیں ہے (تہذیب)

(۷) امام عجلی لیس بالقوی کہتے ہیں (تہذیب)

(۸) امام ابن حبان کہتے ہیں۔ یہ مشاہیر سے مناکیر میں تفرد کرتا ہے اور یہ راوی جب ثقات کی مخالفت کرتا ہے، ہم اس وقت اس سے خاص کر حجت نہیں لیتے۔ مگر جس وقت یہ راوی ثقات کی مطابقت وموافقت کرتا ہے حجت لینا پسند کرتے ہیں (تہذیب التہذیب)

قارئین کرام ابن حبان ہر ایک راوی کو ثقہ کہنے میں بڑے دلیر ہیں یعنی ابن حبان ثقہ سے کم بات نہیں کرتے۔ وہ بھی یہ بات تسلیم کر رہے ہیں کہ جب عیسٰی ابن ابی عیسٰی ابوجعفر ثقات کی مخالفت کرے تو اس کی روایت مردود

ہے۔ غرضیکہ یہ اثر منکر ہے۔ حضرت ابی بن کعبؓ سے یہ دو اثر مروی تھے جو ضعیف ہیں۔

اب وہ اثر جو حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ملاحظہ ہو۔

⑧ کان عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ یصلی بنا فی شھر رمضان فیصرف وعلیہ لیل قال الاعمش کان یصلی عشرین رکعۃ ویوتر بثلاث (رواہ ابن نصر فی القیام اللیل وصلوٰۃ التراویح للالبانی)	حضرت عبداللہؓ بن مسعود ماہ رمضان میں ہمیں نماز پڑھایا کرتے تھے اور ابھی رات ان پر باقی ہوتی۔ اعمش کہتے ہیں کہ وہ ہمیں بیس ۲۰ رکعت نماز پڑھایا کرتے تھے اور تین رکعت وتر پڑھایا کرتے تھے۔

قارئین کرام یہ اثر بھی منقطع ہے۔ سلیمان بن مہران، الاعمش نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا۔ حضرت عبداللہؓ بن مسعود کی وفات ۳۲ھ میں ہوئی اور سلیمان بن مہران الاعمش کی وفات ۱۴۸ھ میں ہوئی (الکاشف)۔ امام حاکم کے درج ذیل قول سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ یہ اثر منقطع و معضل ہے۔

وحکی الحاکم عن ابن معین انہ قال اجود الاسانید الاعمش عن ابراھیم عن علقمہ عن عبداللہ (تھذیب)	امام حاکم ابن معین سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا اعمش کی بہترین سند یہ عن ابراہیم عن علقمہ عن عبداللہ والی ہیں۔

یعنی اعمش ابراہیم اور پھر علقمہ کے واسطہ سے عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں اور مندرجہ بالا اثر میں وہ بلواسطہ عبداللہ سے روایت کر رہے ہیں۔ یہ علامت معضل ہونے کی ہے۔ لہٰذا ضعیف ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وسطِ سند سے دو راوی حذف ہیں، غائب ہیں۔ ممکن ہے کہ وہ ضعیف ہوں یا کذّاب ہوں یا اور کوئی خرابی ہو۔ بہر حال یہ اثر کسی حال میں بھی درجہ صحت کو نہیں پہنچتا۔ الغرض مردود ہے اور یہی بات علامہ مبارکپوری نے (التحفہ) میں کہی ہے کہ یہ روایت منقطع ہے۔ یہی حال دوسرے آثار کا ہے۔

قارئین کرام تمام وہ روایات جو بیس۲۰ رکعت تراویح پڑھنے کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں وہ تمام ضعیف ہیں ان کا احاطہ کرتے ہوئے ہم آگے بڑھتے ہیں اور تقریباً سب وہ روایات نقل کرتے ہیں تاکہ پھر کسی کو کچھ کہنے کا موقع نہ ملے۔ اب ہم کچھ آثار بیس۲۰ رکعت تراویح کے سلسلہ میں نقل کر رہے ہیں جو تابعین سے مروی ہیں اور وہ مصنف ابن ابی شیبہ اور دوسری کتب احادیث میں آئے ہیں ملاحظہ فرمایئے :۔

(۱) حضرت شتیر بن شکل تابعی سے مروی ہے :۔

انہ کان یصلّی فی رمضان عشرین رکعۃ والوتر (رواہ ابن ابی شیبۃ ۲/۲۸۵)	ماہ رمضان میں بیس۲۰ رکعت نماز (تراویح) اور وتر پڑھا کرتے تھے۔

یہ اثر ضعیف ہے۔ ابو اسحاق السبیعی ثقہ ہیں مگر ان کا حافظہ آخری عمر میں خراب ہو گیا تھا معلوم نہیں کس حالت میں اس اثر کو روایت کیا ہے۔

(تقریب التقریب)

عبداللہ بن قیس مجہول ہے (تقریب التقریب و میزان) لہٰذا یہ اثر باطل ہے۔

(۲) نافع بن عمر کہتے ہیں :۔

کان ابن ابی ملیکہ یصلی بنافی رمضان عشرین رکعۃ (رواہ ابن ابی شیبۃ ۲/۲۸۵)	ابن ابی ملیکہ ماہ رمضان میں ہمیں بیس۲۰ رکعت نماز (تراویح) پڑھاتے تھے۔

یہ ابن ابی ملیکہ کا فعل ہے جو صحیح احادیث کے خلاف ہے لہٰذا مردود ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔ مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَیْسَ عَلَیْہِ اَمْرُنَا فَھُوَ رَدٌّ (صحیح بخاری) یعنی جس شخص نے کوئی عمل کیا اور اس پر ہماری سنّت کی مہر نہ ہو وہ مردود ہے اور ظاہر ہے کہ بیس۲۰ رکعت نماز تراویح سنّت سے ثابت نہیں۔

(۳) حارث کہتے ہیں :۔

انہ کان یؤم النّاس فی رمضان باللیل بعشرین رکعۃ ویوتر بثلاث ویقنت قبل الرکوع (حوالہ مذکور)	وہ ماہ رمضان میں رات کو بیس۲۰ رکعت کے ساتھ لوگوں کی امامت کرتے تھے اور تین رکعت وتر پڑھایا کرتے تھے اور رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔

یہ اثر بھی ضعیف ہے۔ حجاج بن ارطاہ صدوق کثیر الخطا (تقریب) یعنی حجاج صدوق ہے (لیکن) بہت غلطیاں کرتے ہیں۔ ابواسحاق السبیعی ان کا آخری عمر میں حافظہ خراب ہوگیا تھا۔ معلوم نہیں کس حالت میں روایت

کیا ہے۔ غرضیکہ ضعیف ہے۔

(۴) ابوالبختری سے مروی ہے :۔

انہ کان یصلی خمس ترویحات فی رمضان ویوتر بثلاث ۔ کہ وہ رمضان میں پانچ ترویحات کرتے تھے یعنی تراویح بیں اور تین وتر پڑھتے تھے یعنی بیس رکعت اور تین وتر۔ (حوالہ مذکور)

ابوالبختری سعید بن فیروز کا یہ فعل ہے جو صحیح ترین احادیث کے خلاف ہے لہٰذا مردود ہے۔ کیونکہ کسی امام کا فعل جب حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہو تو نہیں مانا جاتا۔

(۵) عطاء ابن ابی رباح کہتے ہیں :۔

ادرکت الناس وھم یصلون ثلاثۃ وعشرین رکعۃ بالوتر کہ میں نے لوگوں کو اس حال میں پایا کہ وہ تیئیس ۲۳ رکعت بمع وتر کے پڑھا کرتے تھے۔

(حوالہ مذکور)

یہ اثر شاذ ہے۔ اس لئے کہ عبدالملک بن ابی سلیمان نے امام زہری کی اور عطا بن ابی رباح نے عروہ بن زبیر کی مخالفت کی ہے۔ عروہ بن زبیر اور امام زہری بہت بڑے امام ہیں، یہ دونوں راوی حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ مطہرہ رض سے گیارہ رکعت روایت کرتے ہیں (صحیح بخاری وصحیح مسلم) مزید برآں حضرت عطاء ابن ابی رباح کا آخری عمر میں حافظہ خراب ہو گیا تھا (تقریب) لہٰذا یہ اثر ضعیف ہے۔

(۶) سعید بن عبید الطائی کہتے ہیں :۔

ان علی بن ربیعۃ کان یصلی علی بن ربیعہ لوگوں کو رمضان میں پانچ

بھو فی رمضان خمس ترویحات ترویحات سے نماز پڑھاتے تھے اور
ویوتر بثلاث (حوالہ مذکور) تین وتر پڑھتے تھے یعنی بیس۲۰ رکعت۔
یہ تابعی کا فعل ہے۔ جو صحیح حدیث کے خلاف ہے۔ لہٰذا مردود ہے۔
قارئین کرام عاملین بیس۲۰ رکعت تراویح ایک صحیح مرفوع حدیث پیش نہیں کرسکتے، وہ آثار جن پر وہ عمل کرتے ہیں یعنی اقوال الرجال ان کا حشر آپ سابقہ اوراق میں پڑھ آئے ہیں۔ پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ، حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت ابن عباسؓ رضی اللہ عنہم سے اور بھی صحیح احادیث مروی ہیں یہ عاملین بیس۲۰ رکعت تراویح ان پر عمل کیوں نہیں کرتے، اس وقت ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت وحشمت کہاں چلی جاتی ہے۔ مثلاً

ایک اور زاویہ سے بحث

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب رکوع میں جاتے تو رفع یدین کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین کرتے اور فرماتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا ہی کرتے تھے (رواہ البیہقی فی الخلافیات وقال الشیخ رجال اسنادہ معروفون) (نصب الرایۃ جلد۱ ص۴۱۶ سندہ صحیح متصل تسہیل القاری شرح صحیح بخاری)

عاملین بیس۲۰ رکعت تراویح حضرت عمرؓ کے اس فعل پر کیوں عمل نہیں کرتے جو صحیح اسناد سے مروی ہے جو صحیح حدیث سے ثابت ہے؟ کیا یہ کوئی دوسرے عمرؓ بن الخطاب ہیں؟ حضرت عمرؓ تو عیدین کی نماز میں بارہ تکبیریں بھی روایت کرتے ہیں (رواہ ابن ابی شیبۃ ۲/۸۰) یہ حضرات اس پر عمل کیوں نہیں کرتے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شروع

نمازیں، رکوع سے پہلے اور رکوع سے سر اٹھانے کے بعد اور دو۲ رکعت پڑھ کر کھڑے ہونے کے بعد رفع یدین کرتے تھے (رواہ الترمذی وابوداؤد والنسائی وصححہ الترمذی واحمد) (نصب الرایۃ) (وصححہ ابن خزیمہ وابن حبان) (فتح الباری)

عاملینِ بیس۲۰ رکعت تراویح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس قول پر جو مرفوعًا ثابت ہے عمل کیوں نہیں کرتے۔ یہ وہی علیؓ تو ہیں جو بیس۲۰ رکعت تراویح روایت کرتے ہیں؟

حضرت ابی بن کعبؓ رفع یدین کرتے تھے (رواہ البیہقی)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ رفع یدین کرتے تھے (رواہ البیہقی)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ بلند آواز سے تعلیمًا پڑھتے تھے (صحیح بخاری) جبکہ عاملینِ بیس۲۰ رکعت تراویح نمازِ جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنا جائز نہیں سمجھتے۔

قارئین کرام ایسے موقع پر عاملینِ بیس۲۰ رکعت تراویح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بات نہیں مانتے بلکہ اپنے خودساختہ مذہب کی بات مانتے اور عمل کرتے ہیں۔ کاش کہ عاملینِ بیس۲۰ رکعت تراویح اپنے اس رویہ پر غور کریں۔

نوٹ :۔ وہ احادیث و آثار جو بیس۲۰ رکعت کے سلسلہ میں ہم نے پیش کی ہیں تقریبًا یہی احادیث و آثار جناب فیض احمد صاحب نے نمازِ مدلل ص۱۵۸ تا ص۱۷۰ پر پیش کیے ہیں۔ جن کی تردید ہم نے کر دی ہے۔

غلط فہمی | اگر صبح کی جماعت کھڑی ہو چکی ہو اور فجر کی سنتیں بھی ادا کرنی ہوں تو دونوں فضیلتوں (ادائیگی سنت شرکتِ جماعت) کو حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔ جماعت کی صفوں سے ہٹ کر سنتیں ادا کر کے جماعت

میں شرکت کی جائے اور اگر یہ اندیشہ ہو کہ سنتیں پڑھنے سے جماعت فوت ہو جائے گی تو پھر جماعت میں شامل ہو جائے اور سنتیں سورج نکلنے کے بعد ادا کرے (نماز مدلل ص۱۷۱)

جواب | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اقامت ہو جانے کے بعد تمام دوسری نمازوں سے منع فرمایا ہے اور صرف اس نماز کا حکم دیا ہے جس کے لئے اقامت ہو گئی ہے۔ اقامت ہو جانے کے بعد صفوں سے ہٹ کر مسجد میں دو رکعت فجر کی سنّت پڑھنا یہ حکم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہے۔ پھر اگر جماعت کھڑی ہے اور جماعت فوت ہونے کا خطرہ ہے تو جماعت میں شامل ہونے کی اجازت ہے مگر ساتھ ہی یہ فتویٰ بھی صادر فرمایا کہ فجر کی سنتیں اب طلوع آفتاب کے بعد پڑھنا ہوں گی۔ قارئین کرام یہ تمام تاویلات اور قیاس آرائیاں ہیں۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ علماء احناف کو قرآن مجید و سنّت نبوی پر عمل کرنے اور کرانے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے محض اپنے مذہب سے محبّت ہے اور بس۔

غلط فہمی | اس تفصیل کے لئے ذیل کی احادیث و آثار ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لم یصلّ رکعتی الفجر فلیصلھا بعد ما تطلع الشمس	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس نے فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں تو اسے چاہیئے کہ سورج نکلنے کے بعد ان کو پڑھے۔
(نماز مدلل ص۱۷۱)	
(۲) عن ابن عمرؓ انہ صلی	حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فجر کی سنّتیں

رکعتی الفجر بعد الضحی ۔ چاشت کے بعد پڑھیں۔

(حوالہ مذکور)

جواب حدیث ① جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اس حدیث کے سلسلہ میں جناب فیض احمد صاحب نے دھوکا دیا ہے یا ان کو دھوکا ہوا ہے۔ یہ حدیث اس آدمی کے بارے میں ہے جو آدمی سوتا رہ گیا ہو یا بھول گیا ہو یا فجر کے فرض پڑھنے کے بعد اتنا وقت ہی نہیں تھا کہ وہ فجر کی سنتیں پڑھ سکتا تو آدمی طلوع شمس کے بعد ان دو رکعتوں کو پڑھے۔ ورنہ پابندی نہیں ہے۔

حدیث کا محل کچھ اس طرح سے ہے ملاحظہ فرمایئے :۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

من صلی رکعۃ من الصبح ثم طلعت الشمس فلیصل الصبح (رواہ الحاکم وصححہ واقرہ الذہبی علی شرطہما ۱/۲۷۴)	جس شخص نے صبح کی ایک رکعت پڑھ لی۔ پھر آفتاب طلوع ہونا شروع ہو گیا اس کو چاہیئے وہ صبح کی پوری نماز پڑھ لے۔

اس صورت میں جبکہ فجر کی ایک رکعت بھی بڑی مشکل سے مل رہی ہے تو ظاہر ہے کہ فجر کی سنتیں بعد میں ہی پڑھی جائیں گی۔ لہٰذا ایسے موقع پر فجر کی سنتیں طلوع آفتاب کے بعد پڑھنے کا حکم ہے جو ہمیں منظور ہے۔ مزید براں جو صورت مندرجہ بالا حدیث میں بتائی گئی ہے کیا یہ صورت علماء احناف کو منظور ہے ؟

یہی حدیث ایک اور طریق سے بھی آئی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

من نسی رکعتی الفجر فلیصلهما اذا طلعت الشمس (رواہ الحاکم و صحح علی شرط الشیخین ۱/۳۰۷)	جو شخص فجر کی دو رکعت (سنت) بھول جائے۔ جب سورج طلوع ہو جائے تو اس کو چاہیئے ان دونوں رکعتوں کو پڑھ لے۔

مندرجہ بالا احادیث بالکل صاف ہیں۔ جناب فیض احمد صاحب کا مفروضہ ان کے مذہب کو سہارا نہ دے سکا۔

اثر (۲) جو ابن عمرؓ سے مروی ہے۔ قطع نظر اس بات کے کہ اس کی سند کیسی ہے یہ اثر مجمل ہے۔ اس اثر میں اس بات کی صراحت نہیں ہے کہ فجر کے فرض پڑھنے کے بعد سنتوں کا وقت ہوتے ہوئے ابن عمرؓ نے طلوع آفتاب کے بعد سنتیں پڑھیں اور جب اس بات کی صراحت نہیں ہے تو یہ دلیل کیسے بن گئی؟ لہٰذا ابن عمرؓ کو فجر کے فرض پڑھنے کے بعد وقت نہیں ملا ہوگا تو انہوں نے طلوع آفتاب کے بعد فجر کی سنتیں پڑھی ہوں گی۔ اس کا یہی مطلب زیادہ حدیث کے قریب ہے۔

غلط فہمی | حضرت ابودرداء صحابی رضی اللہ عنہ کا عمل منقول ہے :-

(۱) انہ کان یدخل المسجد والناس صفوف فی صلوٰۃ الفجر فیصلی الرکعتین فی ناحیۃ المسجد ثم یدخل ثم یدخل	حضرت ابودرداءؓ مسجد میں تشریف لاتے جب کہ لوگ صبح کی نماز کی صف بندی کر چکے ہوتے تو آپ مسجد کے ایک کونے میں سنتیں پڑھتے پھر لوگوں کے ساتھ

مع القوم فی الصلوٰۃ (نماز مدلل ص۱۷۱)

نماز میں شامل ہوتے۔

(۲) عن عبداللہ بن ابی موسیٰ قال جاء نا ابن مسعودؓ والامام یصلی الصبح فصلی رکعتین الی ساریۃ ولم یکن صلی رکعتی الفجر (نماز مدلل ص۱۷۲)

حضرت عبداللہ بن ابی موسیٰؒ فرماتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہمارے ہاں تشریف لائے جبکہ امام صاحب صبح کی نماز پڑھا رہے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی صبح کی سنتیں رہتی تھیں تو آپ نے ایک ستون کے پاس ان کو ادا کیا۔

(۳) اقیمت الصلوٰۃ فرکع ابن مسعودؓ رکعتین ثم دخل مع القوم فی الصلوٰۃ۔ (نماز مدلل)

صبح کی نماز کی اقامت کی جا چکی تھی۔ حضرت ابن مسعودؓ نے دو رکعت سنّت ادا کیں۔ پھر لوگوں کے ساتھ نماز (کی جماعت) میں شریک ہوئے۔

(۴) حضرت ابوعثمان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

کنا نأتی عمر بن الخطاب قبل ان نصلی الرکعتین قبل الصبح وھو فی الصلوٰۃ فنصلی فی آخر المسجد ثم ندخل مع القوم فی صلوٰتھم (حوالہ مذکور)

ہم (بعض اوقات) صبح کی سنتیں ادا کرنے سے پہلے حضرت عمر بن الخطابؓ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ حضرت عمرؓ نماز پڑھا رہے ہوتے تو ہم مسجد کے آخر میں سنتیں پڑھتے۔ پھر لوگوں کے ساتھ نماز (کی جماعت) میں شرکت کرتے۔

كنا نأتي جمع کا صیغہ دلالت کرتا ہے کہ عہد فاروقی میں یہ صورت کثرت سے پیش آتی تھی۔

جواب | اثر ① جو حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے یہ اثر (مصنف ابن ابی شیبۃ ۲/۱۵۴) پر مروی ہے مگر یہ اثر منقطع ہے۔ اس اثر کی سند میں عبید اللہ بن زیادۃ، ابوزیادۃ البکری ہے۔ ابن ابی حاتم کہتے ہیں :۔ لم یدرك ابا الدرداء (تہذیب) یعنی عبید اللہ نے ابوالدرداءؓ کو نہیں پایا۔ لہٰذا یہ اثر منقطع ہونے کی وجہ سے ناقابل احتجاج ہے۔ ایک اور اثر (مصنف عبدالرزاق ۲/۲۴۳) پر حضرت ابوالدرداءؓ سے مروی ہے مگر وہ بھی ضعیف ہے۔

"سلیمان بن موسیٰ الاموی" صرف صدوق ہیں (تقریب) امام ابوحاتم کہتے ہیں یہ صدوق ہے۔ اس کی بعض احادیث مضطرب ہوتی ہیں۔ امام بخاری کہتے ہیں۔ اس کے پاس منکر روایات ہیں۔ امام نسائیؒ کہتے ہیں یہ سمجھ دار عاقل ہے مگر لیس بالقوی فی الحدیث۔ مزید برآں آخری عمر میں کچھ حافظہ بگڑ گیا تھا (تہذیب التہذیب) دوسری بات جو اس اثر کو مزید ضعیف بناتی ہے وہ ہے "بَلَغَنَا" یعنی ہمیں پہنچا ہے۔ یہ نامعلوم پہنچانے والا کون ہے؟ الغرض یہ اثر بھی معلول ہے۔

اثر ② جو حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے۔ اس اثر کو روایت کرنے والے عبداللہ بن ابی موسیٰ ہیں۔ اس اثر میں دو علتیں ہیں :۔

(۱) عبداللہ ابن ابی موسیٰ کون ہیں معلوم نہیں۔

(۲) "عمرو بن عبداللہ، ابواسحٰق السبیعی" ان کا آخری عمر میں حافظہ بگڑ

گیا تھا معلوم نہیں کس حالت میں اس اثر کو روایت کیا ہے۔ لہٰذا یہ اثر بھی ضعیف ہے۔

اثر ③ یہ بھی ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے۔ اس اثر کی سند میں بھی عمرو بن عبداللہ، ابو اسحاق السبیعی موجود ہیں۔ لہٰذا مندرجہ بالا علت کی وجہ سے یہ بھی ضعیف ہے۔ مزید برآں حارثہ بن مضرب متکلم فیہ ہیں (تہذیب) (میزان الاعتدال)

اثر ④ جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے جس کو حضرت ابو عثمان جن کا نام عبدالرحمٰن بن ملؒ ہے روایت کر رہے ہیں یہ بھی ضعیف ہے۔ جعفر بن میمون ابو علی ضعیف ہے (تہذیب) امام ابو عثمان النہدی مرفوعاً کیا بیان کر رہے ہیں ذرا ملاحظہ فرمایئے :۔

ان النبی صلی اللہ علیہ و سلم رأی رجلاً یصلی رکعتین وقد اقیمت صلاۃ الفجر، فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایتھما صلاتك؟ التی صلیت وحدك۔ ام التی صلیت معنا؟ (مصنف عبدالرزاق ۲/ ۴۴۰ وصحیح مسلم من طریق حماد عن عاصم عن عبداللہ بن سرجس مرفوعاً)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ فجر کی نماز کی اقامت ہو گئی ہے اور وہ دو رکعت نماز (سنّت) پڑھ رہا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیری (فجر) کی کونسی نماز شمار کی جائے جو تو نے اکیلے پڑھی وہ یا جو تو نے ہمارے ساتھ پڑھی وہ؟

ابو عثمان النہدی کا مرفوعاً بیان کرنا زیادہ قرین حدیث ہے اور یہی

صحیح ہے۔ ایک اور اثر ابن عمرؓ سے مصنف ابن ابی شیبہ میں مروی ہے وہ بھی ضعیف ہے۔ "ان ابن عمر کان یدخل فی الصلوٰۃ تارۃ و اخری یصلیھا فی جانب المسجد" اجرجہ عن وکیع عن دلھم عن صالح عن ذبرۃ عنہ۔ دلھم بن صالح الکندی الکوفی ضعیف ہے۔ یحیٰی بن معین ضعیف اور ابن حبان نے منکر الحدیث کہا ہے (تھذیب التھذیب) اسی طرح جتنے بھی اقوالِ تابعین پیش کئے جاتے ہیں وہ تمام ناقابل احتجاج ہیں چاہے وہ امام حسن البصری روایت کر رہے ہوں یا مسروق۔ ہم تو دلدادہ ہیں سنّت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ یہی وجہ ہے کہ سنّت پر تو صرف جماعت المسلمین ہی عمل کرتی ہے۔ درج ذیل احادیث کی روشنی میں اندازہ کیجیے کہ اس مسئلہ کو کس قدر بگاڑا گیا ہے۔ اب ہم سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دلیل دیتے ہیں کہ جب فرض نماز کی اقامت ہو جائے یا فرض نماز کھڑی ہو جائے تو فرض نماز کے علاوہ یا جس نماز کی اقامت ہو گئی ہے بس وہی نماز ہوتی ہے۔

<u>اقامت ہونے کے بعد کوئی نماز نہیں ہوتی سوائے فرض نماز کے</u> | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے:-

(۱) اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا صلاۃ الا المکتوبۃ (صحیح مسلم) — جب نماز کی اقامت ہو جائے تو فرض کے علاوہ کوئی اور نماز نہیں ہوتی۔

اور مسند احمد میں یہ الفاظ مروی ہیں کہ:-

(۲) فلا صلوٰۃ الا التی اقیمت (رواہ احمد وسندہ حسن فتح الباری) — جس (نماز) کی اقامت کہدی گئی ہے پھر اور نماز نہیں ہوتی۔

(۳) مسلم بن خالد نے عمرو بن دینار سے اس حدیث میں یہ الفاظ زیادہ بیان کئے ہیں۔

قیل یا رسول اللہ ولا رکعتی الفجر قال ولا رکعتی الفجر (رواہ ابن عدی وسندہ حسن فتح الباری ۱۴۹/۲)

کہا گیا اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) فجر کی دو رکعت (سنت) بھی نہیں پڑھ سکتے؟ آپ نے فرمایا فجر کی دو رکعت سنت بھی نہیں پڑھ سکتے۔

اگرچہ فجر کی سنتوں کی بڑی اہمیت ہے، ان کی اہمیت اور فضیلت اپنی جگہ پر مسلّم ہے۔ اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اقامت ہونے کے بعد فجر کی سنتوں کی اجازت نہیں دی۔

(۴) حضرت مالک بن بحینہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:۔

اقیمت الصلوٰۃ الصبح فقام رجلٌ یصلّی الرکعتین فلما صلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاث الناس حولہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للذی صلی الرکعتین أتصلی الصبح اربعًا (رواہ ابن ابی شیبۃ وسندہ صحیح)

صبح کی نماز کی اقامت ہو گئی تھی اور ایک شخص کھڑا ہوا (اور) دو رکعت (سنت فجر) پڑھنے لگا۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھا دی لوگ اس کے ارد گرد جمع ہو گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا جس نے دو رکعت نماز پڑھی تھی کیا تو صبح کی چار رکعت (فرض) پڑھتا ہے؟

اور صحیح بخاری میں یہ حدیث اس طرح آئی ہے۔ حضرت مالک بن بحینہ رض کہتے ہیں:۔

ان رسول الله صلی الله علیه وسلم رای رجلا وقد اقیمت الصلوٰة یصلی رکعتین فلما انصرف رسول الله صلی الله علیه وسلم لاث به الناس وقال رسول الله صلی الله علیه وسلم الصبح اربعًا الصبح اربعًا۔ (صحیح بخاری)	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ دو رکعت (سنّت فجر) نماز پڑھ رہا ہے اور نماز کی اقامت ہو گئی ہے۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اس شخص کے قریب گئے) اور لوگوں نے بھی اس شخص کو گھیر لیا، آپ نے فرمایا کیا صبح کی چار رکعت (فرض) ہیں کیا صبح کی چار رکعت (فرض) ہیں؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب بالکل صاف اور واضح ہے کہ کیا تو نے فجر کی سنتوں کو اتنی اہمیت دے دی ہے کہ ان کا رتبہ فرض کے برابر کر دیا ہے جب فرض نماز کی اقامت ہو گئی تھی تو پھر سنّت فجر پڑھنے کی کیا ضرورت تھی۔ ان کی ادائیگی بعد میں بھی ہو سکتی تھی۔ صحیح مسلم میں یہ الفاظ آئے ہیں۔

مرّ برجل وقد اقیمت الصلوٰة الصبح فکلمه بشیٔ لاندری ماهو؟ فلما انصرفنا ادطنا به نقول ماذا قال لك رسول الله صلی الله علیه وسلم؟ قال	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس سے گزرے۔ وہ نماز پڑھ رہا تھا اور صبح کی نماز کی اقامت کہدی گئی تھی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے کچھ کہا ہم نہیں سمجھ سکے

قال لی یوشك احدکم ان یصلی الصبح اربعًا۔ (صحیح مسلم)	آپ نے کیا کہا؟ پھر جب ہم نے سلام پھیر دیا تو ہم نے اس شخص کو گھیر لیا ہم نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھ سے کیا بات کہی تھی؟ اس شخص نے کہا کہ آپ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ قریب ہے کہ تم میں سے کوئی صبح کی چار رکعت نماز (فرض) پڑھے۔

امام احمدؒ اور طحاویؒ نے دوسرے طرق سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں:۔

اذا اقیمت الصلوٰة فلاصلاة الا التی اقیمت (فتح الباری)	جب فرض نماز کی اقامت ہو جائے پھر کوئی نماز نہیں ہوتی سوائے اس نماز کے جس کی اقامت ہو گئی۔

⑤ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:۔

کنت اصلی واخذ المؤذن فی الاقامة، فجذبنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقال أتصلی الصبح اربعًا (رواہ ابن ابی خزیمہ والبزار والحاکم وغیرھم وسندہ حسن فتح الباری)	میں نماز (فجر کی دو رکعت سنّت) پڑھنے کھڑا ہوا تھا اور مؤذن اقامت کہنے لگا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے (جلدی سے) پکڑ لیا اور فرمایا کیا تم صبح کی چار رکعت (فرض) پڑھنا چاہتے ہو؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ مبارک استفہام انکاری ہے یعنی سوال کیا اور اسی میں نفی فرمادی کہ ایسا مت کرو۔ بتائیے رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم تو منع فرما رہے ہیں اور جناب فیض احمد صاحب تاویلیں پیش کر رہے ہیں۔

(۶) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں :-

اقیمت صلوٰۃ الصبح، فقام رجل یصلی الرکعتین فجذب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بثوبہ وقال اتصلی الصبح اربعًا (رواہ ابن ابی شیبۃ وسندہ صحیح متصل ۲/۲۵۳)

صبح کی نماز کی اقامت ہوگئی اور ایک شخص کھڑا ہوا دو رکعت (سنّت فجر) پڑھنے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کا کپڑا پکڑ کر (اپنی طرف) کھینچا اور فرمایا کیا تو صبح کی چار رکعت (فرض) پڑھنا چاہتا ہے۔

قارئین کرام یہ وہ حقائق ہیں جن کا کوئی انکار نہیں کرسکتا مگر وہی شخص ان حقائق کا انکار کرے گا جس کی شامت آئی ہو۔

(۷) حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں :-

دخل رجل المسجد ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی صلوٰۃ الغداۃ فصلی رکعتین فی جانب المسجد ثم دخل مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یا فلان بأیّ الصلاتین اعتددت بصلاتک وحدک ام بصلاتک معنا؟

ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اس حال میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں مشغول تھے۔ اس شخص نے مسجد کے ایک جانب نماز پڑھی یعنی (فجر کی دو رکعت سنّت پڑھیں) اور پھر وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فجر میں شامل ہوگیا پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام

(صحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا باب الجمع بین الصلاتین فی الحضر)

پھیرا۔ آپ نے فرمایا اے فلاں کونسی نماز تم ہمارے ساتھ شمار کروگے جو تم نے اکیلے پڑھی یا جو تم نے ہمارے ساتھ پڑھی؟

یہ حدیث اس مسئلہ میں کتنی واضح اور صاف ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اقامت ہونے کے بعد اور نماز کھڑی ہو جانے کے بعد اس بات کی قطعاً اجازت نہیں دی کہ مسجد کے کسی کونے میں نماز فجر کی دو رکعت سنّت پڑھ کر پھر وہ نماز باجماعت میں شامل ہو جائے۔ بلکہ آپ نے یہ فرمایا کہ کونسی دو نمازوں میں سے ہمارے ساتھ نماز شمار کروگے یعنی تمہاری ایک ہی نماز ہوئی۔ جناب فیض احمد صاحب اس حدیث کی آپ کیا تاویل کرینگے؟

⑧ ان عمر رأی رجلاً یصلی رکعتین والمؤذن یقیم فانتھرہ وقال لا صلوٰۃ والمؤذن یقیم الا الصلوٰۃ التی تقام لھا الصلوٰۃ (رواہ ابن ابی شیبۃ ۲/۷۷ وسندہ صحیح)

حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو دیکھا کہ مؤذن اقامت کہہ رہا ہے اور وہ دو رکعت نماز پڑھنا چاہتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس شخص کو دھمکایا اور کہا جب مؤذن اقامت کہہ رہا ہو تو کوئی نماز نہیں ہوتی سوائے اس نماز کے جس کی اقامت کہہ دی گئی ہے۔

⑨ ان ابن عمر رای رجلا یصلی والمؤذن یقیم فقال أتصلّی الصبح اربعًا (مصنف

حضرت ابن عمرؓ نے ایک شخص کو دیکھا کہ مؤذن اقامت کہہ رہا ہے اور وہ نماز (دو رکعت) پڑھنا چاہتا ہے،

عبدالرزاق ۲/۴۴ وسندہ صحیح) ابن عمرؓ نے کہا کیا تو صبح کی چار رکعت (فرض) پڑھنے کا خواہاں ہے۔

⑩ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں :۔

اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا صلوٰۃ الا المکتوبۃ (رواہ ابن ابی شیبۃ وسندہ صحیح) جب نماز کی اقامت ہو جائے پھر سوائے فرض نماز کے اور کوئی نماز نہیں ہوتی۔

⑪ حضرت محمدؒ بن علی بن حسین ابن ابی طالب کہتے ہیں :۔

دخل النبی صلی اللہ علیہ و سلم المسجد واخذ بلال فی الاقامۃ فقام ابن بحینۃ یصلی رکعتین فضرب النبی صلی اللہ علیہ وسلم منکبیہ وقال یا ابن القشب تصلی الصبح اربعًا؟ (رواہ ابن ابی شیبۃ ۲/۲۵۳ ومصنف عبدالرزاق ۲/۴۲۷ وسندہ حسن) نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے اور حضرت بلالؓ اقامت کہنے لگے۔ ابن بحینہ کھڑے ہوئے اور دو رکعت نماز پڑھنے لگے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن بحینہ کے کندھے پر مارا اور فرمایا ابن قشب کیا صبح کی چار رکعت پڑھنے کے خواہاں ہو؟

⑫ حضرت سوید بن غفلہ کہتے ہیں :۔

کان عمر بن الخطاب یضرب علی الصلوٰۃ بعد الاقامۃ (مصنف عبدالرزاق ۲/۴۳۷ وسندہ صحیح) حضرت عمرؓ بن الخطاب (اس شخص کو جو) اقامت ہونے کے بعد نماز پڑھنے کی کوشش کرتا اس شخص کو مارا کرتے تھے۔

⑬ مسلم بن عقیلؒ سے مروی ہے :-

يقول للناس وهو يصلون وقد اقيمت الصلوٰة ويلكم لاصلوٰة اذا اقيمت الصلوٰة (مصنف عبدالرزاق ٢/٤٣٦ وسنده صحيح)

مسلم بن عقیل لوگوں سے کہا کرتے تھے اس حال میں کہ لوگ نماز میں ہوتے کہ تمہاری خرابی ہو جب (فرض) نماز کی اقامت ہو جائے پھر کوئی نماز نہیں ہوتی۔

⑭ حضرت سعید بن جبیرؒ سے مروی ہے :-

انه رأى رجلاً يصلي عند اقامة العصر قال يسرك ان يقال صلى ابن فلانة ستًّا قال فذكرت ذلك لابراهيم فقال كانت تكره الصلوٰة مع الاقامة (رواه ابن ابی شيبة ٢/٧٧ وسنده صحيح)

حضرت سعید بن جبیر نے عصر کی اقامت کے وقت ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز پڑھنا چاہتا ہے۔ سعید بن جبیر نے کہا تجھے یہ بات خوش کرے گی کہ کہا جائے ابن فلاں نے چھ رکعت (عصر) کی پڑھیں۔ فضیل کہتے ہیں میں نے اس بات کا ذکر ابراہیم نخعی سے کیا، ابراہیم نے کہا کہ اقامت ہو جانے کے بعد نماز مکروہ سمجھی جاتی ہے۔

⑮ عطاء بن ابی رباحؒ کہتے ہیں :-

اذا كنت في المسجد واقيمت الصلوٰة فلا تركع (رواه ابن ابی شيبة وسنده صحيح)

جب تو مسجد میں ہو اور نماز کی اقامت ہو گئی ہو پھر کوئی نماز نہ پڑھ سوائے (فرض) نماز کے۔

قارئین کرام یہ وہ براہین ودلائل ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین سے صحیح اسناد سے ثابت شدہ ہیں۔ ان دلائل وبراہین کا وہی انکار کرسکتا ہے جو اپنے مذہب کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہو، جو شخص سنتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا سچا دلدادہ ہو وہ ان کے خلاف نہیں کرے گا۔ جناب فیض احمد صاحب کو مذہب کی زنجیروں سے چھٹکارہ حاصل کرنا چاہیئے اور دینِ اسلام سے منسلک ہوجانا چاہیئے۔ الغرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی اس بات کی وضاحت فرمادی ہے کہ اقامت ہوجانے کے بعد کوئی اور نماز نہیں ہوتی سوائے اس نماز کے جس کی اقامت ہوگئی ہے۔ اسی سنت نبوی کو صحابہ کرام زندہ کرتے رہے جن کے دلائل ہم اوپر دے آئے ہیں۔ اب اگر ائمہ احناف اقامت کے بعد (فجر کی سنت پڑھنے کی اجازت قیاس واجتہاد کرکے دیتے ہیں تو وہ لوگوں کو گمراہ کررہے ہیں اور ان کی نمازوں کو باطل بنا رہے ہیں۔ مزید براں یہی وہ احادیثِ نبوی ہیں جو حنفی مذہب سے متصادم ہیں اگرچہ امام ابو حنیفہؒ کا اس مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بعد کے لوگوں نے بنایا ہے۔

فجر کی سنتیں طلوع آفتاب سے پہلے پڑھی جائیں یا بعد میں

قارئین کرام اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر فجر کی سنتیں رہ جائیں تو ان کی قضا طلوع آفتاب کے بعد کی جائے یا طلوع آفتاب سے پہلے۔ الحمد للہ یہ چیز بھی احادیثِ نبوی میں بدرجہ اتم موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلوع آفتاب سے پہلے اگر وقت ہو تو فجر کی سنتیں پڑھ لینے کی اجازت دی ہے۔ احادیث نبوی ملاحظہ فرمایئے :۔

① حضرت قیس بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں :-

رای النبی صلی اللہ علیہ و سلم رجلا یصلّی بعد صلوٰۃ الصبح رکعتین فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ الصبح رکعتین فقال الرجل انی لم اکن صلیت الرکعتین اللتین قبلہا فصلیتہا الان فسکت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (رواہ ابن ابی شیبۃ و ابن خزیمہ وسندہ صحیح)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کو دیکھا کہ صبح کی نماز کے بعد دو رکعت (سنت فجر) پڑھ رہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبح کی دو رکعت نماز فرض ہے۔ اس شخص نے کہا میں نے صبح کے فرضوں سے پہلے کی دو رکعت (سنت فجر) نہیں پڑھی تھیں اب میں ان دو رکعتوں کو پڑھ رہا ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس بات) پر سکوت فرمایا۔

② حضرت عطاءؒ ابن ابی رباح کہتے ہیں :-

ان رجلاً صلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ الصبح فلما قضی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الصلوٰۃ قام الرجل فصلی الرکعتین، فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما ھاتان الرکعتان فقال یا رسول اللہ جئت وانت فی الصلوٰۃ ولم

ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی۔ پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پوری کر لی تو وہ شخص کھڑا ہوا اور اس نے دو رکعت نماز پڑھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دو رکعت کونسی ہیں؟ اس شخص نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں آیا اور آپ نماز

اکن صلیت الرکعتین قبل الفجر فکرھت ان اُصلیھما وانت تصلّی فلما قضیت الصلوٰۃ قمت فصلیت الصلوٰۃ فضحک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم یأمرہ ولم ینھہ (رواہ ابن ابی شیبۃ ۲/۲۵۴ وسندہ صحیح)	میں مشغول تھے۔ میں نے فجر سے پہلے کی دو رکعت (سنت) نہیں پڑھی تھیں، میں نے برا سمجھا کہ میں ان دونوں رکعتوں کو پڑھوں اور آپ نماز (فرض) پڑھا رہے ہوں۔ پھر جب میں نے (آپ کے ساتھ) نماز پوری کر لی میں کھڑا ہوا اور میں نے (سنت فجر) پڑھ لیں۔ یہ وہ دو رکعت ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس دئے نہ آپ نے کوئی حکم دیا اور نہ منع فرمایا۔

یہ حدیث مصنف ابن ابی شیبۃ میں مرسل صحیح ہے۔ لیکن اس حدیث کو علامہ ابن حزم نے "المحلی" میں مرفوعاً روایت کیا ہے یعنی عن الحسن بن ذکوان عن ابن ابی رباح عن رجل من الانصار...... قال العراقی اسنادہ حسن (نیل الاوطار ۳/۲۸۶) یعنی عراقی نے اس حدیث کی سند کو حسن کہا ہے۔ "رجل" سے مراد قیس بن عمر رضی اللہ عنہ بھی ہو سکتے ہیں اور کوئی صحابی بھی ہو سکتے ہیں اور صحابی کی جہالت معیوب نہیں ہوتی۔

(۳) حضرت سمیع بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے عطاء ابن ابی رباح کو دیکھا کہ وہ بھی ایسا ہی کرتے تھے یعنی اگر طلوع آفتاب سے پہلے فجر کی سنتیں رہ گئی ہیں تو وہ ان کو پڑھ لیا کرتے تھے (رواہ ابن ابی شیبہ وسندہ صحیح)۔

④ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں عطیہ بن قیس کلائی کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے فضا هما حین سلّم الامام (رواہ ابن ابی شیبہ ۲/۲۵۵ وسندہ صحیح) یعنی جس وقت امام سلام پھیر دیتا تو ابن عمرؓ ان دونوں رکعتوں کو پڑھ لیا کرتے تھے۔

⑤ امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں :۔

اذا فاتته رکعتان الفجر صلاها بعد صلوٰۃ الفجر۔ جب فجر کی دو رکعت (سنت) فوت ہو جائیں تو ان کو فجر کے فرضوں کے بعد ادا کرلو۔ (رواہ ابن ابی شیبۃ وسندہ حسن)

ان دلائل کی رو سے اگر فجر کے فرضوں کے بعد وقت ہے تو سنت کی قضا اسی وقت کرلی جائے اور اگر وقت نہیں ہے تو سنّت کی قضا سورج طلوع ہونے کے بعد کی جائے۔ مزید برآں رہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ " نھی عن الصلوٰۃ بعد الفجر حتی تطلع الشمس وعن الصلوٰۃ بعد العصر حتّٰی تغرب الشمس" (رواہ الترمذی وسندہ صحیح) یعنی آپ نے منع فرمایا ہے نماز فجر کے بعد (نوافل سے) یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جائے اور نماز عصر کے بعد یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ مبارک کا مطلب یہ ہے کہ فجر کی نماز کے بعد دوسرے نوافل نہ پڑھے جائیں اور اسی طرح بعد نماز عصر دوسرے نوافل نہ پڑھے جائیں۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق فجر کی دو رکعت سنت جب فوت ہو جائیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پڑھ لینے کی اجازت دی ہے۔ کیونکہ فجر کی سنّت فجر کی نماز کا ہی حصّہ ہے

ان دو رکعتوں کو فجر کی نماز سے باہر نہ کیا جائے۔

جناب فیض احمد صاحب کا یہ کہنا کہ "عہد فاروقی میں یہ صورت بہت کثرت سے پیش آتی تھی" یہ بات صحیح نہیں ہے اس لئے کہ ابوعثمان اس بات کی نفی کر رہے ہیں اور ویسے بھی یہ اثر ضعیف ہے۔ جس کی وضاحت ہم اوپر کر آئے ہیں۔

غلط فہمی | اس کے بعد حسب معمول وفی الباب کے تحت ۱۸ صحابہ کرام کے نام لکھے ہیں جن سے فجر و عصر کے بعد ممانعت نماز کی حدیثیں مروی ہیں۔ آپ کے الفاظ یہ ہیں :۔ وفی الباب عن علیؓ و ابن مسعود ..... (نماز مدلل ص۱۲۵)

جواب | اس کا جواب ہم نے اوپر نقل کر دیا ہے۔ وہاں ملاحظہ فرمایئے۔

---

(۱۶۵) وضع اليمين على الشمال

(۱) حدثنا أبو بكر قال: حدثنا زيد بن حباب قال: حدثنا معاوية بن صالح قال: حدثني يونس بن سيف العنسي عن الحارث بن غطيف أو غطيف بن الحارث الكندي شك معاوية قال: مهما رأيت نسيت لم أنس اني رأيت رسول الله ﷺ وضع يده اليمنى على اليسرى يعني في الصلاة.

(۲) حدثنا وكيع عن سفيان عن سماك عن قبيصة بن هلب عن أبيه قال: رأيت النبي ﷺ واضعاً يمينه على شماله في الصلاة.

(۳) حدثنا ابن إدريس عن عاصم بن كليب عن أبيه عن وائل بن حجر قال: رأيت رسول الله ﷺ حين كبر أخذ بشماله يمينه.

(۳/۱٦٤) أرسما قبل التطهر ، بدل لمات وهي تطوع نفسي.

مندرجہ بالا خط کشیدہ الفاظ قابلِ غور ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جماعت المسلمین کی دعوت

ہمارا حاکم	صرف ایک	یعنی :	اللہ تبارک و تعالےٰ	.. اللہ کے سوا کوئی نہیں
ہمارا امام	صرف ایک	یعنی :	محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	.. فرقہ وارانہ امام نہیں
ہمارا دین	صرف ایک	یعنی :	اللہ کا پسند کردہ دین اسلام	.. فرقہ وارانہ مذہب نہیں
ہمارا نام	صرف ایک	یعنی :	اللہ کا رکھا ہوا نام مسلمین	.. فرقہ وارانہ نام نہیں
بنیادِ محبت	صرف ایک	یعنی :	اللہ تعالےٰ سے تعلق	.. دُنیوی تعلقات نہیں
وجہِ افتخار	صرف ایک	یعنی :	ایمانُ باللہ العظیم	.. وطن اور زبان نہیں

اگر آپ ہماری اس دعوت سے متفق ہیں تو ہمارے ساتھ تعاون فرمائیں۔

تعارفی پمفلٹ مفت طلب فرمائیں۔

جماعت المسلمین

مسجد المسلمین۔ کوثر نیازی کالونی۔ نارتھ ناظم آباد، بلاک جی، کراچی ۳۳

تفسیر قرآن عزیز

مرتبہ :- مسعود احمد بی ایس سی امیر جماعت المسلمین

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، یہ کلام اپنی مثال آپ ہے۔ جس طرح بذریعہ وحی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو نازل فرمایا اسی طرح بذریعہ وحی اس کی تشریح اور تفسیر بھی نازل فرمائی جو یا تو خود قرآن مجید میں ملے گی یا صاحب قرآن کی زبانِ مبارک سے، چونکہ قرآن مجید منزل من اللہ ہے لہٰذا اس کی تشریح اور تفسیر بھی وہی قابلِ عمل اور قابلِ قبول ہوگی جو منزل من اللہ ہو اور وہ ہے حدیث نبوی۔ اسی بنیاد پر یہ تفسیر مندرجہ ذیل امتیازی اوصاف کی حامل ہے۔

ایک مسلم کی نجات کے لئے چونکہ علم و عمل لازم و ملزوم ہے لہٰذا تفسیر ہذا میں علم و عمل کو یکساں اہمیت دی گئی ہے۔

عموماً تفاسیر میں اس بات کا لحاظ نہیں رکھا جاتا کہ تفسیر میں جو حدیث نقل کی جارہی ہے وہ سنداً صحیح بھی ہے یا نہیں۔ یہ تفسیر ضعیف حدیث تو کجا حسن حدیث سے بھی معرّا ہے اس میں صرف صحیح احادیث کو نقل کیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے یہ قرآن مجید کی صحیح ترین تفسیر ہے۔

مسائل اور احکام کی پوری عملی تشریح و توضیح سے تمام تفاسیر خالی ہیں۔ اس تفسیر میں جس جگہ قرآن مجید کے جس حکم کی تشریح کی گئی ہے وہاں اس کی عملی تفسیر بھی بیان کر دی گئی ہے اگر کسی خاص وجہ سے اس جگہ بیان نہیں کی تو کسی دوسری جگہ اس کو تفصیل سے بیان کر دیا گیا ہے اور اس دوسری جگہ کا حوالہ بھی نقل کر دیا گیا ہے۔ الغرض اگر ہر جگہ نہیں تو کسی ایک جگہ مناسب مقام پر کسی خاص مسئلہ کو پوری عملی تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے مثلاً طلاق کا ذکر آگیا ہے تو طلاق کے تمام مسائل بیان کر دئے ہیں۔ قرض کا مسئلہ آگیا ہے تو قرض کے تمام احکام بیان کر دئے ہیں۔ نماز کے طریقہ کا ذکر آگیا تو نماز کا پورا طریقہ بیان کر دیا گیا ہے وغیرہ وغیرہ اسی طرح اگر کسی چیز کی اہمیت اور فضیلت کا ذکر آگیا ہے تو اسی جگہ اس کی فضیلت اور اہمیت میں جتنی احادیث ملی ہیں ان کو بیان کر دیا گیا ہے اور یہی اس تفسیر کا ایک امتیازی وصف ہے۔

اس تفسیر میں قرآن مجید کی تلمیحات پر جن کے متعلق صحیح معلومات نہیں مل سکیں کوئی روشنی نہیں ڈالی گئی مثلاً ہاروت ماروت پر کوئی بحث نہیں کی گئی۔ اس بات کی بھی کوئی کوشش نہیں کی گئی کہ اس فرعون کا نام معلوم کریں جو موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں تھا۔ اس بات کی وضاحت بھی نہیں کی گئی کہ وہ لوگ کون تھے جو اپنے گھروں کو چھوڑ کر نکلے ان کو اللہ نے مار دیا اور پھر زندہ کر دیا۔ اوّل تو ان بحثوں سے ہمارے عمل کا کوئی تعلق نہیں۔ البتہ ان تلمیحات کا جو پہلو عبرت انگیز تھا اس کو بیان کر دیا گیا ہے اور بے فائدہ باتوں کو کلیۃً نظر انداز کر دیا گیا ہے۔

اس تفسیر میں کسی مسلک، مکتب فکر اور فرقہ کی تعلیمات کا پرچار نہیں کیا گیا۔ اس میں صرف اور صرف خالص اسلام کی نشاندہی کی گئی ہے۔ یہ تفسیر علماء اور عامۃ المسلمین کے لئے یکساں مفید ہے اور یہ بھی اس کا ایک اعزاز ہے۔

جماعت المسلمین

مرکزی مسجد المسلمین گیلان آباد کھوکھراپار ۲/۲-کراچی۔

فون نمبر ۴۰۷۵۲۴

تفہیم الاسلام

یہ کتاب ڈاکٹر غلام جیلانی برق کی کتاب "دو اسلام" کا محققانہ جواب ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد برق صاحب اپنے گمراہ کن نظریات سے تائب ہو گئے۔ علم کے سمندر کی جو سیر کرنا چاہتا ہے اس کے لئے یہ ایک نہایت دلچسپ کتاب ہے۔

اسلام تو ایک ہے مگر ہر فرقہ نے اپنا الگ اسلام بنا لیا ہے بلکہ ہر شخص اسلام کے متعلق اپنی الگ رائے رکھتا ہے، دوسرے سے اپنا الگ نظریہ رکھتا ہے اور اپنے آپ کو برحق سمجھتا ہے۔

ایک جنگل میں سب اندھے تھے۔ ان میں آنکھوں والا ایک ہی تھا۔ اس نے کہا آؤ اس ہاتھی کو پہچانو اور بتاؤ کیسا ہے۔ سب اندھوں نے ہاتھی کو ہاتھ لگایا۔ سب نے دعویٰ کیا کہ وہ ہاتھی کو پہچان گئے جس نے پاؤں کو چھوا اس نے دعویٰ کیا کہ ہاتھی درخت جیسا ہے، جس نے دم کو چھوا اس کا دعویٰ تھا کہ ہاتھی رسّی جیسا ہے۔

اندھے حق پر نہیں تھے۔ یہی حال ہم سب کا ہے۔ ہمارا دعویٰ ہے، رسول ایک ہے مگر سنتیں سب کی الگ الگ ہیں۔ اسلام سب کا الگ الگ ہے۔

ہم سب اندھے ہیں۔ ہم قرآن مجید کو پڑھتے ہیں، اس کو چھوتے ہیں مگر اس کو سمجھنے کی ہم میں بصیرت نہیں۔ ہم کو فرصت نہیں۔ پھر بھی ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم سب اپنی اپنی جگہ برحق ہیں۔ ہم سب ستاروں کی طرح بکھرے ہوئے ہیں۔

حق تو ایک ہے۔ اتنے سارے حق کہاں سے آ گئے۔ اتنے سارے اسلام کہاں سے آ گئے۔
اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سب نے اپنے نفس اور اپنی مرضی کو اپنا الٰہ بنا لیا ہے۔ سب نے اپنی اپنی سنتیں اور طریقے الگ بنا لئے ہیں۔ سب کی اپنی اپنی کتابیں اور کھاتے ہیں مگر ایک اللہ کا تو یہی پیغام ہے "اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑ لو" مگر سب اپنی اپنی رسّی کو اللہ کی رسّی سمجھتے ہیں۔

مؤلفہ:۔ مسعودؒ احمد صاحب، امیر جماعت المسلمین

جماعت المسلمین

منہاج المسلمین

- دینِ اسلام اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ ہے جو قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں محفوظ ہے۔
- یہ کتاب اسلامی احکامات کا انسائیکلوپیڈیا ہے (یعنی پیدائش سے موت تک مسلمین کو پیش آنے والے احکامات قرآن مجید اور احادیثِ صحیحہ سے ماخوذ ہیں)۔
- ہر حکم کے نیچے حاشیہ میں ثبوت کے طور پر آیت اور صحیح حدیث کا عربی متن اور اس کا ماخذ بھی درج کر دیا گیا ہے۔
- جہاں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی حکم اور طریقہ ثابت نہیں وہاں اللہ کے دین کی حدیں ختم ہو جاتی ہیں اور دنیاوی احکام کی حدیں شروع ہو جاتی ہیں۔
- کسی بھی انسان کا دیا ہوا حکم یا رائے دین نہیں بن سکتی۔
- اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ دین میں کسی انسان کو ترمیم یا تبدیلی کرنے کا اختیار حاصل نہیں۔
- اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ دینِ اسلام میں قیامت تک کوئی تبدیلی یا ترمیم نہیں ہو سکتی۔
- دینِ اسلام کے خلاف یا مساوی جو فتویٰ یا مسلک ہوگا وہ اللہ تعالیٰ کے غضب اور قہر کا مستحق ہوگا۔
- اللہ تعالیٰ خالص دین کو پسند کرتا ہے، وہ بناسپتی دین یا مسلک کو رد کر دے گا۔
- دینِ خالص کے متلاشی کو دین قرآن مجید اور احادیثِ صحیحہ میں ملے گا۔
- منہاج المسلمین آپ کو صراط مستقیم بتا دے گی۔

مؤلفہ: مسعود احمد صاحب
امیر جماعت المسلمین

جماعت المسلمین

تاریخ الاسلام والمسلمین (مختصر)

اسلام کے خلاف بہت سی سازشیں برپا ہوئیں۔ ایک سازش یہ بھی تھی کہ اسلام کی تاریخ کو مسخ کر دیا گیا۔ خود ساختہ واقعات کو رنگ آمیزی اور نمک مرچ لگا کر اس طرح پیش کیا گیا کہ پڑھنے والے اپنے اکابر کے متعلق بدظنی کا شکار ہو گئے اور جھوٹ سچ میں تمیز کرنا مشکل ہو گیا۔

موجودہ زمانہ میں اسلام سے بیزار کرنے کے لئے یہ چال چلی گئی کہ ان فرضی واقعات کو تاریخی حقائق کے نام سے متعارف کرایا گیا۔ یہ سازش اتنی کارگر ہوئی کہ اکثر لوگوں کے ذہن مسموم ہو گئے

اس سازش نے جو فتنے پیدا کئے وہ یہ ہیں :۔

(۱) انکارِ حدیث کے لئے فضا سازگار ہو گئی (۲) جب حدیث پر سے اعتماد اٹھ گیا تو قرآن مجید کی من مانی تاویلیں کی جانے لگیں اور (۳) خلافتِ راشدہ کو ملوکیت میں تبدیل کرنے کا ذمہ دار صحابہ کرام کو ٹھہرایا گیا۔

یہ وہ فتنے ہیں جو ہماری غلط تاریخ کی وجہ سے وجود میں آئے۔ پہلے دور کی غلط کتبِ تاریخ کی بنیاد پر دوسری کتبِ تاریخ وجود میں آئیں۔ علماء نے اپنی تقریروں اور تحریروں میں انہیں کتبِ تاریخ کے افسانوں کو مستند سمجھ کر پیش کیا حالانکہ ان کے باطل ہونے پر قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ شاہد ہیں۔

قرآن مجید کے بعد صحیح بخاری اور صحیح مسلم کا جو درجہ ہے وہ کسی پر مخفی نہیں لیکن افسوس ہے کہ تاریخ کے سلسلے میں بھی علمائے ان کتابوں سے بے اعتنائی کا ثبوت دیا اور تاریخ کے ان واقعات کو بھی صحیح تسلیم کر لیا جو ان صحیح ترین کتابوں سے متصادم تھے۔ ایسی حالت میں کیا ایک ایسی تاریخ کی ضرورت نہیں جو روایتاً اور درایتاً صحیح ہو؟ "تاریخ الاسلام والمسلمین" ایک مختصر تاریخ ہے، صرف قرآن مجید اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی مستند احادیث سے ماخوذ ہے۔ یہ کتاب صرف تاریخ ہی نہیں بلکہ اسلام کے متعلق مفید معلومات کا ایک ذخیرہ ہے۔ اس میں توحید، رسالت، قیامت اور دیگر مسائل پر سیر حاصل مواد موجود ہے۔ مؤلفہ: مسعود احمد صاحب، امیر جماعت المسلمین

ھُوَ سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِیْ ھٰذَا

جماعت المسلمین

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:

تَلْزَمُ جَمَاعَۃَ الْمُسْلِمِیْنَ وَاِمَامَھُمْ۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جماعت المسلمین اور
اُس کے امام کو لازم پکڑنا۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)